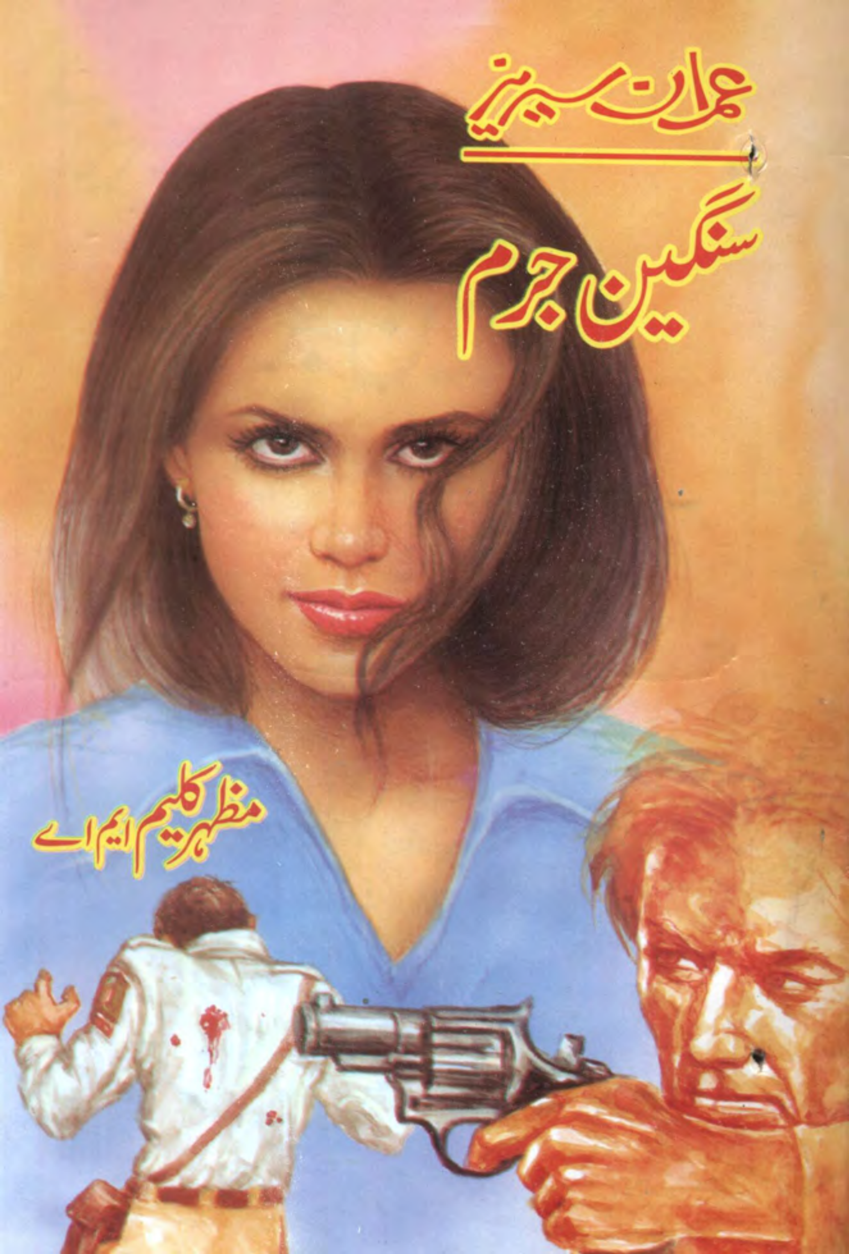
عمران سیریز
سنگین جرم
مظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ فور سٹارز کے تحت میرا نیا ناول ''سنگین جرم'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس ناول میں انسانی معاشرے کے انتہائی سنگین اور گھناؤنے جرم سے پردہ اٹھایا گیا ہے جو واقعی انسانی معاشرے کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کو اغوا کر کے انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح نیلام کر دینا واقعی ایسا جرم ہے جسے کوئی بھی معاشرہ کسی طور پر بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ قدیم دور میں بوجہِ جہالت اگر ایسا ہوتا بھی تھا تو اب موجودہ دور میں ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا لیکن اس کے باوجود چند انسان نما بھیڑیئے صرف دولت کی خاطر اس سنگین اور گھناؤنے جرم میں نہ صرف ملوث ہیں بلکہ انہوں نے باقاعدہ نیٹ ورک قائم کئے ہوئے ہیں۔ فور سٹارز اس سنگین جرم کے نیٹ ورک سے ٹکرا گئے اور ان کے سامنے جب اس نیٹ ورک کی وسعت اور مضبوطی آئی تو عمران اور فور سٹارز کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا تھا اور جب انہیں یقین آ گیا کہ واقعی یہ گھناؤنا جرم باقاعدہ ایک نظام کے تحت کام کر رہا ہے تو وہ بھی پوری قوت سے اس سے ٹکرا گئے۔ اس ٹکراؤ کا انجام کیا ہوا۔ یہ تو آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہو سکے گا البتہ ناول پڑھنے سے پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جوابات

ضرور ملاحظہ کریں کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح ناول سے کم نہیں ہیں۔

میر پور آزاد کشمیر سے سید فضل حسین لکھتے ہیں۔ میں خاصے طویل عرصے سے آپ کے ناول پڑھ رہا ہوں۔ آپ کے ناولوں کے بارے میں تو کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ میں نے یہ خط اس لئے لکھا ہے کہ آپ نے طویل عرصے سے بچوں کے لئے کہانیاں اور ناول لکھنے بند کر دیئے ہیں جبکہ پہلے آپ کے بچوں کے لئے کہانیاں اور ناول باقاعدگی سے شائع ہوتے رہتے تھے۔ امید ہے آپ جواب ضرور دیں گے۔

محترم سید فضل حسین صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا شکریہ۔ جہاں تک بچوں کے لئے لکھنے کی بات ہے تو لکھا اب بھی جا رہا ہے لیکن بہت کم کیونکہ اگر بچوں کے ادب پر زیادہ لکھا جائے تو پھر عمران سیریز کی باقاعدگی میں فرق آ جاتا ہے جبکہ عمران سیریز کے قارئین کی طویل عرصے سے یہی فرمائش رہی ہے کہ ہر ماہ کم از کم دو ناول لکھے جائیں۔ اتنے دلچسپ ناول کے انتظار میں انہیں پورا مہینہ گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہرحال آپ کی شکایت دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

سرگودھا سے ایم اسلم شاہد لکھتے ہیں کہ آپ کے ناول بے حد پسند ہیں اور ہم آپ کے تخیل اور طرز تحریر کے بہت مداح ہیں۔ چھ

سال کے بعد ایک بار پھر آپ کی بزم میں شامل ہو رہے ہیں۔ ویسے ہم نے آزمایا ہے کہ آپ کو مستقل خط لکھنے والے اگر خط لکھنا چھوڑ دیں تو آپ کو ان کی کمی محسوس نہیں ہوتی ورنہ آپ انہیں ''چند باتوں'' میں یاد ضرور کرتے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ٹرومین، میجر پرمود اور کرنل فریدی سب کا مشترکہ ناول لکھیں اور بلیک تھنڈر کا سلسلہ بھی آپ نے روک رکھا ہے۔ ٹائیگر میرا پسندیدہ کردار ہے۔ 'ٹائیگر ان ایکشن' آپ کا شاندار ناول ہے۔ ویسے ایک بات ہم سب دوستوں نے محسوس کی ہے کہ آپ ناول کے آغاز میں جس غیر ملکی تنظیم کی جتنی زیادہ تعریف کرتے ہیں وہ اتنی ہی جلدی ختم ہو جاتی ہے جس سے مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔

محترم ایم اسلم شاہد صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک مستقل خط لکھنے والوں کے خط نہ آنے کی صورت کے بارے میں آپ نے لکھا ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ہر ناول میں قارئین سے درخواست کرتا رہتا ہوں کہ وہ مجھے خط ضرور لکھیں۔ اس صورت میں کسی قاری کا خط نہ آنے کو میں اپنے اس قاری کی مصروفیت کو پیش نظر رکھتا ہوں ورنہ مجھے یقین ہے کہ خط نہ لکھنے والے قاری بھی میرے ساتھ رہتے ہیں۔ جہاں تک بلیک تھنڈر کے سلسلے کا رک جانا ہے اور مختلف کرداروں کے مشترکہ ناول لکھنے کی بات ہے تو اللہ نے چاہا تو میں جلد آپ کی فرمائش پوری کرنے کی کوشش کروں گا اور آپ نے بے حد دلچسپ بات

لکھی ہے کہ جس بین الاقوامی تنظیم کی جتنی زیادہ تعریف کی جاتی ہے وہ اتنی جلدی ختم ہو جاتی ہے تو اس سلسلے میں جس بین الاقوامی تنظیم کی جتنی تعریف لکھی جاتی ہے وہ ویسی ہی ہوتی ہے لیکن جب اس کا مقابلہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ اس لئے جلدی ڈھیر ہو جاتی ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی صرف مشن برائے مشن کی حد تک کام نہیں کرتے بلکہ اپنے ملک کی سلامتی، تحفظ اور اپنے ملک کے کروڑوں بے گناہ ہم وطنوں کے لئے پورے جوش اور جذبے کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ عام مثال ہے کہ اونٹ اس وقت تک اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتا رہتا ہے جب تک وہ پہاڑ کے نیچے نہ آئے۔ یہی مثال ان غیر ملکی تنظیموں کی ہوتی ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail Address mazharkaleem.ma@gmail.com

چوہان اپنی کار میں بیٹھا دارالحکومت کے مضافات میں بننے والے ایک ہوٹل میں رات کا کھانا کھانے جا رہا تھا۔ اس وقت شام ہونے والی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس نئے ہوٹل میں دو تین گھنٹے بیٹھے گا، کافی پیئے گا اور جب ڈنر کا وقت ہو گا تو پھر ڈنر کر کے واپس اپنے فلیٹ پر پہنچ جائے گا۔ اس نے صدیقی، نعمانی اور خاور تینوں کو اپنے ساتھ اس نئے ہوٹل میں آنے کی دعوت دی لیکن وہ آج رات دارالحکومت کے ایک بڑے ہوٹل میں ہونے والے فیشن شو کے فنکشن میں شریک ہونے جا رہے تھے۔ وہ تینوں نہ صرف یہ پروگرام بنائے ہوئے تھے بلکہ انہوں نے سیٹیں بھی بک کرا لی تھیں جس میں چوہان کی سیٹ بھی تھی لیکن چوہان کو اس ٹائپ کے فیشن شو سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے اس نے فیشن شو میں جانے سے صاف انکار کر دیا تھا اور مضافات کے نئے ہوٹل میں ڈنر کرنے کا اکیلے ہی پروگرام بنا لیا۔ گو صدیقی اور

دوسرے ساتھیوں نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کی بے حد کوشش کی کیونکہ اس کی سیٹ بک تھی لیکن چوہان ایسے فیشن شو جس میں عریانی شو کا لازمی حصہ ہوتا دیکھنا پسند ہی نہ کرتا تھا اس لئے اس نے قطعاً انکار کر دیا۔ اس وقت وہ مضافاتی ہوٹل جس کا نام ریڈ لائٹ ہوٹل تھا، میں ڈنر کے لئے جا رہا تھا۔ کار میں ہلکا ہلکا میوزک چل رہا تھا اور چوہان کا سر بڑے ردھم میں موسیقی کی لے پر حرکت کر رہا تھا۔ پھر ایک موڑ مڑتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے تیزی سے بریک لگائی اور کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ یہ سڑک کا کنارہ تھا اور وہاں بہت سے لوگ اکٹھے تھے جبکہ ان لوگوں کے درمیان ایک شریف آدمی جس نے پینٹ اور ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی، بیٹھا باقاعدہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ لوگ اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ دلاسے دے رہے تھے لیکن وہ زارو قطار روتا چلا جا رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے''...... چوہان نے ایک اُدھیڑ عمر آدمی سے پوچھا۔

''اس کی نوجوان بیٹی کو اس کے سامنے اغوا کر کے لے جایا گیا ہے اور یہ بیٹھا رو رہا ہے''...... اس اُدھیڑ عمر آدمی نے کہا تو چوہان بے اختیار اچھل پڑا۔

''اغوا کر کے لے جایا گیا ہے اور کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ کیوں''...... چوہان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جب تک کوئی سنبھلتا وہ کار لے کر سامنے والا موڑ مڑ کر غائب

بھی ہو گئے''...... اس اُدھیڑ عمر آدمی نے کہا۔ اسی لمحے پولیس کی اگاڑیاں آ گئیں۔

''مجھے تفصیل بتاؤ۔ کیا ہوا ہے''...... چوہان نے اس آدمی کی منت کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کو دکھ ہو گا۔ تکلیف ہو گی۔ آپ بھی بیٹیوں والے ہوں گے۔ یہ صاحب سامنے والے محلے میں رہتے ہیں۔ ان کا نام ساجد ہے۔ یہ کسی محکمہ میں سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ انتہائی شریف آدمی ہیں۔ ان کی دو بیٹیاں ہیں اور بیٹا کوئی نہیں ہے۔ بڑی بیٹی کالج میں پڑھتی ہے۔ یہ سامنے اکیڈمی ہے۔ وہ لڑکی اس اکیڈمی میں پڑھتی ہے اس کا باپ اسے اکیڈمی ساتھ لے آتا ہے اور واپس ساتھ لے جاتا ہے۔ آج میں سامنے دکان کے باہر کھڑا تھا کہ میں نے اکیڈمی کے سامنے ایک سرخ رنگ اور جدید ماڈل کی کار کھڑی دیکھی۔ میں نے سمجھا کہ کسی لڑکی کو لینے آئی ہو گی کیونکہ یہاں اکثر کاریں آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہ آدمی بھی گیٹ پر کھڑا تھا کہ اس کی بیٹی باہر آئی۔ اسی لمحے کار کے دروازے کھلے اور تین آدمی باہر آ گئے اور ان تینوں نے کلف لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور چہرے مہرے اور انداز سے کوئی بدمعاش اور لڑاکا دکھائی دیتے تھے۔ یہ باپ بیٹی کار کے قریب کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ بیٹی شاید باپ کو پڑھائی کے بارے میں کچھ بتا رہی تھی کہ یکلخت ان تینوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ باپ کے سینے پر ہاتھ مار کر اسے نیچے گرا دیا اور

چیختی ہوئی لڑکی کو اٹھا کر انہوں نے اس طرح کار کی عقبی سیٹ پر ڈالا جیسے کسی بوری کو پھینکا جاتا ہے اور جب تک لوگ سنبھلتے وہ کار میں بیٹھ چکے تھے اور اندر سے لڑکی کے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن کار بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھی اور یہ سامنے والا موڑ مڑ کر غائب ہوگئی۔ لوگ یہاں اکٹھے ہو گئے جبکہ باپ بیٹھا بے بسی سے رو رہا ہے اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ پہلے تو ایسی غنڈہ گردی اور بدمعاشی کم از کم میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ میری بھی بیٹیاں ہیں۔ میرا تو یہ سوچ سوچ کر دل کانپ اٹھتا ہے کہ اس کی جگہ میری بیٹی بھی تو ہو سکتی تھی''...... اُدھیڑ عمر آدمی نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''اس کار کا نمبر۔ کوئی تفصیل۔ تاکہ اسے تلاش کیا جا سکے''۔ چوہان نے کہا۔

''آپ پریس میں ہیں''...... اُدھیڑ عمر آدمی نے پہلی بار بدکتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔ میں اس مظلوم کی مدد کرنا چاہتا ہوں''...... چوہان نے کہا۔

''چھوڑیں صاحب۔ آپ کا قدوقامت تو ٹھیک ہے لیکن آپ مجھے شریف آدمی لگتے ہیں۔ یہ بہت بڑے مجرم اور بدمعاش ہیں۔ میرا نام سامنے نہ آئے۔ ان میں سے ایک آدمی کو میں جانتا ہوں۔ وہ کنگ بدمعاش کا آدمی ہے''...... اُدھیڑ عمر نے کہا۔

''کنگ بدمعاش۔ وہ کون ہے۔ کہاں رہتا ہے''...... چوہان نے چونک کر پوچھا۔

''جدھر مڑ کر ان کی کار گئی ہے یہ سڑک آگے جا کر بائیں طرف مڑ کر دیہات میں چلی جاتی ہے۔ وہاں موڑ پر چوک ہے جہاں کنگ بدمعاش کا ہوٹل ہے۔ اڈہ ہے۔ وہاں ہر قسم کا جواء ہوتا ہے، ہیروئن اور ہر قسم کا نشہ ملتا ہے اور وہ سب کچھ وہاں ہوتا ہے جسے جرم کہا جاتا ہے لیکن کنگ بدمعاش اتنا بڑا بدمعاش ہے کہ اس کے خلاف اگر کوئی منہ سے ایک حرف بھی نکال دے اور اس تک خبر پہنچ جائے تو وہ آدمی اپنے بیوی بچوں سمیت زندہ جلا دیا جاتا ہے۔ یہ لڑکی بھی اس کنگ بدمعاش تک پہنچی ہو گی پھر وہ اس کا کیا کرتا ہے یہ اس کی مرضی ہے''...... اُدھیڑ عمر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''آپ پولیس کو بیان دیں تاکہ اسے پکڑا جا سکے اور مغویہ کو رہائی دلائی جا سکے''...... چوہان نے کہا۔

''خدا کا خوف کریں۔ میں نے آپ کو شریف آدمی سمجھ کر سب کچھ بتا دیا ہے جو میں بتانا نہیں چاہتا تھا تو آپ میرے ہی خلاف ہو گئے ہیں۔ السلام علیکم''...... اس اُدھیڑ عمر آدمی نے تیز لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر سڑک کراس کر کے آبادی میں داخل ہو کر چوہان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ مغویہ کے باپ کو پولیس اپنی وین میں بٹھا کر لے جا چکی تھی۔ چوہان واپس آ کر اپنی کار میں بیٹھا اور اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر سائیڈ سیٹ کے نیچے بنے

ہوئے خانے سے اس نے مشین پسٹل نکال کر جیب میں ڈال لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس لڑکی کو جسے اس نے ابھی تک دیکھا بھی نہیں تھا، ہرصورت بدمعاشوں کے چنگل سے چھڑائے گا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر آگے آنے والے موڑ پر اس نے کار موڑی اور پھر کافی آگے جا کر سڑک مڑ جاتی تھی وہاں موڑ پر سگریٹ، پان اور ڈرنکس کی چند دکانوں کے ساتھ ساتھ ایک وسیع وعریض علاقے پر پھیلا ہوا ہوٹل بھی تھا جس میں جگہ جگہ بڑے بڑے پلنگ رکھے ہوئے تھے جن پر رنگ کیا گیا تھا ان پر لوگ بیٹھے تھے اور سگریٹ پینے میں مصروف تھے۔ ایک طرف بڑا سا ہال کمرہ تھا۔ وہاں ایک سائیڈ پر پارکنگ بنی ہوئی تھی لیکن وہاں سرخ رنگ کی کوئی کار موجود نہ تھی اور ہوٹل کے ماحول میں بھی کوئی تناؤ نہ تھا۔ سب لوگ کھانے پینے اور باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ اوپر ایک سائیڈ پر بورڈ نصب تھا جس پر کنگ ہوٹل لکھا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ سرخ رنگ کی کار یہاں رکی نہیں ہے لیکن آگے کہاں گئی ہے۔ یہ اسے معلوم نہ تھا چنانچہ اس نے ہوٹل کے مالک کنگ بدمعاش سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی، اسے لاک کیا اور پھر ہال کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں وہ ماسک میک اپ کر چکا تھا اور اب وہ بھی کوئی بدمعاش ہی دکھائی دے رہا تھا۔

”اس ہوٹل کا مالک کون ہے“...... چوہان نے ایک ویٹر نما آدمی

کو روک کر پوچھا۔ اس آدمی نے ویٹروں والی یونیفارم پہنی ہوئی تھی لیکن اس کے ہاتھ میں ایک بڑی خالی پلیٹ موجود تھی جو وہ کسی کو دینے جا رہا تھا۔

”جناب کنگ جان باز“...... ویٹر نے جانباز کو رک رک کر اور علیحدہ علیحدہ کر کے بولا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ چوہان سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا۔ ہال میں ایک کاؤنٹر تھا جس پر دو بدمعاش نما آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہال میں بھی لوگوں کی خاصی تعداد موجود تھی لیکن وہ سب جرائم پیشہ افراد دکھائی دے رہے تھے۔ ہال میں منشیات کی تیز بُو چھائی ہوئی تھی۔ وہاں کھلے عام منشیات استعمال کی جاتی تھی البتہ وہاں کوئی عورت موجود نہ تھی صرف مرد ہی مرد تھے۔

”کنگ کہاں ہے“...... چوہان نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر کہا۔

”تم کون ہو اور تمہیں جرأت کیسے ہوئی اس انداز میں جناب کنگ کا نام لینے کی“...... ایک آدمی نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے ہال زوردار طمانچے کی آواز کے ساتھ ساتھ اس آدمی کے نیچے گرنے اور چیخنے کی آواز سے گونج اٹھا۔ ہال میں ہونے والی باتوں کا شور یکلخت خاموشی میں تبدیل ہو گیا۔

”اب اگر نوڈیرہ کے شمس کے سامنے بکواس کی تو پورے ہوٹل کو بموں سے اڑا دوں گا۔ سنو۔ میں نوڈیرہ سے آیا ہوں اور مجھے کنگ سے ملاقات کرنی ہے۔ بولو کہاں ہے وہ۔ اس ملاقات میں اس کا فائدہ ہے“...... چوہان نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر چیختے

ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فضا میں گولیوں کے دو برسٹ مار دیئے۔

''جناب کنگ تو یہاں نہیں ہوتے۔ وہ تو اپنے ڈیرے پر ہوتے ہیں۔ آپ وہاں ان سے مل سکتے ہیں''...... ایک سائیڈ پر کھڑے ایک آدمی نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا جبکہ تھپڑ کھانے والا اب گال پر ہاتھ رکھے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نمایاں تھے اور وہ بڑی کینہ توز نظروں سے چوہان کو دیکھ رہا تھا۔

''زہر بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے ہو۔ نوڈیرہ کے شمس کو۔ جاؤ پھر یہاں سے''...... چوہان نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں اس آدمی کے سینے پر بارش کی طرح پڑیں اور وہ چیختا ہوا نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

''کسی اور کو شمس کو ایسی نظروں سے دیکھنے کا شوق ہے تو سامنے آئے''...... چوہان نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جناب۔ آئیں میرے ساتھ۔ میں راستہ بتاتا ہوں''...... اس آدمی نے کہا۔

''یہاں بتاؤ۔ جلدی''...... چوہان نے تیز لہجے میں کہا۔

''جناب۔ یہاں سے دو میل آگے جانے کے بعد ایک خشک نہر آئے گی۔ اس نہر کا پل کراس کر کے دوسری طرف ایک سڑک

بائیں ہاتھ جا رہی ہے۔ یہ سڑک جناب کنگ کے ڈیرے پر جا کر ختم ہوتی ہے''...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تمہاری مرضی۔ تم اسے میری آمد کے بارے میں فون کر کے بتاؤ یا نہ بتاؤ۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کنگ نوڈیرہ کے شمس کو بہت اچھی طرح جانتا ہو گا''۔ چوہان نے کہا اور پھر مڑ کر دوڑتا ہوا بیرونی دروازے سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ پارکنگ کی طرف تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جس آدمی کو مارا گیا ہے اس کی وجہ سے اس کنگ کو رپورٹ مل جائے گی لیکن اسے اس کی پرواہ نہیں تھی کیونکہ جو کچھ اس نے ہوٹل میں کیا تھا اگر اس کی تفصیل کنگ تک پہنچ گئی تو وہ اس آدمی کی طرح احمقانہ باتیں نہیں کرے گا۔ اس کی کار اب تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر پل کراس کر کے وہ بائیں طرف کو مڑ گیا۔ کھیتوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی سڑک مختلف موڑ مڑ کر آخر کار ایک قلعہ نما حویلی کے سامنے جا کر ختم ہو گئی۔ حویلی خاصی پرانی نظر آ رہی تھی۔ شاید کسی پرانے وقتوں میں کسی بڑے زمیندار نے اسے اپنے لئے بنوایا تھا جو اب اس کنگ کے تصرف میں تھی بلکہ اس کے ڈیرے کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ بڑا سا پھاٹک بند تھا اور پھاٹک کے باہر مشین گنوں سے مسلح دو بدمعاش نما آدمی کھڑے تھے۔ ایک طرف شاید پارکنگ تھی جس میں دو کاریں اور دو جیپیں کھڑی تھیں اور چوہان یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ان میں سے ایک کار گہرے سرخ

رنگ اور جدید ماڈل کی تھی۔ چوہان کو یقین ہو گیا کہ وہ درست جگہ پہنچ گیا ہے۔ اس نے اپنی کار وہاں پارکنگ میں روکی اور نیچے اتر کر وہ پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔

''کون ہو تم۔ کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو''...... ایک مسلح بدمعاش نے چوہان سے مخاطب ہو کر بڑے توہین آمیز لہجے میں کہا۔

''میرا نام شمس ہے اور میں نو ڈیرہ سے آیا ہوں اور میں نے کنگ سے ملنا ہے۔ میرے ساتھ ملاقات میں اس کا فائدہ ہے اور سنو۔ پہلے ہوٹل میں کاؤنٹر پر موجود ایک آدمی نے بالکل اسی انداز میں مجھ سے بات کی تھی جس انداز میں تم نے کی ہے اور میں نے اس کو گولی مار دی تھی۔ اس کی لاش اب بھی وہاں پڑی ہو گی۔ تمہیں میں نے اس لئے زندہ چھوڑ دیا ہے کہ میں یہاں کوئی تلخی نہیں چاہتا۔ لیکن اب اس انداز میں بول کر دیکھ لو۔ پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہاری روح کتنی جلدی تمہارا جسم چھوڑتی ہے''...... چوہان نے کرخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ یہاں رکیں جناب۔ میں جا کر کنگ سے آپ کی ملاقات کی اجازت لے آتا ہوں اور کرمو ہر ایک سے اس لہجے میں بات مت کیا کرو''...... دوسرے آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا تو کرمو نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ شاید اسے اپنے ساتھی کی بات اچھی نہ لگی تھی لیکن شاید وہ اس سے سینئر تھا اس لئے اس نے

اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک میں موجود کھڑکی کھلی اور وہی مسلح آدمی باہر آ گیا۔

''آئیں جناب۔ ملاقات کی اجازت مل گئی ہے''...... اس آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ چوہان اس کے پیچھے اندر داخل ہوا تو وسیع و عریض صحن میں چارپائیاں جگہ جگہ بچھی ہوئی تھیں۔ تین اطراف میں برآمدہ تھا جس کے پیچھے کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ برآمدے میں مشین گنوں سے مسلح چار آدمی بڑے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔

''تمہارا نام کیا ہے''...... چوہان نے کہا۔

''جی میرا نام راجو ہے۔ آپ بھی مجھے گرم خون کے لگتے ہیں اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ جناب کنگ کے سامنے انتہائی مؤدبانہ انداز میں بیٹھیں اور بات کریں کیونکہ جناب کنگ بڑے سے بڑے آدمی کو مکھی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ وہ شاید آپ سے ملاقات بھی نہ کرتے لیکن آپ نے ہوٹل میں جو کچھ کیا ہے اس کی اطلاع جناب کنگ تک پہنچ چکی ہے اور وہ آپ کے منتظر ہیں''...... راجو نے کہا تو چوہان بے اختیار مسکرا دیا۔

''اوہ۔ اس ملاقات کا شکریہ۔ کنگ سے جب میرا تفصیلی تعارف ہو گا تو وہ خود مجھ سے مؤدبانہ انداز میں بات کرنے پر مجبور ہو جائے گا''...... چوہان نے کہا تو راجو نے جواب دینے کی بجائے چوہان کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے مرتا ہوا دیکھ رہا ہو۔ صحن

کراس کر کے وہ برآمدے میں پہنچے اور پھر ایک کمرے کے کھلے دروازے کے سامنے جا کر راجو رک گیا۔

”جائیں۔ اندر جناب کنگ تشریف فرما ہیں“...... راجو نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے“...... چوہان نے کہا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ ایک سائیڈ پر ایک تخت پوش پر رکھی ہوئی اونچی نشست کی کرسی پر ایک پہلوان نما آدمی لیٹنے کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں سائیڈوں میں لوہے کے سریوں کی طرح اکڑی ہوئی تھیں۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں تیز سرخی موجود تھی۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی جبکہ اس کے سامنے چھوٹی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن میں سے تین پر بدمعاش ٹائپ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور ان کے جسم جنگلی بھینسوں کی طرح پلے ہوئے تھے۔ سائیڈ پر دیوار کے ساتھ دو مشین گنوں سے مسلح آدمی کھڑے تھے۔ ایک خالی کرسی ان تینوں کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔

”میرا نام شمس ہے اور میں نوڈیرہ سے آیا ہوں“...... چوہان نے اندر داخل ہو کر کنگ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”نوڈیرہ میں شمس کا نام تو ہم نے سنا ہوا ہے۔ سنا ہے کہ وہ جاندار آدمی ہے۔ تم تو بچے دکھائی دے رہے ہو“...... کنگ نے کہا۔

”آپ کنگ ہیں“...... چوہان نے کہا۔

”ہاں اور شکر کرو کہ تم نے مجھے آپ کہا ہے ورنہ اب تک تمہاری لاش گٹڑ میں پڑی ہوتی۔ بولو۔ کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو“...... کنگ نے بڑے متکبرانہ لہجے میں کہا۔

”اگر میں نے تمہیں آپ کہہ کر غلطی کی ہے تو اب تم ہی کہوں گا اور سنو۔ تم مجھے شمس کہو یا شمسو لیکن کوئی غلط حرکت کرنے سے پہلے اپنے ہوٹل میں گرنے والی لاش کے بارے میں معلوم کر لینا“...... چوہان نے کہا۔

”اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم خاصے جی دار آدمی ہو۔ بہرحال بولو۔ کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو“...... کنگ نے پہلے کی طرح متکبرانہ لہجے میں کہا۔

”تمہارے آدمی آج ایک لڑکی کو سرخ رنگ کی کار میں ڈال کر لے آئے ہیں۔ اسے لینے آیا ہوں“...... چوہان نے کہا تو کنگ اور اس کے آدمی اس طرح اچھلے جیسے چوہان نے کمرے میں بم مار دیا ہو۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔ کیا بکواس کر رہے ہو“...... کنگ نے چیختے ہوئے کہا۔

”اس میں اتنا ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ لڑکیاں روزانہ اغوا ہوتی رہتی ہیں کل کوئی اور کر لینا۔ یہ لڑکی مجھے دے دو اور ہاں۔ اگر تم کوئی معاوضہ لینا چاہتے ہو تو وہ میں دینے کے لئے

تیار ہوں‘‘...... چوہان نے کہا۔

’’سنو۔ اٹھو اور ایک منٹ کے اندر حویلی سے باہر نکل جاؤ۔ ورنہ‘‘...... کنگ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی‘‘...... چوہان نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے برق رفتاری سے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور پلک جھپکنے سے بھی پہلے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی دیواروں کے ساتھ کھڑے دونوں مسلح آدمی چیختے ہوئے نیچے گرے اور اس کے ساتھ ہی وہ تینوں بدمعاش بھی چیختے ہوئے نیچے گرے جو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی چوہان نے جمپ لگایا اور تخت پوش پر چڑھ کر وہ کنگ کی کرسی کے عقب میں آ گیا۔ اس نے مشین پسٹل کی نال اس کی گردن پر رکھ دی۔ اسی لمحے دو مشین گن برداروں نے دروازے سے اندر جھانکا۔

’’دفع ہو جاؤ‘‘...... کنگ نے چیخ کر کہا تو وہ واپس چلے گئے۔

’’بیٹھو بیٹھو۔ میں لڑکی دیتا ہوں۔ بیٹھو‘‘...... کنگ نے اس بار دوستانہ لہجے میں کہا۔

’’سوچ لو۔ ورنہ تم بھی یہاں لاش کی صورت میں پڑے ہو گے۔ میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں‘‘...... چوہان نے کہا۔

’’تم واقعی نوڈیرہ کے شمس ہو۔ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ تمہاری تیزی، پھرتی اور چستی کمال کی ہے۔ بیٹھو۔ میں منگواتا ہوں لڑکی کو‘‘...... کنگ نے کہا تو چوہان تخت پوش سے نیچے اترا اور سائیڈ

پر رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ بدمعاشوں کی یہ نفسیات ہوتی ہے کہ پہلے وہ مخالف پر اپنا رعب ڈالتے ہیں لیکن اگر مخالف اس کے رعب میں آنے کی بجائے الٹا اپنا رعب ڈال دے تو وہ یکلخت ہی بھیڑ بن جاتے ہیں اور اپنے پانچ آدمیوں کو مرتے دیکھ کر کنگ سیدھا ہو گیا تھا۔ اب اسے چوہان کی تیزی، پھرتی اور چستی کا احساس ہونے لگ گیا تھا۔

’’شامو‘‘...... کنگ نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

’’حکم جناب کنگ‘‘...... ایک مشین بردار نے اندر داخل ہو کر رکوع کے بل جھکتے ہوئے کہا۔

’’نیچے سے وہ لڑکی لے آؤ جسے آج ہی فیروز والے لے آئے ہیں‘‘...... کنگ نے کہا۔

’’حکم کی تعمیل ہو گی کنگ‘‘...... اس آدمی نے جسے شامو کہا گیا تھا، اسی طرح انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا البتہ کمرے میں موجود لاشوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے لیکن اس نے اس سلسلے میں کوئی بات نہ کی تھی۔

’’تمہارا لڑکی سے کیا تعلق ہے‘‘...... کنگ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

’’جو تعلق تمہارا ہے۔ ہمارا بھی یہی دھندہ ہے۔ یہ لڑکی ہمارا ٹارگٹ تھی لیکن اسے تمہارے آدمی اٹھا لائے۔ اس لئے مجھے خود آنا

پڑا کیونکہ ہم اس کا سودا کر کے رقم پکڑ چکے تھے''...... چوہان نے کہانی بناتے ہوئے کہا۔

''پہلے تو میں نے کبھی نہیں سنا کہ تم نے کوئی لڑکی فروخت کی ہو''...... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہم فروخت نہیں کرتے، تاوان وصول کر کے چھوڑ دیتے ہیں''...... چوہان نے کہا۔

''اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں نے تو یہ لڑکی اپنے بیٹے کے لئے اٹھوائی تھی۔ اسے یہ بہت پسند آئی تھی۔ وہ کالج میں اپنے کسی دوست سے ملنے گیا تھا تو اس نے اس لڑکی جمیلہ کو دیکھا تھا''۔ کنگ نے کہا۔ اسی لمحے شامو واپس اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک لڑکی کا بازو پکڑا ہوا تھا۔ لڑکی کا رو رو کر منہ اور آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ وہ اب بھی بری طرح رو رہی تھی۔

''مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو''...... لڑکی نے اندر داخل ہوتے ہی چیختے ہوئے کہا۔

''گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں واپس تمہارے گھر بھجوا دوں گا۔ آؤ میرے ساتھ اور سنو کنگ۔ اب اگر تم نے اس کی طرف ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھا تو پھر نہ یہ حویلی رہے گی اور نہ ہی تمہارا کوئی آدمی۔ آؤ لڑکی میرے ساتھ''...... چوہان نے کنگ سے مخاطب ہو کہا تو اس کے ساتھ ہی کھڑا شامو بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے پسٹل نکالنے کی کوشش کی لیکن دوسرے

لمحے تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی شامو چیختا ہوا نیچے گرا اور اس طرح تڑپنے لگا جیسے ذبح کی ہوئی بکری پھڑکتی ہے۔

''اب تم میرے ساتھ آؤ۔ تمہارے آدمی پاگل ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ سب کا خاتمہ کر دوں۔ آؤ ہمیں چھوڑ کر واپس آ جانا''۔ چوہان نے مشین پسٹل کا رخ کنگ کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ لڑکی نے شامو کے مرتے ہی اس طرح سہم کر آنکھیں بند کر لی تھیں جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کنگ اٹھا اور پھر تخت پوش سے نیچے اتر کر وہ بڑے اکڑے ہوئے انداز میں چلتا ہوا ان کی طرف آیا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''چلو لڑکی''...... چوہان نے اس لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''لیکن کہاں''......لڑکی نے بے اختیار ہو کر کہا۔

''تمہارے گھر۔ آؤ''...... چوہان نے کہا اور لڑکی کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی طرف لے جانے لگا۔ لڑکی اس طرح چل رہی تھی جیسے چلنے کی بجائے گھسٹ رہی ہو۔ باہر موجود مسلح افراد کنگ کو دیکھ کر رکوع کے بل جھک گئے لیکن کنگ ان کی طرف دیکھے بغیر شاہانہ انداز میں چلتا ہوا برآمدے سے اتر کر صحن میں آیا اور پھر وہ پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''راجو''...... پھاٹک کے قریب پہنچ کر کنگ نے اونچی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔

''جی جناب''...... چھوٹا پھاٹک کھول کر راجو نے اندر داخل

ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ ہمارے مہمان ہیں۔ انہیں کچھ نہیں کہنا۔ انہیں جانے دو''...... کنگ نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی جناب''...... راجو نے کہا

''تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ ہم نے تمہیں مہمان کہہ دیا ہے۔ تمہاری طرف یہاں کوئی بھی انگلی نہیں اٹھا سکے گا''...... کنگ نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کسی کو کہو انگلی اٹھا کر دیکھ لے۔ چلو لڑکی''...... چوہان نے کہا اور پھر وہ لڑکی کو بازو سے پکڑے اسی طرح پھاٹک کی کھڑکی سے باہر لے آیا۔ راجو بھی اس کے پیچھے باہر آ گیا۔ راجو کے ساتھ جو پہرے دار تھا وہ خاموش کھڑا تھا۔

''آؤ جناب آؤ''...... راجو نے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو ساتھ لے کر پارکنگ میں آ گیا۔ جہاں چوہان کی کار موجود تھی۔ چوہان نے کار کا لاک کھولا اور پھر سائیڈ سیٹ کا دروازہ کھول کر اس نے لڑکی کو دھکیل کر اندر بٹھا دیا۔ پھر کار کا دروازہ بند کر کے اس نے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ راجو ایک طرف خاموشی سے کھڑا تھا۔

''تم اچھے آدمی ہو۔ ایسے لوگوں کی نوکری چھوڑ دو۔ کوئی ڈھنگ کا کام کر لو''...... چوہان نے جیب سے ایک بڑی مالیت کا نوٹ نکال کر راجو کو بلا کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

''جناب۔ اپنی جان کے ساتھ ساتھ بیوی بچوں کی جانیں بچانے کے لئے مجبور ہیں''...... راجو نے آہستہ سے کہا اور تیزی سے مڑ گیا۔ چوہان نے کار سٹارٹ کی اور پھر گھما کر سڑک پر لے آیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رفتار تیز کر دی۔

''سنو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میری چھوٹی بہن ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ان بدمعاشوں سے تمہاری عزت بھی محفوظ رکھی ہے اور جان بھی''...... چوہان نے کہا۔

''آپ۔ آپ میرے بھائی۔ آپ واقعی میرے بھائی ہیں لیکن میرا تو کوئی بھائی نہیں ہے''...... لڑکی نے رک رک اور روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میرا نام چوہان ہے اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ فکر مت کرو۔ اب میں تمہیں تمہارے گھر پہنچا کر ہی واپس جاؤں گا اور ہاں میں نے ان لوگوں سے بچنے کے لئے چہرے پر ماسک لگایا ہوا ہے۔ یہ میری اصل شکل نہیں ہے۔ میں ماسک اتار دیتا ہوں تاکہ تم میری شکل دیکھ دیکھ کر پریشان نہ ہوتی رہو''...... چوہان نے کہا اور کار کی رفتار آہستہ کر کے اس نے ایک سائیڈ پر روک دی۔ ہر طرف کھیت ہی کھیت پھیلے ہوئے تھے۔

''میں ابھی آ رہا ہوں''...... چوہان نے کہا اور کار سے اتر کر وہ ایک طرف موجود درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جھنڈ میں جا کر سر اور چہرے پر چڑھا ماسک اتارا اور اسے تہہ کر کے

جیب میں ڈال لیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو ایڈجسٹ کیا اور پھر درختوں کے جھنڈ سے نکل کر کار کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر وہ جیسے ہی کار میں بیٹھا، سائیڈ پر بیٹھی ہوئی جمیلہ بے اختیار اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

''آپ۔ آپ کون ہیں''...... اس نے خوفزدہ نظروں سے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''چوہان۔ تمہارا بھائی۔ یہ میری اصل شکل ہے۔ پہلے میں نے میک اپ کیا ہوا تھا تاکہ بدمعاش بعد میں مجھے پہچان نہ سکیں''۔ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا اور کار کو آگے بڑھا دیا۔

''یہ کیسا میک اپ تھا۔ آپ کا تو نہ صرف چہرہ بدل گیا ہے بلکہ سر کے بالوں کا انداز اور رنگ بھی بدل گیا ہے۔ پہلے تو آپ بھی مجھے ان جیسے لگ رہے تھے لیکن اب تو آپ واقعی میرے بڑے بھائی لگ رہے ہیں''...... جمیلہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ تمہارے والا میک اپ نہیں ہے۔ اس کے لئے باقاعدہ ٹریننگ لینی پڑتی ہے ورنہ تو فوراً پہچان لیا جائے کہ ماسک چڑھا ہوا ہے''...... چوہان نے جواب دیا۔

''آپ کے کام کا تعلق کس محکمہ سے ہے''...... جمیلہ نے ڈرتے ڈرتے انداز میں کہا۔

''ایک سرکاری ایجنسی ہے فور سٹارز۔ جو ملک میں سماجی برائیوں

کے خلاف کام کرتی ہے''...... چوہان نے کہا اور پھر اس نے ہوٹل جاتے ہوئے راستے میں لوگوں کے اکٹھے ہونے سے لے کر کنگ ہوٹل پہنچنے اور پھر وہاں سے اس ڈیرے پر پہنچنے سے لے کر جمیلہ کو واپس لے آنے تک کی تفصیل بتا دی تاکہ جمیلہ کا خوف دور ہو سکے۔

''آپ نے مجھ پر اور میرے خاندان پر بہت بڑا احسان کیا ہے لیکن معاشرے کے لوگ خاص طور پر محلے دار کسی صورت ہمیں نہیں بخشیں گے۔ مجھے خودکشی کرنا ہو گی''...... جمیلہ نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''میرے جیسے بھائی کے ہوتے ہوئے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور سنو۔ آئندہ میرے سامنے خودکشی کی بات نہ کرنا۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا''...... چوہان نے کہا۔ اسے جمیلہ کے منہ سے خودکشی کے الفاظ سن کر بے حد دھچکا پہنچا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ اتفاقی طور پر اس اکیڈمی کے سامنے سے نہ گزر رہا ہوتا اور وہ اُدھیڑ عمر آدمی سے نہ ملا ہوتا تو وہ کسی صورت جمیلہ کو تلاش نہ کر سکتا تھا۔ ایسی صورت میں جمیلہ پر کیا گزرتی۔ وہ یہ سوچ کر ہی کانپ اٹھا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس کنگ اور اس کے آدمیوں کو عبرتناک سزا دے گا کہ آئندہ وہ کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا سلوک نہ کر سکیں۔ تھوڑی دیر بعد کار اس جگہ پہنچ گئی جہاں سے جمیلہ کو اٹھایا گیا تھا۔

''تمہارا گھر کہاں ہے''...... چوہان نے پوچھا۔

''ادھر گلی میں''...... جمیلہ نے ایک قدرے چوڑی گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو چوہان نے کار ادھر موڑ دی۔

''یہیں روک لیں۔ وہاں اندر سے کار نہ مڑ سکے گی۔ اب میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں''...... جمیلہ نے کہا۔

''کسی شکریہ کی ضرورت نہیں ہے اور میں یہاں سے واپس نہیں جا رہا۔ میں تمہارے والد سے مل کر جاؤں گا''...... چوہان نے کہا تو جمیلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر کار سے نیچے اتر گئی۔ اس کے ساتھ ہی چوہان بھی نیچے اتر آیا۔ اس نے کار لاک کر دی۔ گلی میں سے گزرنے والے لوگ جمیلہ کو دیکھ کر بے اختیار ٹھٹک جاتے لیکن چوہان کو دیکھ کر شاید انہیں کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے وہ کاندھے اچکا کر آگے بڑھ جاتے تھے۔ گلی کے تقریباً آخر میں ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔

''میں ابو کو بھیجتی ہوں''...... جمیلہ نے کہا اور تیزی سے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوگئی جبکہ چوہان وہیں رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اسے اندر سے مسرت بھری نسوانی چیخیں سنائی دینے لگیں اور وہ سمجھ گیا کہ خواتین جمیلہ کے صحیح سلامت واپس آنے کی خوشی میں چیخ رہی ہیں۔

۱

دیہاتی انداز کے بنے ہوئے فارم ہاؤس کے ایک کمرے میں ایک اونچے قد اور بھاری جسم کا آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک چھوٹی سی میز تھی جس پر سیاہ رنگ کا ایک کارڈلیس فون رکھا ہوا تھا۔ اس آدمی نے مقامی لباس شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور اس پر بغیر بازوؤں والی واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ کپڑوں کو کلف لگا ہوا تھا اور وہ کرسی پر بیٹھا نہ صرف شراب پی رہا تھا بلکہ بار بار دروازے کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ پھر اسے دور سے کار کی آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا شراب کا گلاس اس نے میز پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھلا اور ایک دبلا پتلا آدمی اندر داخل ہوا جس نے جینز کی پینٹ اور شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں سیاہ چمڑے کا ایک بیگ تھا۔

''آؤ ڈیسی۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا''...... مونچھوں والے

آدمی نے بیگ والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے دیر تو نہیں ہوئی سردار۔ میں ٹھیک وقت پر پہنچا ہوں نا''...... ڈیسی نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور سردار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''بیٹھو۔ پہلے شراب پی لو۔ پھر مال بھی دکھاتا ہوں۔ اس بار تو ایسا مال پکڑا ہے کہ تم خوش ہو جاؤ گے''...... سردار نے میز کے نیچے پڑی ہوئی شراب کی بوتل اٹھا کر ڈیسی کی طرف بڑھا دی جو ساتھ موجود کرسی پر بیٹھ چکا تھا البتہ بیگ اس نے سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

''مال پورا ہے نا''...... ڈیسی نے شراب کا ایک بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''چوبیس ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ''...... سردار نے کہا تو ڈیسی بے اختیار چونک پڑا۔

''لیکن تم نے تو پچیس کی بات کی تھی پھر چوبیس کیوں''۔ ڈیسی نے قدرے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''پچیس ہی تھیں لیکن ایک بھاگ گئی ہے''...... سردار نے کہا تو ڈیسی بے اختیار اچھل پڑا۔

''بھاگ گئی۔ اوہ۔ پھر تو کسی بھی لمحے یہاں چھاپہ پڑ سکتا ہے۔ اوہ۔ ویری بیڈ''...... ڈیسی نے تیز لہجے میں کہا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ وہ یہاں سے نہیں بھاگی۔ میرے سپلائر کنگ کے اڈے سے بھاگی ہے اور کنگ نے اسے بھی گولی مار

دی ہے اور اپنے پانچ آدمیوں کو بھی گولیاں مار کر ہلاک کر دیا کیونکہ وہ لڑکی ان کی غفلت سے بھاگنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس نے پانچ لڑکیاں سپلائی کرنا تھیں۔ مجھے اس کا فون آیا کہ پانچ پوری ہو گئی ہیں لیکن پھر جب پانچ کی بجائے چار یہاں پہنچیں تو میں نے اسے فون کر کے پوچھا تو اس نے ساری تفصیل بتا دی''۔ سردار نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ پھر ٹھیک ہے۔ اس کا مار دیا جانا ضروری تھا ورنہ ہمارا مکمل نیٹ ورک سامنے آ سکتا تھا اور پرنس ہم سب کو موت کی سزا دے سکتا ہے''......ڈیسی نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہم خود اس معاملے میں بے حد محتاط رہتے ہیں''...... سردار نے کہا۔

''اب ایک لڑکی کا فوری انتظام کیسے ہو گا''...... ڈیسی نے شراب کے دو گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''جتنی ہیں اتنی ہی لے جاؤ۔ یہاں سے تو انتظام نہیں ہو سکتا اور اب دارالحکومت سے لانے کا وقت نہیں رہا۔ پھر دو چار دن تو اسے حالات سے سمجھوتہ کرنے میں لگیں گے''...... سردار نے کہا۔

''تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تعداد کے مطابق ہر طرف انتظام کئے جاتے ہیں۔ ملک کے اندر سفر ہو یا غیر ملک کے لئے بحری جہاز کا سفر یا غیر ملک میں منعقد ہونے والی

منڈیوں میں ہونے والے انتظامات ہوں۔ سب پہلے سے طے شدہ ہوتے ہیں۔ اگر ان میں معمولی سی گڑبڑ بھی ہو جائے تو معاملات بگڑ سکتے ہیں۔تم نے دیکھا نہیں کہ کب سے یہ دھندہ ہو رہا ہے لیکن آج تک ایک آدمی بھی پکڑا نہیں گیا''...... ڈیسی نے کہا۔

''وہیں دارالحکومت سے کسی کو پکڑ کر گنتی پوری کر لینا۔ ویسے اگر کوئی لڑکی بیمار ہو تو گولی مار کر تم اسے سمندر میں پھینک دیتے ہو۔ اس بار بھی ایسا ہی سمجھ لینا''...... سردار نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ میں پرنس کو رپورٹ دے دوں گا۔ وہ خود ہی کوئی انتظام کرا دے گا۔ چلو مال دکھاؤ''...... ڈیسی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اٹھتے ہی سائیڈ پر پڑا ہوا اپنا بیگ اٹھا لیا تھا۔

''ہاں آؤ''...... سردار نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے میں دو مسلح افراد مشین گنیں پکڑے کھڑے تھے وہ بڑے مؤدبانہ انداز میں چلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک جگہ سیڑھیاں اتر کر ایک بڑے ہال نما تہہ خانے میں داخل ہوئے تو وہاں چوبیس لڑکیاں جن کی عمریں اٹھارہ سے چوبیس سال کے درمیان تھیں کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان سب کی ٹانگیں کرسیوں کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ کر ان میں بڑے بڑے تالے لگائے گئے تھے۔ اس تہہ خانے میں ایک بڑی عمر کی عورت اور ایک اُدھیڑ عمر گنجا سا پہلوان نما آدمی جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا موجود تھے۔ وہ دونوں سردار کے سامنے جھک گئے۔

''سنو لڑکیو۔ تمہارے رونے دھونے کے دن گزر گئے۔ اب تمہارے عیش کرنے کے دن آ گئے ہیں۔ محلات میں رانیاں بن کر رہو گی۔ خوب عیش کرو گی۔ تمہیں لینے کے لئے یہ صاحب آ گئے ہیں۔ اب تم ان کے ساتھ جاؤ گی''...... سردار نے اونچی آواز میں کہا تو کسی لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب سر جھکائے خاموش بیٹھی رہیں۔ ان کے چہرے رو رو کر سوجے ہوئے نظر آ رہے تھے البتہ اب ان کی آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔

''ٹھیک ہے۔ اچھا مال ہے۔لدوا دو''...... ڈیسی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ٹرک تو ابھی نہیں آیا''...... سردار نے کہا۔

''ابھی پہنچ جائے گا۔ اڈے سے چل پڑا ہے''...... ڈیسی نے جواب دیا۔

''سنو۔ ان کے منہ پر ٹیپیں لگا دو اور پھر تمہیں معلوم ہے کہ ٹرک میں انہیں کیسے بٹھانا ہے''...... سردار نے اس اُدھیڑ عمر گنجے اور عورت سے مخاطب ہو کر کہا۔

''آپ فکر نہ کریں سردار۔ سب ٹھیک ہو جائے گا''...... اُدھیڑ عمر گنجے نے جواب دیا۔

''آؤ پھر چلیں''...... سردار نے ڈیسی سے کہا اور ڈیسی بھی سر ہلاتا ہوا مڑا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ اس ہال نما بڑے کمرے میں پہنچ کر بیٹھ گئے۔

''اب تمہارا معاوضہ تو چوبیس کا ہو گا''...... ڈیسی نے کہا۔

''ارے اگلی بار ایک فالتو لے لینا''...... سردار نے کہا۔

''پھر یاد رکھنا۔ بھول نہ جانا''...... ڈیسی نے کہا۔

''اتنی جلدی کیسے بھول جاؤں گا۔ یہ کوئی سالوں کا تو بزنس نہیں ہے۔ ہر ماہ بعد تو سپلائی جاتی ہے''...... سردار نے کہا تو ڈیسی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے بیگ اٹھا کر سردار کے سامنے میز پر رکھا اور پھر اسے کھول دیا۔ بیگ بڑی مالیت کے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

''پورے ہیں''...... سردار نے ایک نظر کرنسی نوٹوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

''پہلے کبھی کم ہوئے ہوں تو بتاؤ''...... ڈیسی نے جواب دیا اور سردار نے مسکراتے ہوئے بیگ بند کر دیا۔

''ہاشم''...... سردار نے اونچی آواز میں کہا تو ایک مشین گن بردار اندر آ گیا۔

''جی سردار''...... آنے والے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اسے سیف میں رکھ آؤ۔ ابھی ٹرک آنے والا ہے۔ اس میں لڑکیوں کو بٹھانا ہے''...... سردار نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی سردار''...... ہاشم نے کہا اور بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

''تم ٹرک کے ساتھ جاؤ گے''...... سردار نے پوچھا۔

''ہاں۔ دارالحکومت تک جانا ہو گا پھر آگے ڈیوٹی بدل جائے گی''...... ڈیسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''راستے میں چیکنگ تو ہوتی ہو گی''...... سردار نے کہا تو ڈیسی اس طرح کھل کھلا کر ہنس پڑا جیسے سردار نے کوئی دلچسپ لطیفہ سنا دیا ہو۔

''چیکنگ اور ہماری۔ تم بتاؤ یہاں کبھی کسی نے چھاپہ مارا ہے حالانکہ اس علاقے کا کوئی نہ کوئی تھانہ تو ہو گا''...... ڈیسی نے کہا۔

''یہاں کسی کی جرأت ہو سکتی ہے کہ ہماری مرضی کے بغیر سانس بھی لے سکے۔ یہاں کا تھانہ ہماری حکومت کے لئے قائم ہے''۔ سردار نے بڑے متکبرانہ لہجے میں کہا۔

''یہی حالت ہماری بھی ہے۔ راستے میں چیکنگ کرنے والے سپاہی سے لے کر بڑے آفیسر تک منتھلی پہنچتی ہے اس لئے چیکنگ نہیں ہوتی اور اوکے کر دیا جاتا ہے''...... ڈیسی نے کہا تو سردار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران اپنے فلیٹ کے سٹنگ روم میں بیٹھا اخبارات کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھا۔ ساتھ ساتھ وہ چائے بھی پی رہا تھا۔ ناشتے کے بعد اخبارات کا بنڈل عمران کو دے کر سلیمان نے ایک پیالی چائے بھی لا کر عمران کے سامنے رکھ دی تھی اور پھر عمران بیرونی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر بے اختیار چونک پڑا کیونکہ سلیمان، عمران کو اخبارات اور چائے دینے کے بعد خود کچن میں بیٹھ کر ناشتا کرتا تھا اور چائے پی کر وہ مارکیٹ جایا کرتا تھا لیکن اب وہ ناشتہ کئے بغیر باہر چلا گیا تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی اس لئے عمران چونکا تھا لیکن ظاہر ہے سلیمان سے اس وقت وہ پوچھ سکتا تھا جب وہ واپس آتا اس لئے عمران اخبارات پڑھتا رہا۔ غیر ملکی اخبارات پر وہ زیادہ توجہ دیا کرتا تھا کیونکہ ان میں اسے اپنے کام کی خبریں مل جاتی تھیں جبکہ مقامی اخبارات میں خبر کم ہوتی تھی اور سنسنی زیادہ ہوا کرتی تھی لیکن اس کے باوجود وہ مقامی اخبارات

بھی روزانہ لیتا تھا اور دیکھتا تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اسے بیرونی دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی سلیمان کے قدموں کی آوازیں اندر آتی سنائی دیں۔

''سلیمان''...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

''جی صاحب''...... سلیمان نے سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''ناشتہ کئے بغیر اس وقت کہاں گئے تھے''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ اس نے سلیمان کے چہرے پر سنجیدگی اور دکھ کے تاثرات دیکھ لئے تھے اور وہ چونکہ سلیمان کے ہر طرح کے موڈ کو اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے جس نے سلیمان کو تڑپا دیا ہے۔

''میں بڑے صاحب کے پاس جا رہا ہوں تاکہ انہیں بتا سکوں کہ اب میں یہاں مزید نہیں رہ سکتا۔ اب مجھے اجازت دیں تاکہ میں واپس اپنے گاؤں چلا جاؤں۔ اب یہ شہر رہنے کے قابل نہیں رہا''...... سلیمان نے رو دینے والے لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا اخبار میز پر رکھ دیا۔

''بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے''...... عمران نے کہا۔

''آپ کو بتانے کا کیا فائدہ۔ آپ کا کام ملک کی سلامتی کا تحفظ ہے۔ ملک کے عوام کے ساتھ جو بھی ہوتا ہے ہوتا رہے۔ یہ آپ کی سردردی نہیں ہے البتہ بڑے صاحب کے دائرہ کار میں یہ

کام آتا ہے اسی لئے تو میں ان کے پاس جا کر رونا چاہتا ہوں''۔ سلیمان نے کرسی پر بیٹھے بغیر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آخر ہوا کیا ہے جو تم اس قدر برافروختہ ہو رہے ہو''۔ عمران نے کہا۔

''سامنے کالونی کا ایک آٹھ سالہ بچہ اغوا کر لیا گیا ہے۔ پھر اس کے بدلے میں پچاس لاکھ روپے تاوان مانگا گیا۔ اس کا باپ کپڑے کا تاجر ہے۔ اس بے چارے نے نہ جانے کیا کیا فروخت کر کے پچاس لاکھ روپے کا بندوبست کیا ہے۔ جہاں کہا گیا وہاں رقم پہنچا دی گئی لیکن آج بچے کی لاش گلی کے کونے میں کچرے کے ڈھیر پر پڑی ملی ہے۔ اسے گلا دبا کر مارا گیا ہے۔ پورے علاقے میں کہرام مچا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے مجھے بتایا تو میں وہاں تعزیت کے لئے گیا۔ وہاں تو کہرام برپا ہے۔ وہ اکلوتا بچہ تھا اور بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا''...... سلیمان نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ویری بیڈ۔ یہ بہت برا ہوا۔ لیکن والدین کو چاہئے تھا کہ پولیس کو درمیان میں ڈالتے۔ انہوں نے سب کچھ خود ہی کرنا شروع کر دیا ہو گا''...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''یہ سب کچھ پولیس کے کہنے پر کیا گیا ہے۔ پولیس نے رقم رکھنے کے لئے کہا۔ پولیس نے فون کرنے پر اطلاع دینے کے لئے

کہا۔ اب پولیس نے کالونی کے دو چوکیداروں کو حراست میں لے لیا ہے۔ تفتیش ہو رہی ہے لیکن وہ بچہ تو اب واپس نہیں آئے گا''۔ سلیمان نے جواب دیا۔

''جرائم تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ گاؤں میں جرائم نہیں ہوتے کیا''...... عمران نے کہا۔

''وہاں بھی ہوتے ہیں لیکن اس قدر سفاکی نہیں روا رکھی جاتی۔ یہاں شہروں میں تو ظلم کے پہاڑ عوام پر گرائے جاتے رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ آپ خود سوچیں آپ ماں باپ کے اکلوتے بیٹے ہیں اور آج بھی بڑی بیگم صاحبہ آپ کے لئے تڑپتی ہیں۔ آپ اس بچے کی ماں اور باپ کے غم کا اندازہ کریں''...... سلیمان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

''ناشتہ کر کے میرے ساتھ چلو۔ تم ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں فارغ رہنے کی بجائے ایسے سماجی کام کرنے چاہئیں جس سے عوام کو سلامتی اور تحفظ مہیا کیا جا سکے''...... عمران نے کہا۔

''میں ناشتہ نہیں کروں گا۔ میرا دل پھٹ رہا ہے۔ آئیں میں آپ کو لے چلتا ہوں''...... سلیمان نے کہا۔

''ناشتہ کر لو۔ یہ ضروری ہوتا ہے۔ ناشتہ نہ کرنے سے حالات پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا البتہ خوراک میں بے قاعدگی کی وجہ سے تمہارا نظام انہضام خراب ہو جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''آپ لباس تبدیل کر لیں۔ میں ناشتہ کر لیتا ہوں''...... سلیمان

نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اخبارات رکھے اور پھر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لباس تبدیل کر کے واپس آیا تو سلیمان اس کے انتظار میں کھڑا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک چھوٹی سی کالونی میں داخل ہو رہے تھے۔ پھر وہ ایک کوٹھی میں داخل ہو گئے جہاں پورچ میں دری بچھی ہوئی تھی اور وہاں لوگ سر جھکائے بیٹھے تھے۔

”یہ میرے صاحب ہیں عمران صاحب۔ یہ اس بچے کے والد یوسف خان ہیں“...... سلیمان نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو عمران اور سلیمان کے آنے پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”مجھے معلوم ہے کیونکہ ہم اکٹھے ہی تو نماز پڑھتے ہیں“۔ یوسف خان نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر عمران اور سلیمان دری پر بیٹھ گئے اور فاتحہ خوانی کے بعد عمران نے تعزیت کی اور یوسف خان نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

”یہ علاقہ کس پولیس اسٹیشن کے دائرہ اختیار میں آتا ہے“۔ عمران نے پوچھا۔

”جی جہان آباد پولیس اسٹیشن“...... یوسف خان نے جواب دیا۔

”تھانے والوں نے آپ کے ساتھ کیا تعاون کیا ہے یوسف خان۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کی کاپی ہے آپ کے پاس“...... عمران نے کہا۔

”تعاون کیا کرنا ہے۔ کالونی کے دو چوکیداروں کو پکڑا اور پھر چھوڑ دیا تھا کہ یہ بے گناہ ہیں۔ میں نے بھی کہا کہ کسی بے گناہ کو زبردستی اس معاملے میں نہ گھسیٹا جائے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ ان کے پاس ہی ہو گی۔ میں نے لے کر کیا کرنی تھی“...... یوسف خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں پوری کوشش کروں گا کہ ان سفاک قاتلوں تک پہنچ سکوں جنہوں نے یہ ظلم ڈھایا ہے۔ یہ بچ نہیں سکیں گے۔ اب اجازت دیں“...... عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ یوسف خان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران اس سے اجازت لے کر سلیمان سمیت کوٹھی سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس اپنے فلیٹ پر پہنچ گئے۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”انکوائری پلیز“...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”پولیس اسٹیشن جہان آباد کا نمبر دیں“...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

”پولیس اسٹیشن جہان آباد“...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ خاصا کرخت تھا۔

”ایس ایس پی سپیشل پولیس بول رہا ہوں۔ کون ہے اسٹیشن

پولیس آفیسر''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''سلام جناب۔ میں محرر احمد رضا خان بول رہا ہوں۔ ایس ایچ او عبداللہ خان ہیں جناب۔ میں آپ کی بات کراتا ہوں''۔ دوسری طرف سے منمناتی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

''یس سر۔ میں ایس ایچ او تھانہ جہان آباد بول رہا ہوں جناب''...... کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ایک دوسری مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔ یقیناً محرر نے ایس ایچ او کو اس کے بارے میں بتا دیا تھا۔

''احسن کالونی میں ایک بچے کی لاش ملی ہے جسے تاوان کے لئے اغوا کیا گیا تھا اور پولیس کے کہنے پر تاوان بھی ادا کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں اعلیٰ ترین حکام نے سپیشل پولیس کو انکوائری کا حکم دیا ہے۔ آپ کے پاس ایک انسپکٹر سپیشل پولیس پہنچ رہا ہے۔ آپ اسے پوسٹ مارٹم رپورٹ کی کاپی اور بچے کی فائل تصویر وغیرہ دیں گے''...... عمران نے کہا۔

''یس سر۔ کیا نام ہے انسپکٹر صاحب کا''...... ایس ایچ او نے کہا۔

''انسپکٹر ہاشم خان''...... عمران نے کہا۔

''اوکے جناب۔ حکم کی تعمیل ہو گی جناب''...... ایس ایچ او نے کہا تو عمران نے رسیور رکھا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ تعزیت کے لئے پہنا ہوا لباس تبدیل کر سکے۔ لباس

تبدیل کرنے کے بعد اس نے ماسک میک اپ کے ذریعے چہرہ بھی تبدیل کر لیا کیونکہ ہو سکتا تھا کہ ایس ایچ او اسے پہچانتا ہو۔ میک اپ کر کے اس نے گیراج سے کار نکالی اور اسے سٹارٹ کیا لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اسے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ تھانہ کہاں ہے۔ اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر ایک سڑک پر سے گزرتے ہوئے اس نے کار ایک دکان کے سامنے روکی اور نیچے اتر کر وہ اُدھیڑ عمر دکاندار کی طرف بڑھ گیا۔

''جی صاحب''...... دکاندار نے کہا۔

''مجھے تھانہ جہان آباد جانا ہے۔ کیا آپ میری رہنمائی کر سکیں گے''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں''...... دکاندار نے جواب دیا اور پھر اس نے پوری تفصیل سے تھانہ جہان آباد کا راستہ بتا دیا۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کار لے کر آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ تھانے پہنچ گیا۔ جلد ہی وہ اُدھیڑ عمر ایس ایچ او کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایس ایچ او پہلے ہی فائل تیار کئے بیٹھا تھا۔ اس نے فائل عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے فائل کھولی اور اس میں موجود پوسٹ مارٹم رپورٹ کو دیکھنے لگا۔ اس میں صرف اتنا لکھا ہوا تھا کہ بچے کو گلا دبا کر ہلاک کیا گیا ہے اور پوسٹ مارٹم رپورٹ کے تحت اسے ہلاک ہوئے چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ گلے پر انگلیوں کے نشانات کا فوٹو گراف بھی رپورٹ کے ساتھ منسلک تھا۔ عمران نے غور سے اس

فوٹو گراف کو دیکھا اور پھر سامنے بیٹھے ایس ایچ او سے مخاطب ہو گیا۔

''ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ آپ نے دو چوکیداروں کو شامل تفتیش کیا تھا لیکن وہ بے گناہ ثابت ہوئے''...... عمران نے کہا۔

''جی آپ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ دونوں بے گناہ تھے''۔ ایس ایچ او نے جواب دیا۔

''ان کی عمریں کیا تھیں''...... عمران نے کہا تو ایس ایچ او بے اختیار چونک پڑا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے ایسے سوال کی سرے سے توقع ہی نہ تھی۔

''عمریں کن کی جناب''...... ایس ایچ او نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ان چوکیداروں کی جنہیں آپ نے شامل تفتیش کیا تھا''۔ عمران نے جواب دیا۔

''جی وہ دونوں اُدھیڑ عمر تھے تقریباً چالیس سال کے''...... ایس ایچ او نے جواب دیا۔

''پھر آپ نے کیسے انہیں بے گناہ قرار دیا ہے کیونکہ فوٹو گراف پر انگلیوں کے جو نشانات واضح کئے گئے ہیں وہ کسی جوان آدمی کی انگلیوں کے لگتے ہیں''...... عمران نے جواب دیا۔

''یہ کیسے معلوم ہو گیا جناب''...... ایس ایچ نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''اُدھیڑ عمر یا بوڑھے کی انگلیوں کا دباؤ نوجوان آدمی کی انگلیوں کو دبانے سے کم آتا ہے۔ پھر انگلیوں کی درمیانی گانٹھیں جوان آدمی کی چھوٹی ہوتی ہیں جبکہ اُدھیڑ عمر یا بوڑھے کی بڑی ہوتی ہیں''۔ عمران نے جواب دیا تو ایس ایچ او کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے وہ عمران کی ذہانت سے بے حد متاثر ہوا ہو۔ عمران نے فائل بند کی اور پھر ایس ایچ او سے اجازت لے کر وہ اس کے آفس سے نکل آیا اور باہر موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دارالحکومت کے شمال مشرقی حصے میں واقع آغا کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں ڈاکٹر شعیب رہتے تھے۔ ڈاکٹر شعیب پوسٹ مارٹم پر اتھارٹی تھے۔ انہوں نے اس سلسلے میں بیرونی ممالک میں خصوصی کورس کئے تھے اور اب یہاں ریٹائر زندگی گزار رہے تھے۔ وہ سر سلطان کے قریبی رشتہ دار تھے اور ایک فنکشن میں عمران کی ان سے ملاقات ہو چکی تھی اور عمران ان کی مہارت سے خاصا متاثر تھا۔ کوٹھی پر پہنچ کر جب عمران نے ڈور فون پر اپنا نام بتایا تو اسے ڈرائینگ روم میں لے جایا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر شعیب آ گئے۔

''آج اچانک کیسے آنا ہوا۔ کوئی خاص بات''...... ڈاکٹر شعیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بغیر اطلاع اچانک آنے پر معذرت خواہ ہوں جناب۔ البتہ مسئلہ ایسا ہے کہ مجھے اس طرح آنا پڑا''...... عمران نے کہا اور پھر

ڈاکٹر شعیب کے پوچھنے پر اس نے یوسف خان کے اکلوتے بیٹے کے اغوا برائے تاوان اور پھر اس کی ہلاکت کی تفصیل بتا دی۔

''مجھے ذاتی طور پر ایسے معاملات پر بے حد دکھ ہوتا ہے۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں''...... ڈاکٹر شعیب نے کہا تو عمران نے فائل میں سے پوسٹ مارٹم رپورٹ نکال کر ڈاکٹر شعیب کے سامنے رکھ دی۔

''میں آپ کی مہارت سے فائدہ اٹھا کر ملزموں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ میں نے جس حد غور کیا ہے میرے خیال میں بچے کے گلے پر انگلیوں کے نشانات کسی نوجوان آدمی کے ہیں لیکن آپ بہرحال زیادہ ماہر ہیں''......عمران نے کہا۔

''مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔ میں اسے خوردبین سے چیک کرنا چاہتا ہوں''...... ڈاکٹر شعیب نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر شعیب نے فوٹو گراف اٹھائے ڈرائینگ روم سے باہر چلے گئے۔ پھر ان کی واپسی تقریباً نصف گھنٹے بعد ہوئی۔

''آئی ایم سوری۔ مجھے کچھ دیر ہو گئی لیکن کام ہو گیا ہے''۔ ڈاکٹر شعیب نے کہا۔

''کوئی بات نہیں جناب۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ اس قدر دلچسپی لے رہے ہیں''...... عمران نے کھڑے ہو کر ان کی واپسی کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے تفصیلی رپورٹ لکھ دی ہے۔ آپ پڑھ لیں''۔ ڈاکٹر شعیب نے فائل عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو عمران نے فائل لے کر اسے کھولا۔ اس میں پہلے سے موجود کاغذات کے اوپر ایک اور ٹائپ شدہ کاغذ موجود تھا۔ عمران نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے وہ رپورٹ پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے پر تحسین کے تاثرات ابھرتے چلے آ رہے تھے۔

''کمال ہے ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے تو حیرت انگیز نتائج نکالے ہیں اس عام سے فوٹو گراف سے''...... عمران نے پورا کاغذ پڑھنے کے بعد فائل بند کر کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''یہ محنت میں نے اس لئے نہیں کی عمران صاحب کہ میں یہ ثابت کر سکوں کہ میں اس سبجیکٹ میں ماہر ہوں بلکہ اس لئے کی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے معصوم بچے کی جان انتہائی سفاکی سے لی ہے ان تک پہنچا جا سکے''...... ڈاکٹر شعیب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے اپنی رپورٹ میں بڑے چونکا دینے والی بات لکھی ہے کہ گلا دبانے والے آدمی کی عمر چالیس سال کے قریب ہے، قد چھ فٹ کے قریب ہے اور اس کا پیشہ پہلے لوہار رہا تھا لیکن اب نہیں ہے۔ یہ نتیجہ آپ نے کیسے نکالا ہے''...... عمران نے کہا۔

''انگلیوں کے جو نشانات فوٹو گراف میں دیئے گئے ہیں ان انگلیوں میں موجود گر ہیں بتا رہی ہیں کہ ان انگلیوں کے مالک کی عمر

چالیس پینتالیس سال کے درمیان ہو سکتی ہے کیونکہ جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے ہر انگلی کے درمیان موجود گرہوں کی چوڑائی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جہاں تک قد کا تعلق ہے تو ان انگلیوں کی لمبائی بتا رہی ہے کہ ان انگلیوں کے مالک کا قد چھ فٹ کے قریب ہے جہاں تک اس کے پیشے کا تعلق ہے تو مزدوری کرنے والے کی انگلیوں میں مسلسل سخت کام کرنے کی وجہ سے گٹے پڑ جاتے ہیں اور اگر وہ آدمی مسلسل محنت کا کام کرے تو یہ گٹے ابھرتے چلے جاتے ہیں اور ان میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے لیکن جب وہ پیشہ چھوڑ دے تو انگلیوں میں موجود گٹے بھی مزید آگے بڑھنے سے نہ صرف رک جاتے ہیں بلکہ ابھرنے کی بجائے پھیلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک لوہار ہونے کا تعلق ہے تو لوہار کے محنت کرنے کے اوزار فولاد یا لوہے کے بنے ہوتے ہیں۔ ان لوہے کے اوزاروں سے محنت مزدوری کرنے والے کی انگلیوں کے گٹے پھسلوان ہو جاتے ہیں جبکہ دیگر محنت مزدوری کرنے والے لکڑی کے ہتھے والے اوزار استعمال کرتے ہیں۔ ان کی انگلیوں میں پڑنے والے گٹوں کی شیپ اور ہو جاتی ہے۔ بچے کے گلے پر موجود انگلیوں کے نشانات بتا رہے ہیں کہ یہ شخص چالیس سال کے قریب عمر رکھتا ہے۔ چھ فٹ کے قریب اس کا قد ہے اور وہ پہلے بطور پیشہ لوہار رہا ہے لیکن اب وہ یہ کام کچھ عرصہ سے نہیں کر رہا''...... ڈاکٹر شعیب نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ واقعی اتھارٹی ہیں اس سبجیکٹ پر۔ لیکن ان نشانات سے ملزموں تک تو نہیں پہنچا جا سکتا البتہ پکڑے جانے والے ملزموں کی شناخت میں مدد مل سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''ایک اشارہ ایسا ہے جس کی مدد سے آپ ملزم تک پہنچ سکتے ہیں''...... ڈاکٹر شعیب نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''کون سا''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''اپنے جائزے کی آخری دو لائنوں میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ میں نے لکھا ہے کہ جس شخص نے بچے کا گلا دبایا ہے وہ بچے کے گھر آتا جاتا رہتا ہے یا ان کے گھر یا خاندان کا کوئی فرد ہے۔ بہرحال اس آدمی سے بچہ بہت اچھی طرح واقف تھا کیونکہ جن ڈاکٹر صاحب نے پوسٹ مارٹم کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ بچے کی ادھ کھلی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات منجمد نظر آ رہے تھے اور دوسری بات یہ کہ ملزم کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ٹیڑھی ہے''...... ڈاکٹر شعیب نے کہا۔

''ٹھیک ہے جناب۔ آپ کی بے حد مہربانی۔ اب اجازت دیں''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ڈاکٹر شعیب کی کوٹھی سے کار نکال کر واپس اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ سلیمان مارکیٹ سے واپس آ چکا تھا۔

''سلیمان۔ ادھر آؤ''...... عمران نے سٹنگ روم مین کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی صاحب"...... سلیمان نے فوراً ہی سٹنگ روم میں پہنچتے ہوئے کہا۔ وہ چونکہ عمران کے موڈ کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا اس لئے وہ سنجیدہ ہو کر فوراً آ گیا تھا۔

"بیٹھو"...... عمران نے کہا تو سلیمان ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جو کچھ مجھ سے ہو سکا ہے وہ میں نے کیا ہے۔ میں نے بچے کی پوسٹ مارٹم رپورٹ اس سبجیکٹ پر اتھارٹی ڈاکٹر شعیب سے پڑھوائی ہے اور ان کی چیکنگ سے ملزم گروپ کو ڈھونڈھا جا سکتا ہے لیکن یہ کام میں نہیں کر سکتا۔ تم کر سکتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"کون سا کام"...... سلیمان نے کہا۔

"ملزم کے بارے میں جو اشارات دیئے گئے ہیں ان کے مطابق ملزم جس نے بچے کا گلا دبایا ہے اس کا قد چھ فٹ کے قریب ہے اور عمر چالیس کے قریب ہے۔ اس ملزم سے بچہ بہت اچھی طرح واقف تھا اور شاید اس نے بچے کو ہلاک بھی اس لئے کیا ہے کہ وہ ملزم کو پہچانتا تھا۔ یہ ملزم پہلے لوہار یا ایسا کوئی کام کرتا تھا جس میں لوہے کے بنے ہوئے اوزار استعمال ہوتے تھے لیکن اب کچھ عرصہ سے اس نے محنت مزدوری کا کام چھوڑ رکھا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ٹیڑھی ہے۔ تم بچے کے گھر سے کسی ایسے ملازم کو لے آؤ جو ایسے آدمی کو پہچان سکتا ہو وہ یقیناً نشاندہی کرے گا"...... عمران نے کہا۔

"ملازم کو چھوڑیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ہم براہِ راست

بچے کے والد سے ملتے ہیں۔ وہ درست انداز میں بتا سکتا ہے"۔ سلیمان نے کہا۔

"وہ لوگ ابھی انتہائی صدمہ میں ہیں۔ اس لئے ایسی پوچھ گچھ چاہے ان کے بچے کے ملزم کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو، بہتر نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ان کا ایک اور ملازم ہمارے ساتھ نماز پڑھتا ہے جو بچپن سے ان کے گھر میں ہی پلا بڑھا ہے۔ اب وہ بھی کپڑے کی دکان پر بچے کے والد کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس کا نام مقصود ہے۔ میں اسے لے آتا ہوں"...... سلیمان نے کہا۔

"اس کی عمر اور قد وقامت کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ تو پانچ فٹ کا ہے اور ابھی بیس بائیس سال کا ہے۔ جس لئے آپ پوچھ رہے ہیں۔ وہ ملزم کی شناخت پر پورا نہیں اترتا"۔ سلیمان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اسے لے آؤ۔ شاید ہم ملزم تک پہنچ جائیں"۔ عمران نے کہا تو سلیمان سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ پھر باہر جانے سے پہلے وہ ایک کپ چائے بنا کر عمران کے سامنے رکھ گیا۔ عمران چائے پینے کے ساتھ ساتھ اخبارات دیکھتا رہا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اسے بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا کیونکہ اسے سلیمان کی آواز سنائی دی۔ پھر دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ چند لمحوں بعد سلیمان ایک نوجوان

لڑکے کے ساتھ سٹنگ روم میں داخل ہوا۔

"یہ مقصود ہے صاحب۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ آپ جو پوچھیں اس کا سوچ سمجھ کر اور درست جواب دے تاکہ ہم ملزموں تک پہنچ سکیں"...... سلیمان نے نوجوان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو مقصود۔ اطمینان سے بیٹھو۔ سلیمان اس کے لئے چائے لے آؤ"...... عمران نے کہا۔

"جی مہربانی۔ میں نے کچھ دیر پہلے ہی چائے پی ہے"۔ مقصود نے کہا۔

"کوئی بات نہیں اور پی لو۔ سلیمان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پینے کے بعد تمہیں پتہ چلے گا کہ اصل چائے کیسی ہوتی ہے"۔ عمران نے کہا تو مقصود بے اختیار مسکرا دیا۔ سلیمان جا چکا تھا۔

"جو بچہ ہلاک ہوا ہے اس کا کیا نام تھا"...... عمران نے مقصود سے پوچھا۔

"کاشف یوسف"...... مقصود نے جواب دیا۔

"اچھا اب ذرا سوچ کر جواب دینا۔ کیا کوئی ایسا آدمی اس گھر میں آتا جاتا رہتا ہے جس کی عمر چالیس سال کے قریب ہو۔ قد چھ فٹ کے قریب ہو اور جسے بچہ اچھی طرح پہچانتا ہو"...... عمران نے کہا تو مقصود چونک پڑا۔ پھر اس نے بولنے کے لئے منہ کھولا اور پھر ہونٹ بھینچ لئے۔

"گھبراؤ نہیں۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ کھل کر بات کرو"۔ عمران نے اسے ہچکچاتے دیکھ کر کہا۔

"صاحب۔ صابر ڈرائیور کا قد چھ فٹ کے قریب ہے اور عمر بھی چالیس پینتالیس سال کے قریب ہو گی۔ دو سال پہلے یوسف صاحب نے اسے ڈرائیور رکھا ہے تاکہ وہ کاشف کو سکول لے جایا اور لے آیا کرے۔ پہلے یوسف صاحب خود یہ ڈیوٹی دیتے تھے لیکن اس طرح ان کی دکان کا بہت حرج ہوتا تھا"...... مقصود نے جواب دیا۔ اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا اور اس کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھی جو اس نے مقصود کے سامنے رکھ دی۔

"وہ ڈرائیوری سے پہلے کیا کرتا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"ڈرائیور ہی ہو گا۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... مقصود نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اس کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ٹیڑھی ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جج۔ جی ہاں۔ وہ ٹوٹ کر ٹیڑھی ہوئی ہے۔ اس نے خود بتایا تھا"...... مقصود نے جواب دیا۔

"یہ ڈرائیور کوٹھی پر ہی رہتا ہے یا علیحدہ کہیں رہتا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"جی وہ گراس منڈی کے علاقے میں رہتا ہے۔ وہاں سے صبح سائیکل پر آتا ہے اور رات کو سائیکل پر واپس چلا جاتا ہے۔ ویسے

شاید اب اس کی ڈیوٹی ختم ہو جائے کیونکہ اب کاشف نہیں رہا تو وہ کیا ڈیوٹی دے گا''...... مقصود نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت وہ کوٹھی پر موجود ہے یا اپنے گھر چلا گیا ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''جی آج اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے وہ صاحب سے باقی وقت کی چھٹی لے گیا ہے۔ گھر پر ہی ہو گا''...... مقصود نے جواب دیا۔

''تم نے اس کا گھر دیکھا ہوا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ دو بار میں اس کے گھر گیا ہوں۔ وہ دو بھائی ہیں۔ دونوں ہی ڈرائیور ہیں۔ صابر نے شادی نہیں کی جبکہ اس کا بھائی شادی شدہ اور بال بچے دار ہے''...... مقصود نے کہا۔

''تم سلیمان کو اس کا گھر دکھا دو۔ پھر واپس کوٹھی چلے جانا''۔ عمران نے کہا۔

''جی اچھا''...... مقصود نے اٹھتے ہوئے کہا اور سلیمان بھی سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران کو بیرونی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ سلیمان، مقصود سمیت باہر چلا گیا ہے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد سلیمان کی واپسی ہوئی۔

''دیکھ آیا ہوں اس کا مکان۔ وہ گھر پر موجود نہیں ہے۔ اس کا بھائی ملا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ وہ ایک دوست سے ملنے گیا ہوا ہے اور

رات کسی وقت اس کی واپسی ہو گی''...... سلیمان نے کہا۔

''اس کے پاس لازماً سیل فون ہو گا اور اس کے بھائی کے ذریعے بھی اس سے بات ہو سکتی ہے۔ یہ ہمارا ملزم ہے اور یقیناً یہ اکیلا نہیں ہے بلکہ یہ ایک گروپ ہو گا اور ہمیں اس گروپ کا سراغ لگانا ہے۔ میں ٹائیگر کو کال کرتا ہوں۔ تم اس کے ساتھ جاؤ اور اسے صابر ڈرائیور کا گھر دکھاؤ۔ پھر اسے تلاش کر کے لے آنا''۔ عمران نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

چوہان نے کار فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر روکی اور پھر مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو چند لمحوں بعد پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ملازم ہاشم باہر آ گیا۔

''پھاٹک کھولو ہاشم''...... چوہان نے کہا۔

''یس سر''...... ہاشم نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھل گیا تو چوہان کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی اور نیچے اتر کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مین روم کو وہ میٹنگ روم کے طور پر استعمال کرتے تھے اس لئے وہاں ایک بڑی گول میز اور اس کے گرد کرسیاں موجود تھیں۔ میز پر فون سیٹ پڑا ہوا تھا۔ چوہان نے ایک کرسی پر بیٹھ کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے

صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''چوہان بول رہا ہوں ہیڈکوارٹر سے۔ ایک اہم کیس سامنے آیا ہے۔ تم بھی آ جاؤ اور نعمانی اور خاور کو بھی کال کر لو''...... چوہان نے کہا۔

''کیسا کیس''...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

''لڑکیوں کے اغوا کا۔ بہت بڑا نیٹ ورک قائم ہے اور کام کر رہا ہے۔ تم آ جاؤ پھر تفصیل سے باتیں ہوں گی''...... چوہان نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ میں پہنچ رہا ہوں''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو چوہان نے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے ہاشم اندر آیا۔

''کوئی حکم جناب''...... ہاشم نے کہا۔

''ابھی سب آ رہے ہیں۔ تم اچھی سی ہاٹ کافی تیار کر لو''۔ چوہان نے کہا۔

''یس سر''...... ہاشم نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی چاروں سٹارز میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے ہاٹ کافی پی رہے تھے۔ پہلے صدیقی آیا تھا اس کے بعد خاور اور آخر میں نعمانی پہنچا تھا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔ تم لڑکیوں کے اغوا کے نیٹ ورک کی بات کر رہے تھے''...... صدیقی نے کہا تو چوہان نے ہوٹل

جاتے ہوئے سڑک کے کنارے ہجوم دیکھ کر کار روکنے سے لے کر مغویہ لڑکی جمیلہ کو اس کے گھر چھوڑنے تک کی پوری تفصیل بتا دی۔

''اس میں نیٹ ورک کہاں سے آ گیا۔ خود ہی تو کہہ رہے ہو کہ اس کنگ کے بیٹے کو وہ لڑکی پسند آ گئی تو انہوں نے اٹھوا لی۔ بڑے وڈیروں اور جاگیرداروں کے لئے یہ ایک معمولی بات ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

''جمیلہ نے گھر پہنچ کر جب اس کو تسلی ہو گئی کہ میں ان بدمعاشوں کا ساتھی نہیں ہوں تو اس نے مجھے بتایا کو جس تہہ خانے میں اسے رکھا گیا تھا وہاں چار لڑکیاں اور بھی کرسیوں پر زنجیروں سے جکڑی ہوئی موجود تھیں اور ان کے منہ پر ٹیپس لگی ہوئی تھیں۔ ان میں دو دیہاتی اور دو شہری لڑکیاں تھیں''...... چوہان نے کہا تو صدیقی اچھل پڑا۔

''چار لڑکیاں۔ اوہ پھر یہ واقعی نیٹ ورک ہے۔ ہمیں فوراً وہاں ریڈ کرنا چاہیئے''...... خاور نے کہا۔

''اب کوئی فائدہ نہیں۔ چوہان کے واپس آتے ہی لڑکیاں وہاں سے کہیں اور شفٹ کر دی گئی ہوں گی''...... اس بار نعمانی نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن اگر ہم اس کنگ کو پکڑ لیں تو اس سے آگے بڑھنے کا کلیو مل سکتا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''میرا تو خیال ہے کہ وہ بھی اب انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہو گا''۔ نعمانی نے کہا۔

''اگر ایسا ہو بھی گیا ہو، تب بھی ہمیں آگے تو بڑھنا ہے۔ پانچ لڑکیوں کا اغوا۔ یہ واقعی کوئی بڑا نیٹ ورک ہے کیونکہ ایک لڑکی کا اغوا تو ذاتی وجوہات کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے۔ چار پانچ لڑکیوں کا اغوا ذاتی وجوہات پر نہیں ہو سکتا یہ جرم عظیم ہے جو یہاں دولت کے لالچ میں کیا جا رہا ہے''...... صدیقی نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''اس کے لئے اور تو کوئی راستہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس کنگ کو ہی ٹریس کرنا پڑے گا''...... چوہان نے کہا۔

''ٹھیک ہے تو پھر چلیں''...... صدیقی نے کہا۔

''سب کے جانے کی ضرورت نہیں۔ دو ہی کافی ہیں۔ اسے اغوا کر کے یہاں لانا پڑے گا پھر اس سے تفصیل سے معلومات مل سکتی ہیں''...... چوہان نے کہا۔

''تو میں چوہان کے ساتھ چلا جاتا ہوں''...... نعمانی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم دونوں جا کر اسے یہاں لے آؤ۔ البتہ تم دونوں میک اپ میں جانا اور کار کی نمبر پلیٹ بھی تبدیل کر لینا کیونکہ ابھی کچھ معلوم نہیں ہے کہ ان کا نیٹ ورک کتنا بڑا اور کتنا منظم ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''صرف میک اپ نہیں لباس بھی تبدیل کرنا پڑیں گے۔ وہاں ہمارے لباس کو اجنبی سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں شلوار قمیض اور واسکٹ پہننا ہو گی اور پھر باقاعدہ پگڑیاں باندھنا پڑیں گی تاکہ ہم انہی میں

سے نظر آئیں''...... چوہان نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ لباس بھی یہاں موجود ہیں اور پگڑیاں بھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ پگڑیاں تمہیں ضرورت کے وقت تیز حرکت میں رکاوٹ دیں گی۔ اس لئے سر ننگا رہنے سے آج کل کوئی فرق نہیں پڑتا ۔تم صرف لباس تبدیل کر لو''۔ صدیقی نے کہا تو چوہان اور نعمانی دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ان کی کار اس علاقے میں پہنچ گئی جہاں کنگ کا ڈیرہ تھا۔ چوہان اور نعمانی نے نہ صرف مقامی میک اپ کئے ہوئے تھے بلکہ ان کی بڑی بڑی مونچھیں اور مصنوعی طور پر بنائی گئی تیز سرخ آنکھیں انہیں کسی دیہاتی علاقے کے بدمعاش ظاہر کر رہی تھیں۔ انہوں نے شلوار قمیض اور اوپر واسکٹیں پہنی ہوئی تھیں جو آج کل دیہات کے امراً کا عام لباس تھا۔ کنگ کے ڈیرے تک پہنچنے کے لئے نہر کا پل کراس کر کے دوسری طرف مڑنا پڑتا تھا اور پہلے چوہان اس راستے سے کنگ کے ڈیرے تک پہنچا تھا لیکن اب جیسے ہی چوہان نے کار موڑی، اسے فوری بریک لگانا پڑی کیونکہ سامنے سڑک کو درخت کاٹ کر اس کا موٹا تنا رکھ کر بند کر دیا گیا تھا اور دونوں اطراف میں مشین گنوں سے مسلح چار آدمی کھڑے تھے جو اپنے چہروں اور اسٹائل سے ہی کوئی بڑے مجرم دکھائی دے رہے تھے۔

''آگے راستہ بند ہے جناب۔ آپ واپس جائیں''...... ایک مسلح

آدمی نے کار کے قریب آ کر بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''ہم دنیا نگر کے سردار ہیں۔ ہم نے جناب کنگ سے ملنا ہے''...... چوہان نے جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، اس آدمی سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

''جناب کنگ موجود نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا پتہ ہے کہ وہ کب آئیں گے۔ آپ واپس جائیں ورنہ''...... اس آدمی نے ''ورنہ'' کا لفظ دھمکی کی صورت میں ادا کیا تھا۔ چوہان اور سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے دیکھ لیا تھا کہ ایک آدمی ان سے بات کر رہا ہے جبکہ باقی تین آدمی مشین گنیں ان کی طرف سیدھی کئے اس طرح کھڑے تھے جیسے وہ کسی بھی لمحے گولی چلا سکتے ہوں۔

''ان کے کسی مینجر سے ہماری بات کرا دو یا ان کو اطلاع کر دو کہ دنیا نگر سے سردار شمس اور سردار آفتاب آئے ہیں''...... چوہان نے کہا تو نعمانی بے اختیار زیر لب مسکرا دیا کیونکہ آفتاب شمس ایک ہی نام تھے۔

''ڈیرہ خالی پڑا ہے۔ وہاں کوئی آدمی نہیں ہے۔ آخری بار کہہ رہا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں''...... اس آدمی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

''تمہارا کیا نام ہے''...... چوہان نے کہا۔

''میرا نام راجو ہے''...... اس آدمی نے جواب دیا۔

''او کے۔ ہم جا رہے ہیں۔ اب تمہارے کنگ کو جو نقصان

اٹھانا پڑے گا وہ تمہاری وجہ سے ہو گا۔ ہماری وجہ سے نہیں''۔ چوہان نے کہا اور کار کو موڑنا شروع کر دیا لیکن راجو نے کوئی جواب نہ دیا۔ چوہان نے کار موڑی اور اسے واپس پل پر لے جا کر وہ واپس مین روڈ کی طرف جانے لگا۔

''کیا مطلب۔ کیا تم واقعی واپس جا رہے ہو''...... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس قدر سختی سے کیوں آنے والوں کو روکا جا رہا ہے حالانکہ جو باتیں میں نے اس راجو سے کی ہیں اس کے بعد اسے لازماً کسی نہ کسی سے رابطہ کرنا چاہئے تھا لیکن اس کے رویہ کی سختی بتا رہی تھی کہ آج ڈیرے پر کوئی خاص بات ہے جس کے لئے سختی سے ہر ایک کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے''۔ چوہان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم اب کیا کرو گے۔ تم تو واپس جا رہے ہو''...... نعمانی نے کہا۔

''ہم وہاں فائرنگ کر کے اور انہیں ہلاک کر کے بھی آگے جا سکتے تھے لیکن نہ صرف فائرنگ کی آوازوں سے یہ سارا علاقہ گونج اٹھتا بلکہ کنگ کے بہت سے آدمی ہمیں گھیر بھی سکتے تھے۔ اب ہم ڈیرے کے عقبی طرف جائیں گے''...... چوہان نے کہا۔

''عقبی طرف۔ کیا تم عقبی طرف سے وہاں پہنچنے کا راستہ جانتے ہو۔ دوسری بات یہ کہ عقبی طرف سے بھی تو ان کے آدمی موجود

ہوں گے''...... نعمانی نے کہا۔

''راستہ تو کسی سے پوچھا بھی جا سکتا ہے۔ دیہات میں پوچھنے والے کو درست راستہ بتانا بھی کلچر کا حصہ ہے لیکن آدمیوں کی بات تم نے درست کی ہے۔ پھر بتاؤ کہ کیا کیا جائے''...... چوہان نے کہا۔

''عقب اور فرنٹ دونوں سائیڈوں پر چیکنگ ہو گی۔ نگرانی اور چیکنگ انسانی نفسیات کے مطابق فرنٹ اور عقبی طرف سے ہوتی ہے۔ سائیڈوں کو کوٹھی کی دیواروں کی وجہ سے محفوظ خیال کیا جاتا ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم عقبی طرف کا راستہ پوچھ کر پھر سائیڈ سے ہو کر جائیں ورنہ سائیڈ کا راستہ پوچھنا تو حماقت ہے''...... چوہان نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مین روڈ پر پہنچ کر انہوں نے کار کا رخ اس طرف موڑا جدھر کنگ کا ہوٹل تھا۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا لیکن کافی دور جانے کے بعد انہیں کھیتوں میں ایک آدمی کام کرتا نظر آیا تو چوہان نے کار سائیڈ پر کر کے روک دی اور پھر کار سے باہر آ گیا۔

''بھائی صاحب۔ بات سنیں''...... چوہان نے اونچی آواز میں کہا ور ساتھ ہی ہاتھ بھی لہرایا تو اس آدمی نے بھی اس انداز کا اشارہ کیا جیسے اس نے بات سن لی ہو اور پھر وہ کچھ دیر اپنے پیروں سے کیچڑ اتارتا رہا۔ پھر مڑا اور چوہان کی طرف آنے لگا۔

''جی صاحب''...... اس نے قریب آ کر پوچھا۔

''ہم نے کنگ کے ڈیرے کی پچھلی طرف جانا ہے لیکن ہمیں راستہ بھول گیا ہے''...... چوہان نے کہا۔

''کنگ کے ڈیرے کی پچھلی طرف تو سردار ڈوگر کا ڈیرہ ہے لیکن وہ تو شدید بیمار ہیں اور ڈیرے کی بجائے گھر ہوتے ہیں اور ان کا گھر بھی کنگ کے ڈیرے سے مشرق کی طرف ہے''...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اسی لئے تو ملنا ہے۔ ان کی مزاج پرسی کرنی ہے۔ پہلے ہم کنگ کے ڈیرے کی طرف گئے لیکن پل کے پار ہمیں روک دیا گیا کہ راستہ بند ہے''...... چوہان نے کہا۔

''اوہ۔ آج ٹرک جانے کا دن ہے لیکن ٹرک کو تو میں نے خود جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ بہرحال آپ آگے چلے جائیں۔ آگے ایک چھوٹا سا باغ نظر آئے گا۔ اس کی سائیڈ پر راستہ اندر جا رہا ہے۔ یہ راستہ سیدھا سردار ڈوگر کے ڈیرے پر جاتا ہے۔ وہاں سے آپ ان کے گھر کا پتہ معلوم کر لیں''...... اس آدمی نے کہا۔

''یہ ٹرک جانے کا کیا مطلب ہوا اور اس کی وجہ سے راستہ کیوں بند کیا جاتا ہے''...... چوہان نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

''جی بڑے لوگوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں۔ جناب کنگ بھی بڑے آدمی ہیں۔ ہر ماہ انہی دنوں میں ایک ٹرک ان کے ڈیرے

سے شہر جاتا ہے۔ اس ٹرک پر بڑے بڑے ڈبے لدے ہوتے ہیں جن پر کنگ انگریزی زبان میں لکھا ہوتا ہے۔ اس ٹرک کے آگے پیچھے مسلح آدمیوں کی بھری کاریں ہوتی ہیں۔ جس روز اس ٹرک نے جانا ہوتا ہے تو یہاں پہرے لگا دیئے جاتے ہیں۔ کئی گھنٹے پہلے میں نے ٹرک کو جاتے دیکھا تھا''...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹرک کی کوئی نشانی بھی ہے''...... چوہان نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔

''نشانی نہیں جی۔ بس ٹرک ہے۔ اس پر بڑے بڑے ڈبے لدے ہوتے ہیں۔ عام سا ٹرک ہے جیسے دوسرے ٹرک ہوتے ہیں۔ البتہ ہاں۔ مجھے اب خیال آ رہا ہے۔ ڈبوں کے نیچے ٹرک کی باڈی میں دونوں اطراف میں ایسے سوراخ ہیں جیسے باقاعدہ ڈیزائن بنائے گئے ہوں''...... اس آدمی نے چوہان سے نوٹ لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''تم کہاں رہتے ہو۔ کیا نام ہے تمہارا''...... چوہان نے پوچھا۔

''جی میرا نام سلامت ہے اور میں یہاں کسان ہوں۔ اب مجھے اجازت دیں۔ میں کھیت کو پانی لگا رکھا ہے وہ کہیں بند نہ ہو گیا ہو''...... سلامت نے کہا تو چوہان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور خود کار میں بیٹھ گیا۔ سلامت مڑ کر واپس چلا گیا تھا۔ چوہان نے کار سٹارٹ کی اور اسے آگے لے گیا۔

"یہ ٹرک کا کیا قصہ ہے"...... نعمانی نے کہا۔ وہ کار میں بیٹھا تھا اور ان کے درمیان ہونے والی باتیں سنتا رہا تھا۔

"مجھے شک پڑتا ہے کہ اس ٹرک کے اندر اغوا شدہ لڑکیوں کو لے جایا جاتا ہو گا"...... چوہان نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ اسی لئے وہ کسان کہہ رہا تھا کہ ٹرک کے آگے پیچھے مسلح افراد سے بھری کاریں ہوتی ہیں اور ٹرک کے نچلے حصے میں سوراخ بنائے گئے ہیں۔ جمیلہ نے بھی کہا تھا کہ وہاں چار لڑکیاں تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم دیر سے پہنچے ہیں ورنہ لڑکیاں ہاتھ لگ جاتیں۔ اب تک تو وہ دارالحکومت پہنچا بھی دی گئی ہوں گی"...... نعمانی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"یہ کنگ تو موجود ہے۔ وہ بتائے گا"...... چوہان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کو آہستہ کر کے موڑا اور ایک بار پھر کار ادھر کو دوڑنے لگی جدھر سے وہ پہلے آ رہی تھی۔

"اب کیا ہوا"...... نعمانی نے چونک کر کہا۔

"ہمارے پاس بے ہوش کر دینے والے گیس پسٹل موجود ہیں۔ اب ہمیں ہر حالت میں کنگ تک پہنچنا ہے"...... چوہان نے کہا۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب یہ بے حد ضروری ہو گیا ہے"...... نعمانی نے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر اور سلیمان دونوں کار میں سوار ایک پرانے محلے کی تنگ سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر سلیمان بیٹھا ہوا تھا۔ بچے کے اغوا اور پھر قتل کے سلسلے میں عمران نے پوسٹ مارٹم رپورٹ کا تجزیہ ایک ماہر ڈاکٹر شعیب سے کرایا تھا جس سے کچھ ایسے شواہد سامنے آئے تھے جن کی وجہ سے شک اس بچے کے والد کے ڈرائیور کی طرف جاتا تھا لیکن ڈرائیور طبیعت کی خرابی کا کہہ کر وقت سے پہلے گھر چلا گیا تھا۔ پھر سلیمان اس گھر کے ایک اور ملازم کو ساتھ لے کر ڈرائیور صابر کے گھر گیا لیکن وہ وہاں بھی موجود نہ تھا بلکہ انہیں یہ بتایا گیا کہ وہ دوستوں کے کسی گروپ سے ملنے گیا ہے اور رات گئے واپس آئے گا جس پر عمران نے ٹائیگر کو کال کیا اور اسے کہا کہ وہ سلیمان کے ساتھ جا کر اس صابر کا گھر دیکھے اور پھر اس صابر کو ٹریس کر کے رانا ہاؤس پہنچا کر اس کو فون

پر اطلاع دے لیکن ساتھ ہی اس نے سختی سے ٹائیگر کو ہدایت دے دی تھی کہ اس دوران کسی پر حتیٰ کہ صابر پر بھی کوئی سختی نہ کی جائے کیونکہ معاملہ ابھی شک پر مبنی ہے اور ٹائیگر اس وقت سلیمان کو ساتھ کار میں بٹھائے صابر کے مکان کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

''مکان دیکھ کر تم کیسے معلوم کرو گے کہ صابر اس وقت کہاں ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''تم نے خود ہی عمران صاحب کو بتایا ہے کہ وہ دوستوں سے ملنے گیا ہوا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن وہ گھر والے تو نہیں بتا سکتے کہ وہ کہاں گیا ہے یا اس کے دوست کہاں موجود ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''گھر والوں کو واقعی معلوم نہیں ہو گا البتہ اردگرد سے پوچھ گچھ کرنا پڑے گی۔ اس کے دوست بہرحال آتے جاتے رہتے ہوں''۔ ٹائیگر نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ایک سڑک کا موڑ مڑتے ہی سلیمان نے کار رکوا دی۔

''وہ سامنے سڑک پار گلی نظر آ رہی ہے اس گلی میں تیسرا گھر ہے۔ سبز رنگ کا دروازہ ہے''...... سلیمان نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ اب میں تمہیں فلیٹ پر چھوڑ آؤں پھر کام شروع کروں گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ارے نہیں۔ میں رکشہ میں چلا جاؤں گا۔ تم اپنا کام کرو''۔

سلیمان نے کہا۔

''اچھا۔ تم تھوڑی دیر بیٹھو۔ میں ابھی آ رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور کار سے اتر کر وہ تیزی سے پیدل آگے بڑھتا چلا گیا۔ کچھ دور اخبارات کا سٹینڈ لگا ہوا تھا اور ایک اُدھیڑ عمر آدمی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

''آپ صابر ڈرائیور کو جانتے ہیں جو سامنے گلی میں رہتا ہے''۔ ٹائیگر نے اس اُدھیڑ عمر آدمی سے کہا تو وہ چونک پڑا۔

''ہاں۔ جانتا ہوں مگر آپ کون ہیں اور کیوں پوچھ رہے ہیں''۔ اس اُدھیڑ عمر آدمی نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ٹائیگر کو مشکوک سمجھ رہا ہو۔

''وہ یوسف خان کا ڈرائیور ہے۔ انہیں ایک ذاتی کام سے کہیں جانا ہے لیکن صابر گھر پر نہیں ہے۔ گھر والوں کا کہنا ہے کہ وہ دوستوں کے پاس گیا ہوا ہے۔ مجھے اسے تلاش کرنا ہے تاکہ اسے یوسف صاحب کا پیغام دے سکوں۔ اسے اس نوکری کا بھاری معاوضہ اور الاؤنس ملتا ہے کہیں اسے نوکری سے فارغ نہ کر دیا جائے۔ آپ اگر اس کے دوستوں کو جانتے ہوں تو بتا دیں۔ میں وہاں چلا جاؤں گا اور اسے مل لوں گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''لیکن آپ کو کیا دلچسپی ہے کہ آپ اس حد تک پوچھ گچھ کر رہے ہیں''...... اُدھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

''وہ کام میرا ہے اور مجھے اس کام سے اچھی خاصی آمدنی ہو سکتی

ہے ورنہ نقصان ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر مجھے کیا فائدہ ہو گا۔ سارے فائدے آپ کے ہیں یا صابر کے''...... اُدھیڑ عمر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''آپ بتائیں گے تو فائدہ آپ کو بھی ہو جائے گا۔ میں دو اخبارات خرید لوں گا''...... ٹائیگر نے کہا تو اُدھیڑ عمر خوش ہو گیا۔

''کون سے دو اخبارات دوں''...... اُدھیڑ عمر نے جلدی سے کہا تو ٹائیگر نے اسے دو اخبارات کے نام بتا دیئے۔ اُدھیڑ عمر نے جلدی سے دونوں اخبارات نکالے، انہیں تہہ کیا اور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیئے پھر ٹائیگر نے اسے قیمت ادا کر دی۔

''اب تو آپ کو فائدہ پہنچ گیا ہے۔ اب بتائیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں اس کے ایک دوست کو جانتا ہوں۔ اس کا نام سیف خان ہے۔ شکل اور انداز سے تو بدمعاش لگتا ہے لیکن صابر کا بڑا گہرا دوست ہے۔ جب میں سائیکل پر اخبارات فروخت کرتا تھا تو میں نے اس سیف خان کو حکیموں والے محلے میں سنہری مسجد کے ساتھ والے گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔ پھر میں نے ایک روز اس سے بھی پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ میرا دوست ہے اور بھی کئی دوست اس کے آتے جاتے دیکھے ہیں لیکن کبھی کبھار''...... اخبار فروش نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ شکریہ''...... ٹائیگر نے کہا اور واپس مڑ کر اپنی کار

کی طرف بڑھنے لگا جس میں سلیمان ابھی تک بیٹھا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے اخبار عقبی سیٹ پر رکھے اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''یہ دو اخباریں خریدنے میں بڑی دیر لگا دی''...... سلیمان نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر اس نے اسے اصل بات بتا دی۔

''اب تم بتاؤ گے کہ محلّہ حکیماں کہاں ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر سلیمان کے بتانے پر ٹائیگر کار چلاتا ہوا ایک قدیم محلے تک پہنچ گیا۔ ایک جگہ اسے کار روکنا پڑی کیونکہ آگے گلیاں بے حد تنگ تھیں۔

''اب ہمیں سنہری مسجد کا معلوم کرنا ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم بیٹھو۔ میں معلوم کرتا ہوں''...... سلیمان نے کہا۔

''ارے نہیں۔ تم تکلف نہ کرو میں کسی سے پوچھ لوں گا''۔ ٹائیگر نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا لیکن دوسری طرف سے سلیمان بھی کار سے نیچے اتر آیا۔

''میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ یہاں اکیلا آدمی کار میں بیٹھا احمق لگتا ہے''...... سلیمان نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ تھوڑا سا آگے ایک گلی کی نکڑ پر ایک کریانے کی دکان تھی۔

''السلام علیکم جناب''...... سلیمان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام۔ آپ یہاں نئے آئے ہیں شاید''...... بوڑھے دکاندار نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں بابا۔ ہم یہاں سنہری مسجد تلاش کر رہے ہیں۔ اس مسجد کے ساتھ سیف خان کا گھر ہے اور ہم نے اس سے ضروری ملنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سیف خان پہلے یہاں رہتا تھا لیکن اب نہیں رہتا۔ وہ اب چڑیا گھر کے قریب واسو کے ہوٹل میں نظر آتا ہے۔ میں وہاں اپنے ایک رشتہ دار کے گھر جاتا ہوں تو میں اسے، اس جیسے کئی دوستوں کے ساتھ بیٹھا دیکھتا ہوں''...... دکاندار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ بڑی مہربانی''...... ٹائیگر نے کہا اور پھر سلیمان اور وہ دونوں واپس مڑ آئے۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر کی کار اس علاقے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں چڑیا گھر واقع تھا اور پھر چڑیا گھر کے قریب واسو کا ہوٹل بھی انہوں نے معلوم کر لیا۔

''آؤ سلیمان''...... ٹائیگر نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''تم ہو آؤ۔ میں بیٹھا ہوں''...... اس بار سلیمان نے جواب دیا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا کار سے اترا اور واسو کے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ایک بڑا ہوٹل تھا جس میں میزیں اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہاں منشیات کی انتہائی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ ہوٹل میں بیٹھے افراد، ویٹرز اور کاؤنٹر پر موجود پہلوان نما آدمی سب گھٹیا درجے کے بدمعاش دکھائی دے رہے تھے۔ ٹائیگر جب سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا تو ہال میں موجود ہر آدمی اس کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے کوئی انہونی ہو گئی ہو۔ ٹائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا

جہاں ایک بڑی بڑی مونچھوں والا بدمعاش ٹائپ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں بھی ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہو۔

''میرا نام ٹائیگر ہے اور مجھے دراصل ڈرائیور صابر سے ملنا ہے لیکن صابر کے گھر سے پتہ چلا ہے کہ وہ اپنے دوست سیف خان سے ملنے گیا ہوا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سیف خان چڑیا گھر کے قریب واسو کے ہوٹل میں بیٹھتا ہے''...... ٹائیگر نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ کس لئے صابر ڈرائیور یا سیف خان سے ملنا چاہتے ہیں''...... کاؤنٹر مین نے بھی نرم لہجے میں کہا۔

''صابر کپڑے کے تاجر یوسف خان کا ڈرائیور ہے اور ان کے ساتھ شہر سے باہر بھی جاتا رہتا ہے۔ میں نے اس سے باہر کی جگہ کے بارے میں رہنمائی لینی ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ بیٹھیں۔ میں صابر کو بلا لیتا ہوں۔ وہ چنڈال چوکڑی میں بیٹھا جواء کھیل رہا ہے''...... کاؤنٹر مین نے کہا اور پھر ایک نوجوان ویٹر کو اس نے آواز دے کر بلایا۔

''جی سائیں''...... اس نوجوان نے قریب آ کر کہا۔

''اوپر صابر اور سیف خان اور اس کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ صابر اور سیف خان دونوں کو بلا لاؤ۔ ان سے کہنا کہ ان سے

ملنے بڑے صاحب آئے ہیں''...... کاؤنٹر مین نے کہا۔

''اچھا سائیں''...... ویٹر نے جواب دیا اور عقبی طرف جاتی ہوئی سیڑھیوں پر چڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے پیچھے دو لمبے تڑنگے آدمی بھی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئے۔ ان کی نظریں ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔

''کیا بات ہے۔ آپ کون ہیں۔ میرا نام صابر ہے اور یہ میرا دوست سیف خان ہے''...... ایک مونچھوں والے لمبے قد اور مضبوط جسم کے آدمی نے کہا۔ اس کی عمر چالیس پنتالیس سال کے درمیان تھی۔

''میں نے یوسف خان کو انتہائی فائدہ مند سودے کے لئے چالاش لے جانا ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ اپنی کار میں جائیں گے۔ میں نے چونکہ فوری جانا ہے۔ وہاں کپڑے کا بڑا سودا ہے جس میں کافی فائدہ ہو گا اس لئے میں تمہارے گھر گیا وہاں سے پتہ چلا کہ تم دوستوں کے ساتھ یہاں موجود ہو تو میں یہاں آ گیا۔ چلو۔ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں پانچ ہزار روپے بھی دوں گا۔ چاہو تو آدھے ابھی لے لو''...... ٹائیگر نے کہا اور ساتھ ہی جیب سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی گڈی نکال لی۔

''آپ کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا''...... صابر نے کہا۔

''چلو اچھا ہے۔ جب دیکھا تو ساتھ نوٹ بھی نظر آ گئے ہیں۔

یہ لو چلو تین ہزار لے لو۔ تین ہزار اور دوں گا اور ساتھ دعا بھی کرنا کہ منافع زیادہ ہو''...... ٹائیگر نے نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔ ماحول پر چھایا ہوا تناؤ دور ہو گیا تھا۔

''اچھا سیف خان۔ رات کو ملاقات ہو گی''...... صابر نے نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور اس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ ٹائیگر کی طرف مڑ گیا جو اب مڑ کر واپس جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار تک پہنچ گیا۔

''بیٹھو''...... ٹائیگر نے کار کا عقبی دروازہ کھولتے ہوئے کہا کیونکہ سائیڈ سیٹ پر سلیمان بیٹھا ہوا تھا۔

''یہ صابر ہے سلیمان۔ اور صابر یہ ہمارا دوست سلیمان ہے''۔ ٹائیگر نے سلیمان اور صابر کا باہمی تعارف کراتے ہوئے کہا تو صابر نے سلیمان کو باقاعدہ سلام کیا جس کا جواب سلیمان نے بھی مسکراتے ہوئے دیا۔

چوہان اور نعمانی نے کار واپس کنگ والے راستے کی طرف موڑ دی تھی۔ بے ہوش کر دینے والی گیس کے پسٹل ان کی جیبوں میں پہنچ چکے تھے۔ پھر نہر کے پل کو کراس کر کے وہ دوسری طرف گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں اب کسی قسم کی رکاوٹ موجود نہ تھی۔ لکڑی کا بڑا سا تنا ایک طرف اس انداز میں رکھا گیا تھا جس سے رکاوٹ ختم ہوگئی تھی۔

''یہ صرف ہمیں روکنے کے لئے ناکہ بندی کی گئی تھی''۔ نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ کسان بتا رہا تھا کہ ٹرک تو کئی گھنٹے پہلے چلا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ نہیں جاتا تب تک یہاں رکاوٹیں رکھی جاتی ہیں اور جب وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے تو پھر حالات نارمل کر دیئے جاتے ہیں''...... چوہان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ممکن ہے لیکن اگر اس ٹرک میں اغوا شدہ لڑکیاں ہوتی ہیں تو ہمیں اس ٹرک کو پکڑنا چاہئے تھا۔ اب تو وہ نہیں مانے گا''...... نعمانی نے کہا۔

''کون نہیں مانے گا۔ کنگ''...... چوہان نے کہا۔

''ہاں۔ وہی تو فساد کی اصل جڑ ہے''...... نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو چوہان ہنس پڑا۔ کار تیزی سے اپنے مخصوص راستے پر آگے بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد دور سے کنگ کا ڈیرہ نظر آنے لگ گیا جو آہستہ آہستہ قریب آتا چلا گیا۔ لکڑی کے جہازی سائز کے بند گیٹ کے باہر وہی چاروں مسلح افراد موجود تھے جنہوں نے پہلے چوہان اور نعمانی کی کار کو پل کے قریب روک کر واپس بھجوا دیا تھا۔

''انہیں بے ہوش کرنا ہو گا''...... چوہان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے گیس پسٹل نکال کر گود میں رکھ لیا۔ پھر جیسے ہی کار ان محافظوں کے قریب پہنچی، ان چاروں نے اپنی مشین گنیں سیدھی کر لیں۔

''تمہیں منع نہیں کیا تھا۔ پھر کیوں آ گئے ہو۔ تمہارا اب مستقل علاج کرنا ہو گا''...... اسی آدمی نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا جس نے پہلے بھی ان سے باتیں کی تھیں۔ شاید اس گروپ کا انچارج وہی تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کار تک پہنچتا، چوہان نے گیس پسٹل اٹھایا اور اس کا رخ آنے والے کی

طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ چھوٹا سا پسٹل اس کے ہاتھ میں ہی چھپ گیا تھا۔ سٹک سٹک کی آوازوں کے ساتھ ہی دو کیپسول اس مسلح محافظ کے سامنے زمین سے ٹکرا کر پھٹ گئے۔ چوہان اور نعمانی دونوں نے سانس روک لئے۔ انہیں معلوم تھا کہ کھلی فضا میں اثر کرنے والی گیس جس قدر تیزی سے اثر کرتی ہے اتنی ہی تیزی سے فضا میں جا کر اپنے اثرات کھو بیٹھتی ہے اور ایسا ہی ہوا۔ کار کی طرف بڑھنے والا اور اس کے عقب میں موجود اس کے تین ساتھی جن کے ہاتھوں سے پہلے مشین گنیں نکل کر نیچے گریں اور پھر وہ چاروں ہی گھٹنوں کے بل نیچے گرے اور پھر ساکت ہو گئے۔ چوہان اور نعمانی تیزی سے کار سے نیچے اترے اور پھر آگے کی طرف بڑھ گئے۔ انہوں نے سانس روکے ہوئے تھے لیکن گیٹ کے قریب پہنچ کر انہوں نے پہلے آہستہ سے سانس لئے اور پھر جب انہیں کوئی گڑبڑ محسوس نہ ہوئی تو انہوں نے مکمل سانس لئے اور پھر انہوں نے ہاتھوں میں موجود گیس پسٹلز سے حویلی کے اندر گیس کیپسول فائر کرنے شروع کر دیئے۔ آٹھ کے قریب گیس کیپسول فائر کر کے وہ رک گئے البتہ ایک بار پھر انہوں نے سانس روک لئے تھے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے سانس لینا شروع کر دیئے۔ انہوں نے سامنے بے ہوش پڑے ہوئے مسلح دربانوں کی زمین پر گری ہوئی مشین گنیں اٹھائیں اور بڑے پھاٹک کی کھڑکی کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پوری حویلی کا راؤنڈ لگا چکے

تھے۔ کنگ ایک کرسی پر بے ہوش پڑا ہوا تھا جبکہ اندر چھ مسلح افراد اور آٹھ ملازم بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ چوہان نے کنگ کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور نعمانی کو اشارہ کر کے وہ باہر نکلا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھاٹک کے باہر جا کر وہ سیدھا اپنی کار کی طرف گیا۔ اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور بے ہوش کنگ کو دونوں سیٹوں کے درمیان ڈال کر اس نے سائیڈ پر موجود ایک کپڑا اٹھا کر اس پر ڈال دیا۔ ویسے اسے معلوم تھا کو جس گیس سے وہ بے ہوش ہوا ہے اس گیس کے اثرات آٹھ گھنٹوں تک اپنا مکمل اثر رکھتے ہیں۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ کنگ ہیڈکوارٹر تک اسی طرح بے ہوشی کے عالم میں ہی پہنچے گا۔ کار کا عقبی دروازہ بند کر کے وہ ابھی پھاٹک کی طرف مڑا ہی تھا کہ اس نے نعمانی کو باہر آتے دیکھا تو وہ کار کی طرف مڑ گیا۔ اسی لمحے سٹک سٹک کی آوازیں سنائی دیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا اس نے مڑ کر دیکھا تو نعمانی بے ہوش پڑے افراد کے سینوں پر مشین گن کی نال رکھ کر فائرنگ کر رہا تھا۔ نعمانی نے ان چاروں کے خاتمے کے بعد مشین گن وہیں پھینکی اور خود کار کی سائیڈ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تم نے اندر بھی قتل عام کیا ہو گا"...... چوہان نے کار سٹارٹ کر کے اسے موڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ لوگ اس سے بھی زیادہ عبرت ناک موت کے حقدار تھے۔ انہوں نے نجانے کتنے گھر اجاڑ دیئے ہوں گے۔ کتنی ماؤں کو

رلایا ہو گا۔ یہ انسان نہیں انسانوں کے روپ میں درندے ہیں۔ میرا بس چلے تو انہیں بار بار زندہ کر کے بار بار ماروں''۔ نعمانی نے کہا تو چوہان نے کوئی جواب دینے کی بجائے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ ہیڈکوارٹر پہنچ گئے۔ صدیقی اور خاور دونوں وہاں ان کے انتظار میں موجود تھے۔ چوہان نے کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان بے ہوش پڑے ہوئے کنگ کو باہر نکالا اور پھر اسے اپنے کاندھے پر ڈال کر بلیک روم میں لے آیا۔ اسے راڈز والی کرسی پر بٹھا کر راڈز سے جکڑ دیا گیا۔ اسی لمحے کمرے میں صدیقی، خاور اورنعمانی داخل ہوئے۔

''یہی ہے کنگ۔ بڑی دیر لگا دی تم نے۔ ہم تو سوچ رہے تھے کہ تمہارے پیچھے جائیں''...... صدیقی نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہی ہے کنگ''...... چوہان نے جواب دیا اور پھر اپنے وہاں جانے اور پھر روک لئے جانے کے بعد نعمانی کے قتل عام کرنے اور پھر کنگ کو اٹھا کر لے آنے کی تمام تفصیل بتا دی۔

''ٹرک''...... صدیقی نے اچھلتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ کسان نے ہمیں یہی بتایا ہے''...... چوہان نے جواب دیا۔

''ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ بہت بڑے پیمانے پر یہ جرم ہو رہا ہے۔ ویری بیڈ۔ پولیس اور انٹیلی جنس آخر کیا کر رہی

ہیں''...... صدیقی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''پولیس کے چند لوگوں کو قابو کیا جاتا ہے اور انٹیلی جنس تک بات پہنچتی ہی نہیں''...... خاور نے جواب دیا۔

''اب یہ خود بتائے گا۔ اسے ہوش میں لے آؤ''...... صدیقی نے کہا تو چوہان اثبات میں سر ہلاتا ہوا کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی۔ اس میں سے ایک لمبی گردن والی بوتل اٹھائی اور الماری بند کر کے وہ مڑا اور اس طرف بڑھتا چلا گیا جہاں کنگ کا ڈھلکا ہوا جسم ایک کرسی پر موجود تھا۔ چوہان نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور اس کا دہانہ کنگ کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور اس کا ڈھکن لگا کر اس نے واپس جا کر بوتل الماری میں رکھ دی اور واپس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب کنگ کے سامنے فور سٹارز بیٹھے اسے ہوش میں آتا دیکھ رہے تھے۔ کنگ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے اور پھر ایک جھٹکے سے اس کی نہ صرف آنکھیں کھل گئیں بلکہ وہ کراہتا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ابھی اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک نہ ابھری تھی لیکن چند لمحوں بعد اس نے ایک اور جھٹکا کھایا اور اس کی مندی ہوئی آنکھیں نہ صرف پوری کھل گئیں بلکہ ان میں شعور کی چمک بھی ابھر آئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ ایسی نظروں سے سامنے بیٹھے ہوئے فور سٹارز کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے اپنی

آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ کیا مطلب۔ تم۔ تم کون ہو۔ مم۔ میں کہاں ہوں''...... کنگ نے رک رک کر انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارا نام کنگ ہے اور تم دنیا نگر کے زمیندار ہو''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں ہاں۔ مگر تم کون ہو۔ میں کہاں ہوں اور میں یہاں کیسے آیا ہوں۔ میرے آدمی کہاں ہیں''...... کنگ نے اس بار پہلے سے قدرے بہتر انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارے تمام آدمی ہلاک کر دیئے گئے ہیں اور تمہیں تمہارے ڈیرے سے اٹھا کر یہاں اس طرح لایا گیا ہے کہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ تم کہاں ہو اور تمہاری حالت کیا ہو رہی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''مگر کیوں۔ یہ سب کیوں۔ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ میں تو غلط آدمی نہیں ہوں۔ میں نے تو ہمیشہ غریبوں کی مدد کی ہے۔ تم بیشک پورے علاقے سے پوچھ لو''...... کنگ نے کہا۔

''سنو کنگ۔ ہم بچے نہیں ہیں کہ تم ہمیں بہلا لو گے۔ ہمارا تعلق ایک سرکاری ایجنسی فور سٹارز سے ہے۔ تم اور تمہارا گینگ نوجوان لڑکیوں کو اغوا کرتا ہے اور پھر کہیں فروخت کر دیتا ہے۔ ایک لڑکی جمیلہ کو ایک اکیڈمی کے باہر سے اس کے باپ کی موجودگی میں اغوا

کیا گیا اور تمہارے ڈیرے پر لے جایا گیا۔ ہمارا آدمی وہاں پہنچا اور اس لڑکی کو چھڑا لایا''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ وہ تو میرے بیٹے کو پسند آ گئی تھی اس لئے میں نے اسے اٹھوایا تھا۔ وہ اگر میرے بیٹے سے شادی کر لیتی تو نہ صرف اس کے نام بہت بڑی جائیداد کر دی جاتی بلکہ وہ ساری عمر عیش کرتی لیکن میں نے اسے واپس بھجوا دیا۔ اس میں ایسی کیا بات ہو گئی کہ تم نے میرے آدمیوں کو بھی ہلاک کر دیا اور مجھے بھی یہاں اٹھا لایا گیا''...... کنگ نے کہا۔

''اس لڑکی جمیلہ نے بتایا ہے کہ جہاں اسے رکھا گیا تھا وہاں چار اور اغوا شدہ لڑکیاں موجود تھیں جن میں دو دیہاتی اور دو شہری لڑکیاں تھیں اور آج تم نے ان چاروں لڑکیوں کو ایک ٹرک میں چھپا کر دارالحکومت بھجوایا ہے۔ اب تم بتاؤ گے کہ یہ لڑکیاں کہاں ہیں اور تمہارے کون کون سے ساتھی ہیں۔ اغوا کون کرتے ہیں اور تم لڑکیوں کو کس کے حوالے کرتے ہو اور وہ کیا کرتے ہیں۔ تمہیں سب کچھ بتانا ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ سب جھوٹ ہے۔ میرا ایسے کسی گندے کام سے کوئی تعلق نہیں ہے''...... کنگ نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

''چوہان۔ الماری سے کوڑا نکالو اور اس وقت تک اس کی بوٹیاں اڑاتے رہو۔ جب تک یہ سب کچھ نہ بتا دے۔ یہ قابل رحم نہیں ہے''...... صدیقی نے کہا تو چوہان سر ہلاتا ہوا الماری کی طرف بڑھ

گیا۔

''مجھ پر یقین کرو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں''...... کنگ نے چیختے ہوئے کہا۔

''ابھی سچ باہر آ جائے گا۔ بے فکر رہو''...... صدیقی نے کہا۔

''میں دل کا مریض ہوں۔ میں مر جاؤں گا۔ مجھے مت مارو''...... کنگ نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

''دل کے مریض کو تو کچھ تو خدا خوفی ہوتی ہے۔ تم لڑکیاں اغوا کر کے فروخت کرتے ہو۔ سینکڑوں گھرانوں کو تباہ کر دیتے ہو۔ انہیں باقی ساری عمر رونے کے لئے چھوڑ دیتے ہو۔ تم دل کے مریض ہو۔ تمہارے جیسے آدمی کے پاس دل ہو ہی نہیں سکتا''...... صدیقی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''زیادہ سے زیادہ مر جائے گا۔ مر جائے۔ ہمارے پاس معلومات حاصل کرنے کے اور بھی ذرائع ہیں''...... چوہان نے کوڑے کو ہوا میں چٹخاتے ہوئے کہا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں بے گناہ ہوں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا''...... کنگ نے کہا لیکن دوسرے لمحے شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ کنگ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا اور پھر جیسے اس کے حلق میں چیخیں مارنے والی مشین نصب کر دی گئی ہو چوہان کا بازو مسلسل گھوم رہا تھا اور شڑاپ شڑاپ کی آوازوں اور چیخوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔ کنگ کی حالت بے حد خراب اور خستہ

ہو چکی تھی۔ کوڑوں نے نہ صرف اس کا لباس بلکہ اس کے بازو، پیٹ اور سینے کا گوشت بھی پھاڑ دیا تھا۔

''بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں''۔ یکلخت کنگ نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا لیکن اس کا سینہ پھونکنی کی طرح پھول پچک رہا تھا۔

''اس کی بینڈ تیج کرو ورنہ یہ مر جائے گا''...... صدیقی نے کہا تو نعمانی تیزی سے اٹھ کر الماری کی طرف گیا اور وہاں سے اس نے میڈیکل باکس اٹھایا اور واپس آیا تو خاور بھی اٹھ کر اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ پھر دونوں نے مل کر کنگ کے زخموں کو پانی سے دھویا اور ان کی باقاعدہ بینڈ تیج کرنے کے بعد اسے طاقت کے دو انجکشن بھی لگا دیئے۔ پھر میڈیکل باکس بند کر کے اسے واپس الماری میں رکھ کر نعمانی واپس آیا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کنگ خود ہی ہوش میں آیا اور اس کے منہ سے کراہیں نکلنے لگیں۔

''ہم نے تمہاری بینڈ تیج کر دی ہے۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم تمہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر تم سب کچھ درست طور پر بتا دو اور اسے کنفرم بھی کرا دو تو تمہیں زندہ بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس وسیع نیٹ ورک میں تم بہت ہی چھوٹی مچھلی ہو اس لئے تمہیں مار کر ہمیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ بولو۔ سچ بول دو''...... صدیقی نے کہا تو کنگ نے ایک طویل سانس لیا۔

''تم بہت ظالم ہو اور ہمدرد بھی۔ مجھے کوڑوں سے ادھڑوایا بھی تم نے اور علاج بھی تم نے کرایا۔ بہرحال میں بتا دیتا ہوں۔ میں ہر ماہ پانچ لڑکیاں سردار کو بھجواتا ہوں۔ وہ مجھے ہر لڑکی کے عوض دس لاکھ روپے ادا کرتا ہے۔ لڑکیاں اغوا کرنے والوں کو میں پانچ لاکھ فی کس دیتا ہوں۔ اس طرح مجھے ہر ماہ بغیر کچھ خرچ کئے پچیس لاکھ روپے مل جاتے ہیں۔ طویل عرصہ سے یہ کام ہو رہا ہے۔ سردار نے لڑکیاں لے جانے کے لئے ایک خصوصی ٹرک بنوایا ہوا ہے جس میں باقاعدہ نیچے بڑے بڑے خانے بنوائے ہیں جن کی سائیڈوں میں سوراخ کئے گئے ہیں۔ وہاں لڑکیوں کو ہاتھ پیر باندھ کر لٹا دیا جاتا ہے اور منہ پر ٹیپس لگا دی جاتی ہیں۔ اوپر فولادی شیٹ ایڈجسٹ کر دی جاتی ہے۔ اس پر کمپنی کا مال رکھا جاتا ہے اور اس ٹرک کی باقاعدہ حفاظت کی جاتی ہے''...... کنگ جب بولنے پر آیا تو بولتا چلا گیا۔

''سردار کون ہے اور کہاں رہتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''سردار کا نام بادل ہے لیکن سب اسے سردار ہی کہتے ہیں۔ وہ جہان پور کا زمیندار ہے۔ بہت بڑا آدمی ہے۔ میرے جیسے کئی اسے لڑکیاں سپلائی کرتے ہیں''...... کنگ نے کہا۔

''سردار بادل آگے کیا کرتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''سنا ہے کہ اس سے لڑکیاں کوئی اور لے جاتا ہے اور پھر انہیں غیر ملکوں میں لے جا کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ بہت بڑا کاروبار

ہے۔ اربوں کھربوں کا''...... کنگ نے کہا۔

''سردار کہاں رہتا ہے۔ پورا پتہ بتاؤ''...... صدیقی نے کہا۔

''میں ایک بار گیا تھا ورنہ اس کا آدمی آ کر رقم دے کر لڑکیاں لے جاتا ہے۔ جہان پور میں سردار کا ڈیرہ مشہور ہے۔ کسی سے پوچھ لو۔ شہر میں بھی ڈیرہ ہے اور دیہات میں بھی۔ وہ زیادہ تر شہر میں ہی رہتا ہے۔ کبھی کبھار دیہات میں بھی چلا جاتا ہے''۔ کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''شہر میں کہاں رہتا ہے اور اس کے گاؤں کا کیا نام ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جہان پور شہر میں رنگ روڈ پر سردار محل کے بارے میں سب کو معلوم ہے اور گاؤں کا نام ہے کنگ پور۔ جہاں اس کا ڈیرہ ہے''...... کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اس کا فون نمبر معلوم ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ مجھے تو فون کرنے کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ ہمارا کام سیدھے سادے انداز میں چل رہا ہے''...... کنگ نے جواب دیا۔

''میں تمہاری بات سردار سے کرواتا ہوں۔ تم نے مجھے کنفرم کرنا ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ درست ہے''...... صدیقی نے کہا تو کنگ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ویسے بینڈیج کے بعد وہ اب صدیقی سے مکمل تعاون کر رہا تھا۔ شاید اس کے ذہن میں یہ بات

بیٹھ گئی تھی کہ اگر انہوں نے اسے مارنا ہوتا تو یہ اس کی اس طرح بینڈ تیج نہ کرتے۔

صدیقی نے پاس پڑی تپائی پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''جہان پور کا رابطہ نمبر دیں''...... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو صدیقی نے کریڈل پریس کیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے رابطہ نمبر پریس کر کے ایک بار پھر انکوائری کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... مردانہ آواز سنائی دی۔

''رنگ روڈ پر سردار محل کا نمبر دیں''...... صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ صدیقی نے ایک بار پھر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر رابطہ نمبر پریس کرنے کے بعد انکوائری آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر پریس کر دیا۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی تو صدیقی نے فون اٹھایا اور کنگ کے قریب پہنچ کر اس نے رسیور اس کے کان سے لگا دیا۔

''جو کچھ تم نے کہا ہے اسے کنفرم کراؤ''...... صدیقی نے کہا۔

''سردار محل''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک سخت مردانہ آواز سنائی دی۔

''کنگ بول رہا ہوں۔ سردار سے بات کراؤ''...... کنگ نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ہالو کریں''...... دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہوگئی۔

''ہالو''...... کچھ دیر بعد ایک بھاری سی لیکن چیختی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی۔

''کنگ بول رہا ہوں سردار''...... کنگ نے کہا۔

''کیوں فون کیا ہے۔ رقم تو تمہیں بھجوا دی گئی تھی''...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

''سپلائی ٹھیک پہنچ گئی تھی''...... کنگ نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن تم نے آج سے پہلے کبھی نہیں پوچھا۔ اب کیا بات ہوگئی ہے''...... سردار کے لہجے میں حیرت تھی۔

''سردار بچو۔ مجھے دشمنوں نے گھیر رکھا ہے''...... کنگ نے یکلخت چیختے ہوئے کہا تو صدیقی نے رسیور ایک جھٹکے سے کریڈل پر رکھ دیا۔

''ہا ہا ہا۔ میں نے تم سے انتقام لے لیا ہے۔ اب سردار قیامت تک تمہارا پیچھا کرے گا۔ ہا ہا ہا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے مجھے مار دینا ہے لیکن میں نے بھی تمہاری موت کا انتظام کر دیا ہے۔ ہا ہا

ہا''...... کنگ نے پاگلوں کے سے انداز میں قہقہے مار کر بولنا شروع کر دیا تو صدیقی نے دوسرا ہاتھ جیب میں ڈالا اور پھر جب اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا۔ دوسرے ہی لمحے پاگلوں کے سے انداز میں قہقہے مارتا ہوا کنگ چیختا ہوا وہیں کرسی پر ہی پھڑکنے لگا۔ گولیاں سیدھی اس کے دل میں اتر گئی تھیں۔ اس لئے وہ صرف چند لمحوں تک تڑپ سکا تھا۔ صدیقی نے فون واپس لا کر تپائی پر رکھ دیا۔

''اسے اچانک کیا ہو گیا تھا''...... چوہان نے کہا۔

''اس قماش کے لوگوں کا انجام ایسے ہی پاگل پن پر ہوتا ہے۔ اب اس کی لاش کسی ویران علاقے میں پھینکنا پڑے گی''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن اب آئندہ کا کیا پروگرام ہو گا''...... چوہان نے کہا۔

''جہان پور جا کر اب اس سردار کی گردن دبانا پڑے گی۔ ویسے یہ کوئی بین الاقوامی نیٹ ورک ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''تو پھر اس کے بارے میں تفصیلی پلاننگ کرو۔ اسے تو کنگ نے ہوشیار کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بیرون ملک نکل جائے''۔ چوہان نے کہا۔

''اتنی جلدی یہ لوگ نہیں بھاگتے۔ ہمیں بہرحال آج رات اس پر ریڈ کرنا ہو گا۔ تم سب رات کا کھانا کھا کر نو بجے یہاں پہنچ جانا۔ یہاں سے ہم باقاعدہ پلاننگ بنا کر رات کو ہی سردار محل پر ریڈ

کر دیں گے''...... صدیقی نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''اس کنگ کو کون پھینکے گا''...... نعمانی نے کہا۔

''میں اسے راستے میں کہیں پھینک کر اپنے فلیٹ پر جاؤں گا''۔ صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ سب پورچ کی طرف بڑھ گئے جہاں ان کی کاریں موجود تھیں۔

کار تیزی سے دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر سائیڈ سیٹ پر سلیمان اور عقبی سیٹ پر صابر ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔

''یہ تم کہاں جا رہے ہو۔ ہمارے صاحب کا گھر تو دوسری طرف ہے''...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صابر ڈرائیور نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔ یہاں ایک آدمی سے صرف دو منٹ بات کرنی ہے جو بزنس کے لئے بہت ضروری ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صابر نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار رانا ہاؤس کے جہازی سائز کے پھاٹک کے سامنے رکی اور ٹائیگر نے تین بار مخصوص انداز میں ہارن دیا تو پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور جوزف باہر آ گیا۔ جوزف کو دیکھ کر صابر کے چہرے پر قدرے حیرت کے تاثرات کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے۔

''پھاٹک کھولو جوزف۔ عمران صاحب سے بات کرنی ہے''۔

ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ سلیمان صاحب بھی ساتھ ہیں''...... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔

''یہ کالا دیو کون ہے''...... صابر نے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ چوکیدار ہے رانا ہاؤس کا''...... ٹائیگر نے جواب دیا اور پھاٹک کے کھلتے ہی وہ کار اندر لے گیا۔ کار کو پورچ میں روک کر وہ نیچے اترا۔ دوسری طرف سے سلیمان بھی نیچے اتر آیا جبکہ صابر نے بھی جو سفر کے دوران بے خیالی میں عقبی سیٹ پر تقریباً درمیان میں بیٹھا ہوا تھا، اس طرف کو کھسکنا شروع کر دیا جدھر سے ٹائیگر اترا تھا۔ پھر ٹائیگر نے اس طرح عقبی دروازہ کھولا تھا جیسے ڈرائیور مالکوں کے لئے دروازہ کھولتے ہیں اور صابر نے ابھی سر باہر نکالا ہی تھا کہ ٹائیگر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کٹاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ صابر کے حلق سے کراہ نکلی اور وہ وہیں گر گیا۔ ٹائیگر نے اس کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کیا تھا اور ایک ہی وار اس قدر نپا تلا تھا کہ صابر بے ہوش ہو گیا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے''...... جوانا کی آواز سنائی دی۔ وہ برآمدے سے اتر کر پورچ کی طرف آ رہا تھا۔

''ایک شکار لے آئے ہیں۔ تم اسے اندر راڈز والی کرسی میں جکڑ دو۔ میں عمران صاحب کو اطلاع دے دوں۔ انہوں نے کہا تھا

کہ وہ خود آ کر اس سے پوچھ گچھ کریں گے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آج سلیمان صاحب کیسے شکار میں شامل ہو گئے''...... جوانا نے قریب آ کر مسکراتے ہوئے کہا جبکہ جوزف نے صابر کو گھسیٹ کر کاندھے پر ڈالا اور عمارت کی طرف مڑ گیا۔

''شکار گاہ کی نشاندہی سلیمان صاحب نے کی تھی''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور تیزی سے اس طرف بڑھ گیا جہاں فون موجود تھا۔

''یہ کس قسم کا شکار ہے''...... جوانا نے کہا تو سلیمان نے اسے بچے کے اغوا سے لے کر اس کی لاش ملنے تک کی تفصیل بتا دی۔

''تو ابھی شک ہے۔ یہ کون ہے''...... جوانا نے کہا۔

''یہ ڈرائیور ہے اس خاندان کا''......سلیمان نے جواب دیا۔

''عمران صاحب آ رہے ہیں''...... کچھ دیر بعد ٹائیگر نے واپس آ کر کہا۔

''مجھے چھوڑ آؤ۔ میں نے رات کا کھانا تیار کرنا ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''جوانا۔ تم سلیمان کو فلیٹ پر چھوڑ دو۔ میں نے عمران صاحب کو بریفنگ دینی ہے''...... ٹائیگر نے جوانا سے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔ میں کار نکالتا ہوں''...... جوانا نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا پورچ کے نیچے بنے ہوئے گیراج کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار گیراج سے نکل کر پورچ میں آئی اور سلیمان کو سائیڈ پر بٹھا کر پھاٹک کی طرف بڑھ گئی جبکہ ٹائیگر پھاٹک کھولنے اور بند کرنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ جوانا کی کار باہر نکل جانے کے بعد ٹائیگر نے پھاٹک بند کیا اور پھر مڑ کر ٹارچنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ٹارچنگ روم میں جوزف موجود تھا۔

''جوانا کہاں گیا ہے''...... جوزف نے ٹائیگر سے پوچھا۔ صابر کو وہ کرسی پر بٹھا کر راڈز میں جکڑ چکا تھا۔

''سلیمان کو فلیٹ پر چھوڑنے۔ اس نے عمران صاحب کے لئے رات کا کھانا تیار کرنا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یہ ہے کون''...... جوزف نے پوچھا تو ٹائیگر نے اسے تفصیل بتا دی۔ اسی لمحے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی تو جوزف تیزی سے پلٹ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران ٹارچنگ روم میں داخل ہوا تو ٹائیگر نے اسے سلام کیا۔ عمران نے اسے سلام کا جواب دیا اور پھر آگے بڑھ کر وہ سامنے پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا تفصیل ہے اسے لے آنے کی۔ کہاں سے ملا ہے''۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے پوری تفصیل بتا دی۔

''جوزف۔ اسے ہوش میں لے آؤ لیکن خیال رکھنا ہم نے اس

سے معلومات حاصل کرنی ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوزف سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر اس نے ایک ہاتھ سے صابر کا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ یہ شاید عمران کی بات کا اثر تھا کہ وہ پوری قوت سے تھپڑ نہ مار رہا تھا اور پھر تیسرے تھپڑ پر صابر کراہتے ہوئے ہوش میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ڈھلکا ہوا جسم یکلخت ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے کہا۔

''صابر۔ مم۔ مگر یہ کیا ہے''...... صابر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم یوسف صاحب کے ہاں ڈرائیور ہو''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن تم کون ہو اور مجھے کیوں اس طرح جکڑ رکھا ہے۔ میں نے کیا کیا ہے۔ مجھے تو یہ لایا ہے کہ صاحب کو کار پر لے جانا ہے''...... صابر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ چونکہ عام ڈرائیوروں کی طرح موٹے دماغ کا آدمی تھا اس لئے وہ اس انداز میں بول رہا تھا۔ اسی لمحے دور سے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''جوانا آیا ہو گا۔ میں جاتا ہوں''...... عمران کے ساتھ بیٹھے ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''تم بیٹھو۔ جوزف جائے گا''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یس باس''...... جوزف نے کہا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''سنو صابر۔ تم نے معصوم کاشف کو اپنے ہاتھ سے گلا دبا کر ہلاک کیا ہے۔ یہ ایسا ظلم ہے کہ جسے کوئی بھی آدمی معاف نہیں کر سکتا۔ اگر تمہارے جسم کے ہزاروں ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو بھی تمہارے لئے یہ سزا کم ہے لیکن اگر تم اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتا دو اور تمام تفصیل بتا دو تو تمہارے ساتھ یہ رعایت کی جا سکتی ہے کہ تمہیں قانون کے حوالے کر دیا جائے۔ پھر قانون تمہیں چھوڑ دیتا ہے یا دس پندرہ سال سزا دیتا ہے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''میں نے کاشف کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ سب غلط ہے۔ میں کیوں اسے ہلاک کرتا۔ تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو''...... صابر نے تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے جوزف اور جوانا کمرے میں داخل ہوئے تو صابر انہیں دیکھ کر قدرے سمٹ گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دونوں کو اکٹھے دیکھ کر وہ ان سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔

''جوزف''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے جواب دیا۔

''الماری سے کوڑا نکال لاؤ اور اسے اس وقت تک صابر پر برساتے رہو جب تک یہ سچ نہ بول دے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے کہا اور مڑ کر الماری کی طرف بڑھ

گیا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے مت مارو۔ میں قاتل نہیں ہوں۔ میں بے گناہ ہوں''...... صابر نے یکلخت چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا لیکن عمران اور اس کے ساتھی اس طرح خاموش تھے جیسے وہ مکمل طور پر بہرے ہوں۔

''اس کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ میں دس تک گنوں گا۔ اگر دس گننے تک اس نے سچ نہ بولا تو پھر تم نے حرکت میں آ جانا ہے اور جب تک اس کی روح نہ نکل جائے تم نے نہیں رکنا۔ معلومات ہم اس کے دوستوں سے حاصل کر لیں گے''...... عمران نے بڑے خشک لہجے میں جوزف سے مخاطب ہو کر کہا جو الماری سے کوڑا نکال لایا تھا۔

''یس باس''...... جوزف نے کوڑے کو ہوا میں چٹخاتے ہوئے کہا۔

''ایک۔ دو۔ تین۔ چار''...... عمران نے رک رک کر گنتی شروع کر دی۔

''میں بے گناہ ہوں۔ میں بے گناہ ہوں''...... صابر نے حلق کے بل چیختے ہوئے مسلسل بولنا شروع کر دیا لیکن عمران کی گنتی جاری رہی۔ جیسے جیسے گنتی آگے بڑھ رہی تھی ویسے ویسے صابر کا چہرہ نہ صرف بگڑتا جا رہا تھا بلکہ پسینہ کسی آبشار کی طرح اس کے چہرے سے بہنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید خوف کے

تاثرات ابھر آئے تھے۔ ادھر جوزف بھی گنتی کے ساتھ ساتھ کوڑا مسلسل ہوا میں چٹخائے چلا جا رہا تھا۔ ان سب کیفیات نے مل کر ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ صابر کی حالت لمحہ بہ لمحہ تباہ ہوتی جا رہی تھی۔

''رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ ہاں۔ میں نے کاشف کو مارا ہے۔ میں مجبور تھا''...... ابھی عمران آٹھ تک پہنچا تھا کہ صابر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''بولتے جاؤ ورنہ گنتی جاری رہے گی۔ بولو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو صابر نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

''تمہارے ساتھ کون کون تھے''...... عمران نے پوچھا۔

''ہم تین ساتھی ہیں''...... صابر نے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کے نام بتا دیئے۔

''تم کہہ رہے ہو کہ تم نے پہلی بار یہ کام کیا ہے جبکہ تمہارے ساتھی ٹرینڈ ہیں۔ پھر کیسے کیا تم نے''...... عمران نے کہا۔

''یہ دونوں جہان پور کے سردار کے ملازم ہیں جو لڑکیاں اغوا کراتا ہے اور انہیں ملک سے باہر فروخت کرتا ہے۔ یہ دونوں بچوں کو اغوا کرتے ہیں اور ان کے والدین سے تاوان وصول کرتے ہیں۔ ایک بار میں نے کاشف کے والد کی امارت کی بات ان سے کر دی تو انہوں نے کاشف کو تاوان کے لئے اغوا کرنے کا پروگرام بنا لیا لیکن میں نے انکار کر دیا لیکن انہوں نے مجھے مجبور کر دیا۔ پھر

ایک روز میں نے کاشف کو سکول چھوڑا اور پھر واپس لینے کے لئے دانستہ دیر سے گیا تو میرا نام لے کر میرے ساتھی کاشف کو سردار کے ڈیرے پر لے گئے۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے مجھے کاشف کے سامنے آنے سے روک دیا۔ جب تاوان مل گیا تو انہوں نے کاشف کو واپس کرنے کا پروگرام بنایا لیکن پھر کاشف کی بدقسمتی کہ اس نے مجھے دیکھ لیا جس پر پہچان لئے جانے کے خوف سے مجھے اس کا گلا دبا کر اسے ہلاک کرنا پڑا''...... صابر نے کہا اور آخر میں اس نے ہچکیاں لے لے کر رونا شروع کر دیا۔

''یہ سردار کہاں رہتا ہے جس کا تم حوالہ دے رہے ہو''۔ عمران نے کہا۔

''یہ بہت بڑا آدمی ہے۔ پولیس، انٹیلی جنس حکام اور حکومت سب اس سے ڈرتے ہیں اس کا محل رنگ روڈ پر ہے۔ یہ بہت بڑا زمیندار اور لڑکیوں کا سمگلر ہے''...... صابر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''کاشف کے تاوان کی جو رقم ملی تھی وہ کس نے لی ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''ہم تینوں نے۔ میں نے اپنے حصے کی رقم اپنے بھائی کو دے دی۔ میں نے اسے بتایا کہ میرا بانڈ نکل آیا ہے اس نے اس لئے یقین کر لیا کہ میں پرائز بانڈ خریدتا رہتا ہوں''...... صابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا نام ہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے''...... عمران نے پوچھا۔

''ایک کا نام سلامت ہے۔ سب اسے گینڈا سلامت کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی گینڈے کی طرح پلا ہوا ہے اور سردار کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔ وہ وہیں محل میں ہی رہتا ہے۔ دوسرے کا نام غلام احمد ہے اور سب اسے گامو کہتے ہیں۔ وہ بھی وہیں رہتا ہے''...... صابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے ایک بچے کو اغوا کر کے اسے ہلاک کیا ہے اس لئے تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صابر کوئی احتجاج کرتا مشین پسٹل سے چلی ہوئی گولیاں اس کے سینے میں اتر گئیں اور اس کا جسم دو جھٹکے کھا کر ساکت ہو گیا۔ عمران نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر اس کے پیچھے تھا۔

''اس کی لاش کا کیا کرنا ہے باس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''برقی بھٹی میں ڈال کر راکھ کر دو۔ ایسے بے درد اور سفاک لوگوں کو زمین بھی قبول نہیں کر سکتی''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور ٹارچنگ روم سے نکل کر اس طرف بڑھ گیا جدھر کمرے میں فون موجود تھا۔

انتہائی شاندار انداز میں سجائے گئے کمرے میں موجود ایک آرام دہ کرسی پر تقریباً لیٹے ہوئے انداز میں سردار بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے ٹی وی کی بڑی سی سکرین دیوار پر نصب تھی جس پر ناچ گانے کا پروگرام دکھایا جا رہا تھا۔ سردار ہاتھ میں موجود بوتل میں سے گھونٹ گھونٹ شراب پیتا اور سکرین پر ناچنے والی نیم عریاں لڑکیوں کو دیکھ کر اس طرح مسکراتا جیسے یہ سب کچھ اسے پسند آ رہا ہو۔ سائیڈ پر ایک میز تھی جس پر فون سیٹ موجود تھا۔ اچانک فون کی مترنم گھنٹی رک رک کر بجنے لگی تو اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

''یس''...... سردار نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کنگ کی کال ہے سردار۔ بات کریں''...... فون آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہالو''...... سردار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کنگ بول رہا ہوں سردار''...... دوسری طرف سے کنگ کی آواز سنائی دی۔

''کیوں فون کیا ہے۔ رقم تو تمہیں بھجوا دی گئی تھی''...... سردار نے سخت لہجے میں کہا۔

''سپلائی ٹھیک پہنچ گئی تھی''...... دوسری طرف سے کنگ نے کہا تو سردار بے اختیار اچھل پڑا۔

''ہاں۔ لیکن تم نے آج سے پہلے کبھی نہیں پوچھا۔ اب کیا بات ہوگئی ہے''...... سردار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سردار بچو۔ مجھے دشمنوں نے گھیر رکھا ہے''...... دوسری طرف سے کنگ نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ کٹ گیا تو چند لمحوں تک تو سردار حیرت سے بت بنا بیٹھا رہا۔ اس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے لیکن پھر جیسے اس کے ذہن میں کنگ کی آخری بات گونجی تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ اسے سمجھ آ گئی تھی کہ کنگ کو دشمنوں نے گھیر رکھا ہے اور وہ اس سے زبردستی فون کروا رہے ہیں۔

''ہالو۔ ہالو''...... سردار نے چیختے ہوئے کہا لیکن فون بند ہو چکا تھا۔ اس نے جلدی سے فون سیٹ کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

''یس سردار''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کنگ کی کال کہاں سے آئی تھی۔ اس کے ڈیرے سے یا کہیں اور سے''...... سردار نے چیخ کر کہا۔

”یہ کال نئے نمبر سے تھی سردار۔ البتہ وائس چیکنگ کمپیوٹر نے آواز او کے کر دی تھی“...... فون آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”نیا نمبر کہاں کا ہے۔ جلدی سے چیک کر کے مجھے بتاؤ لیکن معلومات حتمی ہونی چاہئیں“...... سردار نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ دشمن کون ہو سکتے ہیں۔ سب کو تو منتھلیاں باقاعدہ پہنچ رہی ہیں۔ کیا یہ کوئی نیا گروپ ہے“...... سردار نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”ہالو“...... سردار نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”جناب سردار۔ کنگ کی کال دارالحکومت کی کارسن کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ سے کی گئی ہے۔ یہ حتمی بات ہے“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”وہاں فون کر کے دیکھو۔ کیا ہے“...... سردار نے کہا۔

”میں نے ایکسچینج کے ایک مخصوص ذرائع سے معلومات حاصل کی ہیں۔ اب آپ حکم کریں تو وہ نمبر ڈائل کر کے چیکنگ کر لوں“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تم فوراً راجہ سے میری بات کراؤ“...... سردار نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے

ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہالو“...... سردار نے تیز لہجے میں کہا۔

”راجہ بول رہا ہوں جناب“...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

”راجہ۔ اپنے گروپ سمیت کارسن کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے پر پہنچو۔ وہاں ہمارے دشمنوں نے کنگ کو گھیر رکھا ہے۔ تم نے ان دشمنوں کو کنگ سمیت موت کے گھاٹ اتار دینا ہے۔ وہاں سے ایک آدمی بھی زندہ بچ کر نہ جائے۔ سب کے ٹکڑے اڑا دو پھر مجھے رپورٹ دو“...... سردار نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کنگ کا کیا کرنا ہے سردار“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”میں نے کہا ہے کہ اس کا بھی خاتمہ کر دو۔ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ اب وہ ہمارے لئے بے کار ہے“...... سردار نے چیختے ہوئے کہا۔

”حکم کی تعمیل ہو گی سردار“...... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنو سنو۔ میرا حکم دوبارہ سنو“...... یکلخت سردار نے چیختے ہوئے کہا۔

”یس۔ حکم دیجئے سردار“...... راجہ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے لہجے میں کوئی حیرت نہ تھی۔ وہ سردار کی طرف سے ایسی باتوں کا عادی ہو چکا تھا۔

”میں خود ان کے ٹکڑے اڑاؤں گا۔ تم انہیں بے ہوش کر کے یہاں محل میں پہنچا دو“...... سردار نے دوسرا حکم دیتے ہوئے کہا۔

”حکم کی تعمیل ہو گی سردار“...... راجہ نے کہا تو سردار نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بٹن پریس کر دیا۔

”حکم جناب سردار“...... دوسری طرف سے فون آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”راجہ کچھ بے ہوش افراد کو لے آئے گا۔ ان سب کو کرسیوں کے ساتھ رسیوں سے اچھی طرح باندھ کر مجھے اطلاع دینا“۔ سردار نے کہا۔

”حکم کی تعمیل ہو گی جناب سردار“...... دوسری طرف سے فون آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو سردار نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بٹن پریس کر کے فون کو ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”راک کارپوریشن“...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سردار بول رہا ہوں۔ جامو سے بات کراؤ“...... سردار نے کہا۔

”دس منٹ بعد دوبارہ کال کریں۔ جناب جامو ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہیں“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا

اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سردار نے رسیور رکھ دیا۔ جامو کوڈ نام تھا اور جامو وہ آدمی تھا جو پورے پاکیشیا سے اغوا شدہ لڑکیاں بیرون ملک بھجوانے کا ہر ماہ بندوبست کرتا تھا۔ کنگ نے چونکہ دشمنوں کا ذکر کیا تھا اور کنگ کے دشمن وہی ہو سکتے تھے جو کنگ کو ایسی لڑکیوں کے اغوا کے کاروبار سے روکنا چاہتے ہوں گے اور خود یہ وسیع اور انتہائی منافع بخش کاروبار کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہوں گے اس لئے وہ جامو سے بات کرنا چاہتا تھا تاکہ معلوم کر سکے کہ لڑکیاں بیرون ملک چلی گئی ہیں یا نہیں۔ بہرحال اب اسے دس منٹ انتظار کرنا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کہ جو کام اس نے راجہ کے ذمے لگایا ہے اس میں کچھ وقت بہرحال لگ جائے گا اور پھر ان بے ہوش افراد کو دارالحکومت سے کافی فاصلے پر موجود جہان پور شفٹ کرنے میں بھی وقت لگے گا اور یہ سب اس نے اس لئے کیا تھا کہ وہ معاملات کی تہہ تک خود پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر دس منٹ بعد اس نے ایک بار پھر جامو کو فون کیا۔

”یس سر۔ ہولڈ کریں“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہاں۔ میں جامو بول رہا ہوں سردار۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات“...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجے میں بڑا دبدبہ تھا۔

”مال اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکا ہے یا نہیں“...... سردار نے پوچھا۔

''نہیں۔ رات گئے روانہ ہو گا جیسے ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ کیوں کیا ہوا ہے۔کوئی گڑ بڑ ہے''...... جامو نے کہا۔

''ہاں۔ کنگ نے مجھے فون کر کے بتایا ہے کہ اسے اس کے دشمنوں نے گھیر لیا ہے اس لئے میں ان سے بچ کر رہوں۔ پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ یہ فون دارالحکومت کی ایک کوٹھی سے کیا گیا تھا۔ میں نے اپنے راجہ گروپ کو حکم دے دیا ہے کہ وہ اس کوٹھی پر ریڈ کرے اور وہاں موجود افراد کو بے ہوش کر کے میرے پاس پہنچا دے تاکہ میں ان سے ان کا تمام پس منظر معلوم کر کے اس مکمل گروپ کا خاتمہ کرا سکوں تاکہ ہمارے خلاف آئندہ کسی کو نظر اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہو سکے''...... سردار نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''یہ کنگ نے کن لوگوں کو دشمن کہا ہے۔ ہمارے دشمن کون ہو سکتے ہیں۔ ہم تو ہر جگہ حصہ پہنچاتے ہیں''...... جامو نے کہا۔

''یہی معلوم کرنے کے لئے تو میں نے انہیں بے ہوش کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ میں وہ پوری کوٹھی ہی میزائلوں سے اڑوا دیتا''۔ سردار نے کہا۔

''تم نے اچھا کیا ہے۔ مجھے نتائج کے بارے میں ضرور آگاہ کرنا اور یہاں کے بارے میں فکر نہ کرو۔ ہمارے انتظامات ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا''...... جامو نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سردار نے ایک طویل

سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر نجانے کتنا وقت گزر گیا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سردار نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ہالو''...... سردار نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''راجہ پانچ بے ہوش افراد اور ایک لاش دے گیا ہے۔ بے ہوش افراد کو آپ کے حکم کے مطابق کرسیوں پر بٹھا کر رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا گیا ہے جبکہ لاش کو ویسے ہی رکھ دیا گیا ہے۔ مزید حکم فرمائیں''...... دوسری طرف سے بولنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کس کی لاش ہے۔ کیا تم پہچانتے ہو''...... سردار نے کہا۔

''جی سردار۔ یہ کنگ کی لاش ہے۔ اسے سینے میں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار بے اختیار اچھل پڑا۔

''کنگ کی لاش۔ اوہ۔ تو دشمنوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ بہت برا کیا۔ اب میں انہیں عبرت ناک موت ماروں گا۔ میں آ رہا ہوں''...... سردار نے چیختے ہوئے کہا اور پھر رسیور کریڈل پر پٹخ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا۔ غصے کی شدت سے اس کا سرخ و سفید چہرہ قندھاری انار کی طرح گہرا سرخ ہو گیا تھا۔

صدیقی اور اس کے ساتھی ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے ہاٹ کافی پینے میں مصروف تھے جو ان کے لئے ہیڈکوارٹر کے ملازم ہاشم نے بنائی تھی۔ کنگ سے سردار کے بارے میں جو معلومات ملی تھیں اس سے یہ بات سامنے آ گئی تھی کہ ملک میں لڑکیوں کو اغوا کر کے انہیں مختلف مقاصد کے لئے اندرون ملک یا بیرون ملک فروخت کرنے کا انتہائی مکروہ دھندہ مسلسل جاری ہے اور کنگ اس مکروہ دھندے کی ایک چھوٹی مچھلی ہے جبکہ اس سے بڑی مچھلی جہان پور کا سردار نامی شخص ہے۔ گو صدیقی نے کنگ سے فون کرا کر اس بات کو کنفرم بھی کر لیا تھا اور صدیقی نے وہاں فوری ریڈ کرنے کا عندیہ دیا تھا لیکن نعمانی اور چوہان کا خیال تھا کہ کنگ نے جس طرح اسے دشمنوں سے بچنے کی بات کی تھی اس کے بعد سردار کسی صورت بھی محل میں بیٹھا نہیں رہے گا۔ وہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے انڈرگراؤنڈ ہو جائے گا اور اس وقت تک سامنے نہیں آئے گا

جب تک اسے یقین نہ آ جائے گا کہ اس کے دشمن اب اس تک پہنچنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں البتہ خاور کا خیال تھا کہ جب تک کنگ کی لاش سامنے نہ آئے اس وقت تک سردار صرف کنگ کی بات پر اعتبار کر کے انڈر گراؤنڈ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فوری ریڈ کرنا زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ اس پر کافی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے اس سردار کے بارے میں جہان پور جا کر مزید معلومات حاصل کی جائیں اور پھر ان معلومات کو پیش نظر رکھ کر ریڈ کیا جائے کیونکہ مقصد صرف سردار کو ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ اس مکروہ کاروبار کے مکمل نیٹ ورک کو ختم کرنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ملازم ہاشم کو کہہ کر ہاٹ کافی بنوائی اور اس وقت وہ ہاٹ کافی پینے کے ساتھ ساتھ آئندہ آنے والے حالات کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک صدیقی چونک پڑا جب باہر سے اسے ہلکے ہلکے دھماکے سے سنائی دیئے جیسے پٹاخے بجائے جاتے ہیں۔

''یہ کیسی آوازیں ہیں''...... صدیقی نے چونکتے ہوئے کہا اور باقی ساتھی بھی چونکے تھے کہ صدیقی کو یکلخت اپنا ذہن کسی تیز رفتار لٹو کی طرف گھومتا محسوس ہوا۔ اس نے اپنے ذہن کو کنٹرول کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا ذہن تاریکیوں میں جیسے ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں بجلی چمکتی ہے اس طرح اس کے ذہن پر چھائے ہوئے اندھیرے میں روشنی نمودار ہونے

لگی اور شعور میں آتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے اس کے گال پر دھماکہ ہوا اور درد کی تیز لہریں سی اس کے جسم میں دوڑتی چلی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے گال پر دھماکہ ہوا اور ایک بار پھر اس کے جسم میں درد کی لہریں سی دوڑتی چلی گئیں اور اس کا ذہن ان دھماکوں کی نوعیت جان گیا۔ یہ اس کے گالوں پر زور دار تھپڑ مارے جانے کی آوازیں تھیں۔ اس کے جسم نے جھٹکا کھایا لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو ایک آدمی سامنے کھڑا اسے تھپڑ مار رہا تھا اور سامنے بہت سی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مقامی لباس پہن رکھا تھا اور اس کے کپڑوں کو باقاعدہ کلف لگایا گیا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور چہرے سے وہ کوئی بڑا بدمعاش نظر آ رہا تھا۔ صدیقی نے گردن گھمائی تو اس کے دائیں ہاتھ پر اس کے ساتھی کرسیوں پر رسیوں سے بندھے بیٹھے تھے۔ ان میں ہاشم بھی شامل تھا جس کے منہ پر بھی تھپڑ مارے جا رہے تھے۔ تھپڑ مارنے والا ایک بھینسے کی طرح پلا ہوا آدمی تھا جس کا سر گنجا اور چہرے پر بے پناہ کرختگی نمایاں تھی۔ ہاشم کے منہ سے چیخ نکلی تو وہ بھینسے کی طرح پلا ہوا آدمی واپس پلٹ گیا۔

”تمہارا لیڈر کون ہے“...... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی اس کے بولنے اور اس کی آواز

سے پہچان گیا کہ یہی وہ سردار ہے جس سے اس نے فون پر کنگ کی بات کرائی تھی اور اسے اس بار سائیڈ پر پڑی ہوئی کنگ کی لاش بھی نظر آ گئی۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ تو سردار محل پر ریڈ کرنے کے بارے میں بحث ہی کرتے رہے جبکہ سردار نے کسی طرح ان کے ہیڈکوارٹر کو کھوج لگا کر وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرائی اور دھماکوں کی ہلکی آوازیں گیس کیپسول پھٹنے کی تھیں جس سے وہ بے ہوش ہو گئے تو انہیں کنگ کی لاش سمیت یہاں لایا گیا اور اب انہیں ہوش میں لایا گیا ہے۔

”پہلے تم اپنا تعارف کراؤ تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے کہ ہم کس کی قید میں ہیں“...... صدیقی نے کہا تو سردار، صدیقی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”تو تم ہو اس گروپ کے لیڈر۔ تم نے کنگ کو کیوں ہلاک کیا ہے“...... سردار نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ خاصا سخت تھا جبکہ صدیقی ہوش میں آتے ہی اپنے عقب میں موجود رسی کی گانٹھیں کھولنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو جس انداز میں باندھا گیا تھا وہ عام بدمعاشوں جیسا سٹائل تھا جسے نہ صرف آسانی سے کھولا جا سکتا تھا بلکہ رسیاں ہٹائی بھی جا سکتی تھیں البتہ ایک علیحدہ رسی اس کے گلے کے گرد ڈال کر اسے کرسی کی پشت سے اس طرح باندھ دیا گیا تھا کہ اسے ہٹانے کے لئے بازوؤں کو حرکت میں لانا ضروری تھا اور صدیقی ایسے

بدمعاشوں کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ یہ اچانک ہی فوری اشتعال میں آ جایا کرتے تھے اور سامنے بیٹھا ہوا سردار اسی فطرت کا حامل لگتا تھا اس لئے صدیقی بہت تحمل بھرے انداز میں اس کی باتوں کا جواب بھی دے رہا تھا اور ساتھ ساتھ بازوؤں کو رسی کی بندش سے آزاد کرانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ اس کے ساتھی بھی ایسی ہی جدوجہد میں مصروف ہوں گے۔

”کنگ کے آدمیوں نے ہماری ایک رشتہ دار لڑکی کو اس کے باپ کے سامنے زبردستی اغوا کر لیا جسے سینکڑوں لوگوں نے دیکھا۔ میں بھی وہاں سے گزر رہا تھا۔ پھر ہمیں بھی معلوم ہو گیا تو ہم نے اس کار کا تعاقب کیا جس میں لڑکی کو لے جایا گیا تھا اور پھر ہم اس کار کا پیچھا کرتے ہوئے کنگ کے ڈیرے تک پہنچ گئے۔ وہاں ہم پر فائر کھولا گیا تو ہم نے بھی جوابی فائر کھول دیا۔ جس پر کنگ نے ہم سے معاہدہ کر لیا اور لڑکی ہمیں واپس کر دی اور ہم واپس دارالحکومت آ گئے“...... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اسی لئے اس نے پانچ کی بجائے چار لڑکیاں بھجوائی تھیں اور پوچھنے پر کہا گیا تھا کہ پانچویں لڑکی بھاگ گئی ہے لیکن پھر تم نے کنگ کو ہلاک کیوں کیا“...... سردار نے کہا۔

”اس کے آدمیوں نے دوسرے روز بھی اس لڑکی کو اس کے گھر سے اٹھانے کی کوشش کی جو ناکام ہوئی جس پر ہمیں غصہ آ گیا کہ اس کنگ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ ہم دوبارہ اس کنگ کے ڈیرے

پر گئے اور اسے اٹھا لائے“...... صدیقی نے جواب دیا۔

”تم نے فون پر مجھ سے اس کی بات کیوں کرائی۔ بولو“۔ سردار نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس نے بتایا تھا کہ مجھے سردار نے حکم دیا تھا کہ لڑکی کو دوبارہ اٹھا لو۔ ہم نے کہا کہ سردار سے تصدیق کرائے تو ہم اسے چھوڑیں گے لیکن جب بات ہوئی تو اس نے خود ہی شور مچا دیا کہ اسے دشمنوں نے گھیر رکھا ہے اور اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن وہ مارا گیا“...... صدیقی نے جواب دیا۔ اب وہ سوائے گردن کے باقی رسیاں کھول چکا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ سردار کچھ اور کہتا اس کی جیب سے گھنٹی کی آواز سنائی دی تو اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک سیل فون نکال کر اس نے سکرین کو دیکھا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے رابطے کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

”ہالو۔ سردار بول رہا ہوں“......سردار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ پھر دوسری طرف سے آنے والی آواز سنتا رہا۔

”اچھا۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر سے ابھی پہنچ جاؤں گا دس منٹ میں“...... سردار نے کہا اور فون آف کر کے اس نے اسے جیب میں ڈالا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”مجھے ایک اہم میٹنگ میں دارالحکومت جانا ہے میں ہاشو کو ہدایات دے جاتا ہوں۔ تم ہاشو سے مل کر ان سے ضروری پوچھ گچھ

کچھ کرو گے اور پھر انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں دور کہیں ویرانے میں پھینک دینا''...... سردار نے تیز تیز لہجے میں کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ گنجا بھینسے کی طرح پلا ہوا آدمی بھی اس کے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ شاید پوری طرح مطمئن تھے کہ صدیقی اور اس کے ساتھی بندھے ہوئے ہیں اس لئے وہ مکمل طور پر بے بس ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ دونوں ان کی رسیاں چیک کئے بغیر اطمینان سے باہر چلے گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے اس مہلت کا فوری فائدہ اٹھایا اور چند لمحوں بعد صدیقی سمیت اس کے تینوں ساتھی رسیوں سے آزاد ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے گلوں میں موجود رسیاں بھی کھول لی تھیں البتہ ہاشم ویسے ہی رسیوں سے بندھا ہوا اس طرح خاموش بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ بے حد خوفزدہ ہو۔

''آؤ چلیں۔ ہم نے ان دونوں کو دروازے پر ہی گرفت میں لینا ہے''...... صدیقی نے کہا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں سمیت تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ باہر خاموشی طاری تھی لیکن وہ سب دیواروں کے ساتھ پشت لگا کر کھڑے تھے۔ باہر وہ اس لئے نہ جا رہے تھے کہ ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا اور باہر کے حالات سے وہ واقف ہی نہ تھے پھر انہیں دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی تو وہ سمجھ گئے کہ سردار ہیلی کاپٹر پر دارالحکومت جا رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر انہیں خاصی حیرت ہوئی تھی۔

شاید یہ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ سردار کے پاس پرائیویٹ ہیلی کاپٹر موجود ہو گا۔ پھر کچھ دیر بعد انہیں باہر سے قدموں کی آوازیں نزدیک آتی سنائی دیں۔ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں تھیں۔ پھر یہ آوازیں ایک لمحے کے لئے دروازے کے سامنے آ کر رکیں۔

''ارے یہ کیا''...... دونوں نے یکلخت انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ دونوں ہوا میں اڑتے ہوئے قلابازیاں کھا کر زور دار دھماکوں سے نیچے فرش پر گرے۔ یہ کارروائی صدیقی اور نعمانی کی تھی۔ انہوں نے ایک ایک کا گلا ہاتھ میں پکڑا اور پھر مخصوص انداز میں ایک زور دار جھٹکے سے بازو گھمایا تو بھینسے کی طرح پلا ہوا اور دوسرا لمبے قد اور بھاری ورزشی جسم کا مالک ہاشو دونوں غباروں کی طرح اڑتے ہوئے ہوا میں قلابازیاں کھا کر نیچے فرش پر جا گرے تھے۔ ان کے نیچے گرتے ہی صدیقی اور نعمانی تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے اپنا ایک ایک ہاتھوں دونوں کے سروں اور کاندھوں پر رکھ کر مخصوص انداز میں جھٹکے دیئے تو ان کے مسخ ہوتے ہوئے چہرے دوبارہ نارمل ہونا شروع ہو گئے۔ قلابازی کھا کر نیچے گرنے سے ان کی گردنوں میں بل آ گئے تھے جس کی وجہ سے خون کا دل کی طرف بہاؤ رک رہا تھا۔ اگر صدیقی اور نعمانی فوری طور پر ان کی گردنوں کے بل نہ نکالتے تو وہ دونوں چند لمحوں بعد یقینی طور پر ہلاک ہو جاتے۔ پھر ان دونوں کی جیبوں سے مشین پسٹلز نکال لئے گئے۔

''چوہان اور خاور تم یہیں رکو کیونکہ مزید اسلحہ نہیں ہے۔ باہر نجانے کس قسم کے حالات ہوں۔ ہم آ رہے ہیں''...... صدیقی نے کہا تو خاور اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''ہاشم کو بھی کھول دو۔ بے چارہ سہما بیٹھا ہے''...... صدیقی نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو اسے برآمدہ اور اس کے ستون نظر آئے۔ برآمدے میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ صدیقی باہر آ گیا۔ اس کے پیچھے نعمانی بھی باہر آ گیا۔ یہ واقعی کوئی محل نما عمارت تھی۔ وہ دونوں بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھتے رہے۔ زیادہ تر کمروں کے دروازے بند تھے۔ ایک کمرے میں شراب کی آدھی پی ہوئی بوتل میز پر رکھی ہوئی تھی۔ میز کے ساتھ کرسی بھی موجود تھی اور سامنے دیوار پر ٹی وی سکرین نصب تھی۔ وہاں موجود کرسی اس انداز میں پڑی تھی کہ جیسے ابھی کوئی اس پر سے اٹھ کر گیا ہو۔ ایک کمرے سے باتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ کئی افراد کی آوازیں تھیں۔ صدیقی نے اپنے پیچھے آنے والے نعمانی کو اشارہ کیا اور خود اچھل کر کمرے کے کھلے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اندر پانچ افراد تھے جو ایک گول میز کے گرد بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔

''ارے یہ کون ہے''...... ان میں سے ایک نے اچھل کر چیختے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی ان پانچوں کے منہ سے چیخیں نکلیں اور ان میں سے تین کرسیوں سمیت

نیچے جا گرے جبکہ دو کرسیوں پر سے نیچے لڑھک گئے۔ صدیقی نے فائرنگ اس انداز میں کی تھی کہ انہیں اٹھنا تو ایک طرف پھڑکنے کا بھی زیادہ موقع نہ مل سکا تھا۔ باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو صدیقی تیزی سے مڑا لیکن اسی لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی دو افراد کے چیخنے اور نیچے گرنے کی آوازیں سنائی دیں تو صدیقی باہر نکل آیا۔ سامنے برآمدے میں دو افراد پڑے تڑپ رہے تھے جبکہ نعمانی ایک ستون کی اوٹ میں موجود تھا۔

''میں یہیں ٹھہرتا ہوں۔ تم ان کا اسلحہ لے کر اپنے ساتھیوں کو دو اور پھر یہاں ہر طرف مکمل تلاشی لو''...... صدیقی نے کہا تو نعمانی تیزی سے دوڑتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے ساکت ہو جانے والے افراد کے ہاتھ سے گرنے والے مشین پسٹلز جھپٹے اور دوڑتا ہوا اس طرف کو چلا گیا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔ صدیقی بے حد محتاط انداز میں ہر طرف گھوم گھوم کر نگاہ ڈال رہا تھا لیکن کوئی آہٹ تک سنائی نہ دی۔ پھر نعمانی کے ساتھ خاور اور چوہان بھی وہاں پہنچ گئے۔

''تم ادھر چیکنگ کرو نعمانی اور خاور اور چوہان تم میرے ساتھ آؤ۔ ہم نے راؤنڈ لگا کر واپس اسی کمرے میں پہنچنا ہے جہاں ہمیں باندھا گیا تھا''...... صدیقی نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے میں وہ پوری عمارت کا راؤنڈ لگا

کر واپس اس کرسیوں والے کمرے میں پہنچ گئے۔ جو لوگ ہلاک ہوئے تھے اور جو دو بے ہوش پڑے تھے ان کے علاوہ اور کوئی آدمی نہ تھا۔

''یہاں کوئی عورت نہیں ہے حالانکہ یہ سردار ٹائپ لوگ عورتوں کے بغیر اپنے آپ کو نامکمل سمجھتے ہیں''...... چوہان نے کہا۔

''اچھا ہے کہ نہیں ملی ورنہ اسے بھی ہلاک کرنا پڑتا۔ نعمانی اور خاور تم دونوں ہیلی پیڈ کے قریب چھپ کر رہو۔ سردار کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔ میں ان سے مزید معلومات حاصل کرلوں''......صدیقی نے کہا تو نعمانی اور خاور دونوں اس طرف کو بڑھ گئے جہاں باقاعدہ ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا جبکہ صدیقی اور چوہان اس کمرے میں آ گئے جہاں ہاشم ایک کونے میں سہما ہوا کھڑا تھا۔

''بیٹھ جاؤ ہاشم اور بے فکر رہو۔ موت اپنے وقت سے پہلے نہیں آتی''...... صدیقی نے اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا تو ہاشم کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا اور وہ آگے بڑھ کر ایک طرف پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ صدیقی اور چوہان نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے ہاشو اور بھینسے کی طرح پلے ہوئے آدمی کو اٹھا کر کرسیوں پر ڈالا اور پھر ان دونوں کو رسیوں سے باندھ دیا۔

''پہلے اس ہاشو کو ہوش میں لے آؤ۔ یہ اپنے انداز سے ان کا انچارج لگتا ہے''...... صدیقی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو چوہان نے ورزشی جسم کے مالک ہاشو کا سر ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے

ہاتھ سے اس نے پے در پے اس کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے تھپڑ پر ہاشو چیختا ہوا ہوش میں آ گیا تو چوہان پیچھے ہٹ کر صدیقی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاشو کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''تم۔ تم تو رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ پھر کس نے کھولا تمہیں۔ یہ سب کیا ہے۔ ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔ وہ کیوں نہیں آئے''...... ہاشو نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں کہا۔

''تمہارے اور اس گنجے کے علاوہ اب اس محل میں کوئی زندہ نہیں بچا اور اگر تم نے بھی تعاون نہ کیا تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا''......صدیقی نے سخت لہجے میں کہا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔ سات آٹھ مسلح افراد کیسے اکٹھے مارے جا سکتے ہیں''...... ہاشو کی آواز میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

''تم یہ بتاؤ کہ سردار ہیلی کاپٹر پر کہاں گیا ہے اور کب آئے گا''......صدیقی نے کہا۔

''وہ سردار ہے۔ میرا ملازم تو نہیں ہے کہ مجھے بتا کر جائے۔ اس کی مرضی، جہاں چاہے جائے اور جب چاہے واپس آئے''۔ ہاشو نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''میرا خیال ہے صدیقی کہ اس گنجے کو ہوش میں لایا جائے اور اس ہاشو کو گولی مار دی جائے۔ یہ ضرورت سے زیادہ ذہین بننے کی کوشش کر رہا ہے''...... ساتھ بیٹھے ہوئے چوہان نے کہا۔

''آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو تعاون کرو۔ ورنہ''...... صدیقی نے کہا۔

''میں نے بتایا تو ہے کہ وہ سردار ہے۔ وہ بتا کر نہیں جاتا اور نہ ہی واپس آنے کی اطلاع دیتا ہے''...... ہاشو نے اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ پھر تم بھی چھٹی کرو''...... صدیقی نے مشین پسٹل والا ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر سختی اور سفاکی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم واقعی گولی چلانے والے ہو۔ سنو۔ میں بتاتا ہوں لیکن حلف دو کہ تم مجھے نہیں مارو گے''...... ہاشو کو صدیقی کے چہرے پر جانے کیا تاثرات نظر آئے تھے کہ اس نے چیخ چیخ کر بولنا شروع کر دیا۔

''ہم حلف نہیں اٹھایا کرتے البتہ وعدہ رہا کہ اگر تم نے مکمل تعاون کیا تو میں تمہیں نہیں ماروں گا''...... صدیقی نے کہا۔

''سردار اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر پر کافرستان کی سرحد پر واقع شہر گرونی جاتا ہے۔ وہاں پاکیشیا اور کافرستان کے اسمگلروں کی میٹنگ ہوتی ہے''...... ہاشو نے کہا۔

''عورتوں کے سمگلروں کی''...... صدیقی نے کہا۔

''سب کی۔ اسلحہ، ڈرگ، عورتیں اور بہت کچھ''...... ہاشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کب واپسی ہو گی''...... صدیقی نے کہا۔

''جب میٹنگ ختم ہو گی''...... ہاشو نے ایک بار پھر پہلے والے لہجے میں کہا۔

''تم پھر پٹڑی سے اتر رہے ہو۔ بولو۔ کب واپس آئے گا سردار''...... صدیقی نے سخت لہجے میں کہا۔

''اکثر اس کی واپسی رات گئے ہوتی ہے۔ کبھی کبھی وہ جلدی واپس آ جاتا ہے لیکن آج شاید وہ جلدی آ جائے کیونکہ وہ ایمرجنسی کال پر گیا ہے''...... ہاشو نے کہا۔

''وہ لڑکیاں کہاں ہیں جنہیں اغوا کر کے لایا گیا ہے''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''وہ تو دارالحکومت میں رکھی جاتی ہیں پھر انہیں بحری جہاز میں سوار کر کے لے جایا جاتا ہے۔ سردار تو مڈل مین ہے۔ بہت سے لوگ لڑکیاں اغوا کر کے یہاں سردار کو پہنچاتے ہیں اور سردار آگے لوگوں کو دے دیتا ہے۔ اس طرح نیچے سے لے کر اوپر تک کاروبار چلتا رہتا ہے''...... ہاشو نے جواب دیا۔

''سردار لڑکیاں کس کے حوالے کرتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''کوئی آدمی ڈیسی ہے وہ سردار کے دیہاتی ڈیرے سے لڑکیاں لے جاتا ہے۔ دارالحکومت میں رہتا ہے''...... ہاشو نے کہا۔

''اس کا حلیہ کیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا تو ہاشو نے حلیہ بتا

دیا۔

''اس کا پتہ اور فون نمبر کیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ وہ سردار سے ملتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے''۔ ہاشو نے جواب دیا۔

''او کے۔ چوہان۔ تم نے کوئی وعدہ نہیں کیا''...... صدیقی نے پاس بیٹھے ہوئے چوہان سے کہا تو چوہان نے گود میں رکھا ہوا مشین پسٹل اٹھایا اور جیسے ہی صدیقی کا فقرہ ختم ہوا، گولیاں ہاشو کے سینے پر برسنے لگیں اور اسے منہ کھولنے کا موقع بھی نہیں ملا اور دل میں اتر جانے والی گولیوں نے ہاشو کو تڑپنے کا موقع بھی نہ دیا تھا۔ اس کا جسم ڈھلک گیا اور اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

''اب اسے ہوش میں لانا ہے''...... چوہان نے کہا۔

''ہاں۔ شاید کوئی نئی بات اس سے معلوم ہو جائے''...... صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرسی کھسکنے کی آواز سنی تو اس نے تیزی سے گردن موڑ کر دیکھا تو ہاشم کرسی سے اٹھ کر کمرے سے باہر جا رہا تھا۔ صدیقی نے اس اندا میں سر ہلایا جیسے اسے معلوم ہو کہ ہاشم کیوں باہر جا رہا ہے۔ گنجے پانچ تھپڑوں کے بعد ہوش آیا تھا اور ہوش میں آ کر اس نے زورا کر رسیاں توڑنے کی کوشش کی لیکن جب ناکام رہا تو اس نے موا سی گردن موڑی اور اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے بے اختیا چیخ نکل گئی۔ اس کی نظریں اپنے ساتھ کرسی پر بیٹھے ہوئے مردہ ہا

پر پڑی تھیں۔

''تمہارا کیا نام ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''گروشو۔ میرا نام گروشو ہے''...... گنجے نے جواب دیا۔

''تم نے ہاشو کو دیکھا ہے۔ اس کی یہ حالت اس لئے ہوئی ہے کہ اس نے ہم سے تعاون نہیں کیا تھا۔ تم تعاون کرو گے تو زندہ ہو گے ورنہ تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جائے گا۔ بولو''۔ صدیقی نے سخت لہجے میں کہا۔

''مجھے مت مارو۔ میں تو ملازم ہوں۔ میں تو بے گناہ ہوں''۔ گروشو نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔ جتنا وہ پلا ہوا تھا اتنا ہی ندر سے بزدل تھا۔

''سردار کہاں گیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''گرونی۔ سردار ہیلی کاپٹر پر صرف گرونی جاتا ہے۔ اس سے آگے کافرستان بھی چلا جاتا ہے''...... گروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کب واپس آئے گا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''شاید رات گئے واپس آئے یا کل صبح۔ یہ اس کی مرضی ہے''۔ گروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈیسی کو جانتے ہو۔ کون ہے وہ''...... صدیقی نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ میں نے صرف اس کا نام سنا ہوا ہے۔ وہ ردار کے دیہاتی ڈیرے پر آتا جاتا ہے۔ یہاں نہیں آتا اور میں

یہاں سے باہر نہیں جاتا''...... گروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
اسی لمحے نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔

''سردار کا ہیلی کاپٹر آ رہا ہے''...... نعمانی نے تیز لہجے میں کہا تو صدیقی اور چوہان دونوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی آواز سنائی اور گروشو چیختا ہوا کرسی پر تڑپنے لگا لیکن چند لمحوں بعد ہی وہ جھٹکے کھا کر ساکت ہو گیا۔ صدیقی کی چلائی ہوئی گولیاں اس کے دل میں اتر گئی تھیں۔

''آؤ۔ ہمیں سردار کو زندہ پکڑنا ہے تا کہ ان اغوا شدہ لڑکیوں کو چھڑایا جا سکے''...... صدیقی نے مڑتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب ہیلی پیڈ کی طرف دوڑنے لگے۔ ہیلی کاپٹر ابھی کافی دور تھا لیکن بہرحال نظر آ رہا تھا۔ اس کا رخ سردار محل کی طرف ہی تھا۔ وہ چونکہ خاصی بلندی پر تھا اس لئے دور ہونے کے باوجود نظر آ رہا تھا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی ہیلی پیڈ کے قریب مختلف اوٹوں میں چھپ گئے۔

''ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کا خیال رکھنا''...... صدیقی نے اونچی آواز میں کہا تا کہ اس کی آواز اس کے ساتھیوں تک پہنچ جائے۔ پھر آہستہ آہستہ ہیلی کاپٹر کی بلندی کم ہوتی چلی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سردار محل میں بنے ہوئے ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر کا پائلٹ گیٹ کھلا اور ایک آدمی باہر نکلا۔ اس نے گیٹ بند کیا اور مڑ کر محل کی عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر میں ا

اکیلا تھا لیکن بہرحال یہ سردار نہ تھا۔ پھر وہ جیسے ہی اس اوٹ کے قریب سے گزرا جہاں صدیقی چھپا ہوا تھا، صدیقی نے یکلخت اس پر حملہ کر دیا اور وہ آدمی چیختا ہوا قلابازی کھا کر ایک دھماکے سے نیچے گرا اور ایک بار اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک جھٹکا کھا کر وہ ساکت ہو گیا۔ صدیقی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے زمین پر پڑے ہوئے اس آدمی کے سر پر ایک ہاتھ رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھ کر اسے مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو اس آدمی کا تیزی سے مسخ ہوتا چہرہ دوبارہ نارمل ہونا شروع ہو گیا۔ اس دوران صدیقی کے سب ساتھی وہاں اکٹھے ہو گئے تھے۔

''سردار کیوں واپس نہیں آیا۔ یہ ہیلی کاپٹر پائلٹ ہو گا''۔ چوہان نے کہا۔

''ہاں۔ اب یہ بتائے گا کہ سردار کہاں ہے اور کیوں واپس نہیں آیا''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی جھک کر اس نے اس آدمی کو ایک جھٹکے سے اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور اسی کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں کرسیاں موجود تھیں۔

''ہمیں ساتھ آنے کی ضرورت ہے''...... چوہان نے پوچھا۔

''سارے نہیں لیکن ایک تو ہاتھ بٹائے گا''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ خاور اور نعمانی باہر کا خیال رکھیں گے اور ہاں اس ہاشم کا خصوصی خیال رکھنا۔ وہ خوفزدہ نظر آ رہا ہے''...... چوہان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم خیال رکھیں گے''...... نعمانی نے کہا اور پھر وہ دونوں باہر ہی رک گئے جبکہ صدیقی اور چوہان کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں کرسیوں پر پڑی ہوئی لاشیں موجود تھیں۔ صدیقی نے ایک خالی کرسی پر بے ہوش پائلٹ کو ڈال دیا اور پھر چوہان کی مدد سے اس نے اسے رسی کے ساتھ باندھ دیا۔

''ان لاشوں کی رسیاں کھول کر انہیں نیچے فرش پر پھینک دو تاکہ یہ پائلٹ انہیں سامنے دیکھ کر خوفزدہ ہو جائے اور سب کچھ بتا دے''...... صدیقی نے کہا تو چوہان سر ہلاتا ہوا ان کی طرف بڑھ گیا۔ صدیقی نے پائلٹ کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے جبکہ چوہان نے لاشیں کھول کر انہیں گھسیٹ کر فرش پر ڈال دیا۔ تیسرے یا چوتھے تھپڑ پر پائلٹ چیختا ہوا ہوش میں آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن صرف کسمسا کر رہ گیا۔ چوہان اور صدیقی دونوں پیچھے ہٹ کر کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ کمرے میں ہر طرف لاشیں پھیلی ہوئی تھیں اس لئے پائلٹ ہوش میں آتے ہی بے اختیار اسی طرح چیخنے لگا جیسے بچے ڈراؤنے خواب دیکھ کر چیختے ہیں۔

''اگر تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو تمہاری لاش بھی انہی لاشوں میں پڑی سڑ جائے گی''...... صدیقی نے سخت لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ میں بے گناہ ہوں۔ میں تو ملازم ہوں''...... پائلٹ نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''میرا نام جاوید ہے۔ جاوید اختر''...... پائلٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کب سے سردار کے ساتھ کام کر رہے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔

''پانچ سالوں سے''...... جاوید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب سردار کو لے کر کہاں گئے تھے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''گرونی جو سرحد پر ہے''...... جاوید نے جواب دیا۔

''پھر اکیلے کیوں واپس آئے ہو۔ سردار کہاں ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''سردار نے کہا کہ تم جاؤ۔ میں کافرستان جا رہا ہوں۔ دو چار روز لگ جائیں گے۔ جب واپس آؤں گا تو تمہیں کال کر لوں گا''...... جاوید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گرونی میں کہاں اڈہ ہے سردار کا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''سردار کا اڈہ وہاں نہیں ہے۔ وہاں بادشاہ کا ڈیرہ ہے جو سردار جیسے بہت سے بڑے لوگوں کا بادشاہ ہے۔ اس کا ڈیرہ کافرستان میں بھی ہے اور اکثر سردار وہاں بھی جاتے رہتے ہیں''...... جاوید نے مزید بتاتے ہوئے کہا۔

''کافرستان میں کہاں ہے اڈہ''...... صدیقی نے پوچھا۔

''سرحدی شہر رام گڑھ میں''...... جاوید نے جواب دیتے ہوئے

کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ سردار لڑکیاں اغوا کر کے انہیں آگے فروخت کرتا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔مگر میں تو ملازم ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ وہ مجھے مار دیں گے"...... جاوید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نوکری چھوڑ کر بھی تو جا سکتے تھے"...... صدیقی نے کہا۔

"سردار جو تنخواہ مجھے دیتا ہے اتنی تنخواہ اور کوئی کمپنی نہیں دے سکتی"...... جاوید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے ظالم کا ساتھ دیا ہے اور ظالم کا ساتھ دینے والا اتنا ہی ظالم ہوتا ہے۔ اس لئے تم قابل معافی نہیں ہو"...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا مشین پسٹل سیدھا کیا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی تیز آوازں کے ساتھ ہی کمرہ جاوید کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔

"آؤ اب نکل چلیں۔ سردار فی الحال ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے"...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو چوہان بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران اپنے فلیٹ کے سٹنگ روم میں بیٹھا ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ ان دنوں اس کے پاس کوئی کیس نہ تھا اور گھومنے پھرنے کا اس کا کوئی موڈ نہ بن رہا تھا اس لئے اس نے کتابیں پڑھنے کو ترجیح دی تھی۔ سلیمان البتہ حسب دستور شاپنگ کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا اور اس کی واپسی فوری متوقع نہ تھی۔ اغوا برائے تاوان کے کیس جس مین معصوم کاشف کو اغوا کیا گیا تھا اور تاوان وصول کر لینے کے باوجود اسے گلا دبا کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ سلیمان کی وجہ سے عمران کے نوٹس میں آیا تھا اور عمران نے اس پر خاصی تیز رفتاری سے پیش رفت کی تھی اور پھر کاشف کے والد کے ڈرائیور صابر کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ اس نے معصوم کاشف کو گلا دبا کر ہلاک کیا ہے کیونکہ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ گو صابر کو تو ہلاک کر دیا گیا تھا اور اس کی لاش بھی برقی بھٹی میں ڈال کر جلا دی گئی تھی لیکن صابر نے بتایا تھا کہ اس کام میں اس کے ساتھ دو

اور افراد بھی شامل تھے جو جہان پور کے سردار کے ملازم ہیں اور سردار جو لڑکیاں اغوا کر کے فروخت کرتا ہے۔ یہ اطلاع بھی عمران کے لئے خاصی اہم تھی اور معصوم کاشف کے اغوا اور قتل میں ملوث صابر کے دو ساتھی گامو اور سلامت کو بھی ان کے اس بھیانک جرم کی سزا دینی باقی تھی اس لئے عمران نے ٹائیگر کے ذمے لگا دیا تھا کہ وہ جہان پور جا کر اس سردار کے بارے میں تفصیلی معلومات جمع کرے کیونکہ صابر یا اس کے ساتھی غلط بیانی بھی تو کر سکتے تھے۔ جہان پور دارالحکومت سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا شہر تھا اس لئے وہاں اتنے کلب، ہوٹل یا جوئے خانے وغیرہ بھی نہ تھے کہ وہاں سے ٹائیگر سردار کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا اس لئے عمران کو معلوم تھا کہ اسے کچھ وقت لگ جائے گا۔ عمران کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں تعارف کراتے ہوئے کہا البتہ اس کی نظریں کتاب پر جمی ہوئی تھیں۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ جہان پور سے“...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا۔

”کیا ہوا۔ کیا کوئی خاص بات ہے“...... عمران نے کہا۔

”باس۔ سردار محل میں قتل عام کیا گیا ہے۔ دس گیارہ لاشیں وہاں پڑیں ہوئی ہیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”دس گیارہ لاشیں۔ ویری بیڈ۔ کیا پولیس نے کوئی معلومات حاصل کی ہیں کہ یہ سب کیسے ہوا ہے اور کس نے کیا ہے“۔ عمران نے کتاب بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”پولیس کو اطلاع مل چکی ہے۔ کسی نے فون کر کے کہا ہے کہ سردار محل کے اندر لاشیں پڑی ہیں جس پر پولیس وہاں پہنچی ہے۔ اب تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ قتل عام کس نے کیا ہے۔ البتہ سردار کی لاش ان لاشوں میں شامل نہیں ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم وہاں اپنے طور پر انکوائری کرو اور یہ بھی معلوم کرو کہ سردار کہاں ہے اور یہ سب کیوں ہوا اور کس نے کیا ہے“...... عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”یس باس“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”برے کاموں کا انجام برا ہی ہوتا ہے“...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر کتاب کو اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا۔ دو گھنٹے بعد اس نے کتاب ختم کی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود

بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا رپورٹ ملی ہے''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ سردار محل میں قتل عام صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے کیا ہے''۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اچھل پڑا تھا

''کیا کہہ رہے ہو۔ ان کا کیا تعلق ہے سردار سے''...... عمران نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میری سیل فون پر صدیقی سے بات ہو چکی ہے اور اس نے تسلیم کیا ہے البتہ تفصیل نہیں بتائی۔ آپ براہ راست صدیقی صاحب سے تفصیل حاصل کر سکتے ہیں۔ مجھے تو وہ ٹال گئے ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کیسے علم ہوا کہ یہ کارروائی صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی ہے''...... عمران نے کہا۔

''میں نے آپ کی ہدایت پر اردگرد کے لوگوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک مقابل کی عمارت کے چوکیدار نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی عمارت کی چھت پر موجود تھا کہ اس نے سردار محل کا پھاٹک کھلتے دیکھا۔ پھر اسے سردار صاحب کی کار باہر نکلتے نظر آئی اور پھاٹک بند کر دیا گیا لیکن کار گیٹ کے سامنے رکی رہی۔ پھر ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی پھاٹک کی کھڑکی سے باہر آیا۔ وہ اس کے

لئے اجنبی تھا کیونکہ وہ چوکیدار سردار محل میں رہنے والوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ باہر آنے والا آدمی کار میں بیٹھا اور کار مڑ کر آگے چلی گئی۔ اس آدمی نے جو حلیہ بتایا وہ سو فیصد صدیقی کا تھا لیکن صدیقی کا جہان پور میں آنا کسی طرح بھی نہ بنتا تھا۔ اس لئے میں نے سیل فون پر صدیقی سے بات کی تو اس نے تسلیم کر لیا لیکن تفصیل بتانا ٹال گیا البتہ میرے پوچھنے پر اس چوکیدار نے بتایا ہے کہ گامو اور سلامت دونوں طویل عرصہ سے سردار محل کے ملازم تھے اور ان کی لاشیں بھی ایک کمرے سے ملی ہیں۔ وہی گامو اور سلامت جو معصوم کاشف کے قتل میں صابر کے ساتھ تھے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''اوکے۔ تم واپس آ جاؤ''...... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''فل سٹارز نے اکیلے اکیلے کارروائیاں شروع کر دی ہیں۔ اب بیچارے لٹل سٹار کو کوئی پوچھتا ہی نہیں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو ٹائیگر نے رپورٹ دے دی ہے''...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس نے ایک چوکیدار کی زبانی تمہارا حلیہ سن کر تمہیں

شناخت کیا اور پھر تمہیں فون کیا تو تم نے قتل عام تسلیم کر لیا لیکن تفصیل نہیں بتائی اور بقول ٹائیگر اسے ٹال دیا گیا۔ کوئی خاص بات تھی جو تم نے تفصیل ٹائیگر سے بھی چھپانا ضروری سمجھی''...... عمران نے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب۔ میں تو بنیادی معلومات حاصل کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ آپ کو اور چیف کو اعتماد میں لیا جائے لیکن جب ٹائیگر نے مجھ سے جہان پور کے سردار محل کے بارے میں پوچھا تو میں حیران رہ گیا کہ ٹائیگر کا جہان پور میں اس سردار اور اس کے محل سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے جب اس بارے میں اس سے پوچھا تو وہ ٹال گیا جس کی وجہ سے مجھے بھی کھل کر بات نہ کرنا پڑی۔ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے فلیٹ پر آ جاؤں یا آپ ہیڈ کوارٹر آ جائیں گے تاکہ تفصیل سے بات ہو سکے۔ یہ لڑکیوں کے اغوا اور فروختگی کا سلسلہ ہے''۔ صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ جہان پور کا یہ سردار لڑکیاں اغوا کر کے فروخت کرتا ہے۔ وری بیڈ''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

''ہاں عمران صاحب۔ اور یہ اکیلا نہیں پورا نیٹ ورک ہے جسے ہم فور سٹارز ختم کرنا چاہتے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''فور سٹارز کا کیس ہے تو پھر مجھ لٹل سٹار کو خود چل کر فل سٹارز کے پاس پہنچنا چاہئے۔ ویسے تمہارے آنے سے لامحالہ میرا خرچہ

ہونا تھا وہ بھی بچ جائے گا اور فور سٹارز کی دعوت بھی شاندار ہوا کرتی ہے''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ اگر پیٹرول کے پیسے بچانا چاہتے ہیں تو آپ کو وہاں سے لے آیا جائے''...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''پیسے بچانے کا بھی تم نے خوب کہا ہے۔ پیسے ہوں تو بچائے جا سکتے ہیں اور وہ مشہور مثال ہے کہ چیل کے گھونسلے میں گوشت کہاں باقی رہ سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یہ آپ چیل اپنے آپ کو کہہ رہے ہیں یا سلیمان صاحب کو''...... دوسری طرف سے صدیقی نے کہا تو عمران اس بار خلاف معمول کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

''شکر ہے سلیمان مارکیٹ گیا ہوا ہے ورنہ وہ تمہاری بات سن کر کہ اسے چیل کہا جا رہا ہے سب سٹارز کو دم دار سٹارز بنا دیتا۔ بہرحال میں آ رہا ہوں''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکیوں کے اغوا اور پھر ان کی فروختگی کی خبر کے ساتھ ساتھ بڑے اور منظم نیٹ ورک کی موجودگی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ اس کی نظر میں یہ جرم عظیم تھا جسے مکمل طور پر ختم ہونا چاہئے۔ لباس تبدیل کر کے وہ فلیٹ سے باہر آیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں فور سٹارز کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

کافرستانی سرحد پر پاکیشیائی شہر گرونی زیادہ بڑا شہر نہ تھا لیکن وہ بالکل دیہات بھی نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں اسے ٹاؤن کہا جا سکتا تھا۔ یہاں بادشاہ کا ڈیرہ اس قدر مشہور تھا کہ کافرستان اور پاکیشیا کے تمام سمگلرز اس کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اس وقت ڈیرے کے خوبصورت انداز میں سجے ہوئے ایک کمرے میں سردار بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ میز پر بوتل موجود تھی اور سردار شراب براہِ راست بوتل سے ہی پینے کا قائل تھا۔ اس لئے وہ اس وقت بھی بوتل سے منہ لگا کر شراب پینے میں مصروف تھا۔ ساتھ ساتھ اس کی نظریں ساتھ پڑے فون کی طرف اٹھ جاتیں۔ ہیلی کاپٹر پر وہ جہان پور سے یہاں آیا تھا۔ ٹاپ سمگلروں کی خصوصی میٹنگ تھی جو رام گڑھ میں تھی۔ چونکہ ہیلی کاپٹر پر رام گڑھ جانے سے یہ میٹنگ لیک آؤٹ ہو سکتی تھی اس لئے اس نے ہیلی کاپٹر واپس بھجوا دیا تھا اور خود وہ کار میں رام گڑھ چلا گیا تھا۔ آج

صبح اس کی واپسی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا ہیلی کاپٹر کال کرنے کے لئے محل میں فون کیا لیکن جب کسی نے کال ہی اٹنڈ نہ کی تو وہ حد حیران ہوا۔ اس نے بار بار کوشش کی لیکن فون کی گھنٹی بجنے کے باوجود کوئی فون اٹنڈ ہی نہ کر رہا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ وہاں کے سب لوگ آخر کہاں مر گئے ہیں۔ اس نے جہان پور میں اپنے ایک خاص آدمی کو فون کیا تھا جس کا نام شوکت تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ فوراً سردار محل جائے اور وہاں معلوم کرے کہ وہاں فون کیوں اٹنڈ نہیں کیا جا رہا اور اس وقت وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ شوکت کے فون کا شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ شوکت کو اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے فون کا نمبر دے دیا تھا تاکہ وہ فون پر کال بیک کر سکے۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سردار نے اس طرح جھپٹ کر رسیور اٹھایا جیسے اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

''ہالو'' ...... سردار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''شوکت بول رہا ہوں سردار۔ جہان پور سے'' ...... دوسری طرف سے شوکت کی آواز سنائی دی لیکن اس کا لہجہ سن کر سردار کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ شوکت کا لہجہ بے حد متوحش تھا۔

''کیا ہوا ہے۔ یہ تمہارا لہجہ کیسا ہے'' ...... سردار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سردار محل میں قتل عام ہو گیا ہے۔ سردار محل کے تمام افراد کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے ہیلی کاپٹر پائلٹ کی بھی لاش ملی ہے۔ یہ واردات دو روز پہلے ہوئی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔ پھر ایک ہمسایہ چوکیدار نے تیز بُو کی شکایت کی۔ جب پولیس کو اطلاع دی گئی تو پھر لاشیں سامنے آئیں۔ آپ کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ اس لئے آپ کو اطلاع نہیں دی جا سکی''...... شوکت اب ذہنی طور پر سنبھل چکا تھا اس لئے اب وہ روانی سے بول رہا تھا۔

''یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ بالکل جھوٹ۔ قطعی جھوٹ''...... سردار نے یکلخت حلق پھاڑ کر بولتے ہوئے کہا۔

''میں درست کہہ رہا ہوں سردار۔ میں نے خود ہسپتال جا کر لاشیں دیکھی ہیں''...... شوکت نے کہا۔

''تم خود محل میں گئے ہو''...... سردار نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''میں پہلے محل ہی گیا تھا۔ اسے پولیس نے سیل کر رکھا ہے اور وہاں پولیس کے سپاہی موجود تھے۔ پھر میں رنگ روڈ پولیس اسٹیشن گیا۔ وہاں سے ہسپتال گیا۔ وہاں لاشیں خود دیکھنے کے بعد میں آپ کو ہسپتال کے باہر سے ہی ایک پبلک فون بوتھ سے کال کر رہا ہوں''...... شوکت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لاشیں کتنی ہیں اور کیا ان میں اجنبی افراد کی لاشیں بھی ہیں''...... سردار نے کہا۔

''دس گیارہ لاشیں ہیں اور کسی اجنبی کی کوئی لاش نہیں ہے''۔ شوکت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ اب میں سمجھ گیا''...... سردار نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور شراب کی بوتل منہ سے لگا کر اس نے تقریباً پوری بوتل حلق کے اندر انڈیل لی۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں خونِ کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

''اب میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ کن لوگوں نے کیا ہے''...... سردار نے خالی بوتل ایک طرف بڑی ٹوکری میں اچھالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر یکلخت مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔ یہ تاثرات اس لئے ابھرے تھے کہ اسے اچانک خیال آ گیا تھا کہ وہ میٹنگ کی کال ملنے کی وجہ سے وہاں سے فوری گرونی آ گیا تھا ورنہ وہ وہاں خود موجود ہوتا تو اس کی لاش بھی ہسپتال میں پڑی نظر آتی۔ دوسرا خیال اسے یہ آیا تھا کہ جن پانچ آدمیوں کو راجہ دارالحکومت سے بے ہوش کر کے جہان پور پہنچا گیا تھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قتل عام کیا ہے کیونکہ شوکت بتا رہا تھا کہ کسی اجنبی کی لاش ان لاشوں میں شامل نہیں ہے۔ وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ بادشاہ کے ڈیرے پر کمرے میں ڈائریکٹ فون موجود تھے

تا کہ کسی کو دوسرے کے معاملات میں مداخلت کا موقع نہ مل سکے۔

''راجہ بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی راجہ کی آواز سنائی دی۔

''راجہ۔ جن افراد کو تم بے ہوش کر کے سردار محل پہنچا گئے تھے انہوں نے میری عدم موجودگی میں محل میں قتل عام کر دیا ہے اور گیارہ بارہ افراد کو ہلاک کر کے وہ نکل گئے ہیں۔ تم فوراً ان کی رہائش گاہ کو گھیر لو اور پھر چیک کرو کہ اندر وہ لوگ موجود ہیں یا نہیں۔ اگر موجود ہوں یا جب بھی آئیں تو ان سب کو اور کوٹھی کو میزائلوں سے اڑا دو۔ ایک آدمی بھی زندہ بچ کر نہیں جانا چاہئے''...... سردار نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی سردار''...... راجہ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو سردار نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ہیلی کاپٹر سروس پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''منیجر سے بات کراؤ۔ میں جہان پور کا سردار بول رہا ہوں''۔ سردار نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ہولڈ کریں پلیز''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ منیجر ہیلی کاپٹر سروس بول رہا ہوں''...... کچھ دیر کی

خاموشی کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''مسٹر منیجر۔ میں جہان پور کا سردار بادل بول رہا ہوں''۔ سردار نے کہا۔

''یس سر۔ حکم سر''...... منیجر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''آپ مجھے جانتے ہیں''...... سردار نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ آپ نے ہماری سروس کے ذریعے ہیلی کاپٹر خریدا تھا اور آپ کو پائلٹ بھی ہم نے ہی مہیا کیا تھا''...... منیجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کافرستان کی سرحد پر ایک ٹاؤن ہے گرونی۔ کیا آپ اس بارے میں جانتے ہیں''...... سردار نے کہا۔

''یس سر۔ وہاں ہماری سروس کے ہیلی کاپٹر اکثر آتے جاتے رہتے ہیں جناب بادشاہ خان کو سروس دینے کے لئے''...... منیجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ آپ ایک ہیلی کاپٹر گرونی بھجوا دیں۔ میں بادشاہ خان کے ڈیرے پر ہی ہوں۔ ہیلی کاپٹر مجھے جہان پور میرے محل پر چھوڑ آئے گا''...... سردار نے کہا۔

''یس سر۔ میں ابھی بھجوا دیتا ہوں۔ دو گھنٹوں میں پہنچ جائے گا سر''...... منیجر کی طرف سے جواب دیا گیا تو سردار نے رسیور رکھ دیا۔ پھر ابھی ڈیڑھ گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سردار

نے رسیور اٹھا لیا۔

''ہالو''...... سردار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''راجہ بول رہا ہوں سردار۔ دارالحکومت سے''...... دوسری طرف سے راجہ کی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کیا رپورٹ ہے۔ حکم کی تعمیل کی ہے تم نے یا نہیں''۔ سردار نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

''حکم کی تعمیل ہوگئی ہے سردار۔ کوٹھی میں چھ افراد اور چھ کاریں موجود تھیں۔ میزائلوں سے پوری کوٹھی تباہ کر دی گئی ہے۔ وہاں موجود افراد اور کاروں کے بھی پرزے اڑ گئے ہیں۔ اب وہاں پولیس لاشوں کے ٹکڑے تلاش کر رہی ہے''...... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ تمہیں اس کا خصوصی انعام ملے گا''...... سردار نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے انتقام پورا ہونے پر انتقام لینے والے کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آتے ہیں۔

''سردار کے خلاف کارروائی کرنے کی جرأت کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے''...... سردار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد اسے اطلاع دی گئی کہ ہیلی کاپٹر اسے لینے آ گیا تو وہ اٹھا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

خاور نے فورسٹارز ہیڈکوارٹر جانے کے لئے جیسے ہی کار بائیں ہاتھ پر موڑی تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ ہیڈکوارٹر سے تقریباً تین سو میٹر دور ایک پارکنگ میں ایک آدمی سڑک کے کنارے کھڑا تھا اور اس کا رخ ہیڈکوارٹر کی طرف ہی تھا لیکن اصل بات جس پر خاور چونکا تھا وہ اس آدمی کے ہاتھوں میں موجود ڈبل آر اے نامی آلہ تھا۔ ایک ایسا آلہ جس میں سے مخصوص ریز نکل کر ٹارگٹ پر پڑتی ہیں اور پھر اس ٹارگٹ کے اندر جتنے بھی زندہ افراد موجود ہوتے ہیں وہ اس آلے کی سکرین پر نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ جدید ایجاد تھی لیکن خاور نے کئی ہفتے قبل خصوصی طور پر ایکریمیا سے یہ آلہ منگوایا تھا اور وہ اسے کئی بار استعمال بھی کر چکا تھا۔ خاور ہیڈکوارٹر کے پھاٹک پر کار روکنے کی بجائے اسے آگے لے گیا تاکہ وہ آدمی چونک نہ پڑے۔ آگے جا کر اس نے ایک اور پارکنگ میں کار روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ پیدل چلتا ہوا واپس

اس پارکنگ کی طرف آیا جہاں وہ آدمی موجود تھا۔ وہ آدمی اپنے انداز اور حلیئے سے کوئی ایجنٹ نہیں بلکہ کوئی بدمعاش دکھائی دیتا تھا۔ خاور کو معلوم تھا کہ وہ اکیلا نہیں ہو سکتا۔ لازماً اس کے کئی ساتھی بھی ہوں گے۔ دراصل وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیوں اس طرح انہوں نے ہیڈکوارٹر کو ٹارگٹ بنایا ہے۔ اس پارکنگ میں وہ پہنچا تو وہ آدمی آلے کو جیب میں رکھ کر مڑ کر ایک طرف کھڑی کار کی طرف جا رہا تھا۔ اس کار کے ساتھ چار لمبے تڑنگے آدمی بھی کھڑے تھے۔ وہ بھی بدمعاش دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے عقب میں خاصی گھنی جھاڑیاں تھیں اور خاور ان جھاڑیوں میں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔

''کیا رپورٹ ہے راجہ''...... ایک آواز سنائی دی۔

''چار آدمی اندر موجود ہیں اور چار ہی کاریں موجود ہیں''۔ ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

''تو پھر اڑا دیتے ہیں میزائلوں سے کوٹھی کو۔ کب تک انتظار کرتے رہیں گے''...... ایک اور آواز نے کہا۔

''سردار کو بھی اطلاع دینی ہے۔ وہ بھی انتظار میں بیٹھا ہو گا''۔ ایک آواز سنائی دی۔ وہ زیادہ اونچی آواز میں باتیں نہ کر رہے تھے لیکن خاور چونکہ جھاڑیوں کے پیچھے ان کے بے حد قریب موجود تھا اس لئے وہ ان کے درمیان ہونے والی باتیں بخوبی سن رہا تھا۔ سردار کا نام آتے ہی وہ سمجھ گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں یہ لوگ

ہیڈکوارٹر میزائلوں سے اڑانے آئے ہیں کیونکہ دو روز پہلے جب انہیں یہاں سے بے ہوش کر کے جہان پور کے محل میں لے جایا گیا تھا تو وہاں سب کو انہوں نے ہلاک کر دیا تھا اور پھر وہ وہاں سے واپس آ گئے تھے لیکن اب خاور کو احساس ہو رہا تھا کہ ان سے واقعی یہ غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے سردار کے پورے گینگ کا خاتمہ نہیں کیا۔

''میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کسی میٹنگ کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ایک، ایک کر کے تین آدمی آئے ہیں۔ ایک ملازم ہے جو پھاٹک کھولتا ہے اور ان کی نشست برخاست سے اندازہ ہوتا ہے کہ چند اور لوگوں نے آنا ہے اس لئے ہمیں بہرحال انتظار کرنا ہو گا''۔ اس آدمی نے کہا جسے راجہ کہہ کر پکارا گیا تھا کیونکہ اس کی آواز اور لہجہ دونوں کی نسبت تحکمانہ تھا۔ خاور چاہتا تو وہیں انہیں ڈھیر کر سکتا تھا لیکن ایک تو پولیس یہاں پہنچ جاتی اور پھر پولیس سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتی۔

دوسرا وہ یہ چاہتا تھا کہ کم از کم راجہ کو زندہ پکڑے تا کہ اس سے پورے گروپ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس پورے گروپ کا خاتمہ کر دیا جائے ورنہ انہیں یہ کوٹھی چھوڑنا ہو گی اور کسی اور کوٹھی میں ہیڈکوارٹر بنانا پڑے گا۔

''میں ایک گھنٹہ مزید دیکھتا ہوں۔ پھر ایکشن کریں گے''۔ راجہ نے کہا۔

"ایک گھنٹہ زیادہ ہے۔ دس پندرہ منٹ اور دیکھ لو"...... کسی اور نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جب سردار کو رپورٹ دوں تو پورے افراد کے بارے میں رپورٹ دوں۔ سردار محل میں پانچ افراد تھے۔ یہاں اس وقت ملازم سمیت چار ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ سردار نامکمل کام پر کس طرح سخت سزا دیتا ہے"...... راجہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر ہم کار میں بیٹھ جاتے ہیں۔ تم بھی کار میں بیٹھ جاؤ۔ تمہاری کار تو سڑک کے ساتھ کھڑی ہے"...... ایک اور آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اب تو صرف پھاٹک کو نظر میں رکھنا ہے"...... راجہ نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

"تم نے اچھا کیا بیٹھنے کی بات کی ورنہ ایک گھنٹہ مزید کھڑے رہنا پڑتا"...... ایک آواز سنائی دی اور پھر کار کے دروازے کھلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ خاور آگے بڑھ گیا تاکہ کسی کو اس پر شک نہ پڑ سکے اور پھر کافی آگے جا کر وہ چکر کاٹ کر اس پارکنگ میں پہنچا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ اس نے کار کی سائیڈ سیٹ اٹھائی۔ نیچے موجود باکس میں سے اس نے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل اٹھایا اور اسے جیب میں ڈال کر اس نے کار کی سیٹ کو ایڈجسٹ کیا اور واپس مڑ کر اس طرف کو بڑھ گیا جہاں راجہ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بار پھر ان جھاڑیوں کے عقب

میں پہنچ گیا۔ اس نے جیب سے گیس پسٹل نکالا اور جھاڑیوں کے درمیان موجود سوراخ میں سے اس کی نال کو دوسری طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ پسٹل کی نال سے ایک گیس کیپسول نکلا اور کار کے عقبی بمپر سے ٹکرایا اور چٹاک کی آواز سے پھٹ گیا۔ خاور نے مزید دو کیپسول فائر کئے اور پھر پسٹل واپس کھینچ لیا۔ سانس اس نے پہلے ہی فائر پر روک لیا تھا۔ پسٹل واپس کھینچ کر وہ پیچھے ہٹتا چلا گیا تاکہ گیس اس پر فوری اثر انداز نہ ہو۔ اسے معلوم تھا کہ یہ گیس جو کھلی فضا میں فائر کرنے کے لئے خصوصی طور پر تیار کی جاتی ہے جس قدر زود اثر ہوتی ہے اتنی ہی جلدی فضا میں مل کر غائب ہو جاتی ہے۔ اس لئے پیچھے ہٹ کر اس نے کچھ دیر بعد آہستہ سے سانس لیا اور جب اس پر گیس کا کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے لمبا سانس لیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ کر سائیڈ میں گھوم کر پارکنگ کی طرف آ گیا۔ ایک کار میں وہ آدمی پہلو کے بل گرا پڑا تھا جو ڈبل آر اے آلے کی مدد سے ہیڈکوارٹر کو چیک کر رہا تھا۔ یقیناً وہ راجہ تھا۔ خاور آگے بڑھا اور اس نے جھاڑیوں کے ساتھ کار میں موجود چاروں بے ہوش افراد کو ایک دوسرے کے اوپر پہلو کے بل پڑے دیکھا۔ یقیناً یہ یہاں پانچ افراد ہی تھے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ ان تک پہنچ چکا ہوتا۔ خاور نے راجہ والی کار کا عقبی دروازہ کھولا اور پھر فرنٹ سائیڈ سیٹ پر پہلو کے بل گرے ہوئے راجہ کا بازو پکڑ کر باہر کھینچا اور پھر اسے اٹھا کر عقبی سیٹ کے درمیان ڈال کر

اس نے دروازہ بند کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار کے اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ ایسا ان حالات میں دانستہ کیا جاتا ہے تاکہ فرار ہونے میں وقت ضائع نہ ہو۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور اسے تیزی سے گھما کر سائیڈ پر لے آیا اور آگے جا کر اس نے موڑ سے اسے گھمایا اور پھر ہیڈکوارٹر کی طرف آ گیا۔ اس نے ہیڈکوارٹر کے باہر کار روک کر تیز آواز میں مسلسل ہارن بجانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہی پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ہاشم باہر آ گیا۔

"پھاٹک کھولو۔ جلدی کرو"...... خاور نے چیخ کر کہا تو ہاشم جو سلام کے لئے ہاتھ اٹھا رہا تیزی سے مڑا اور واپس چلا گیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھلا تو خاور نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھائی اور سیدھا پورچ میں لے گیا جہاں تین کاریں موجود تھیں۔ برآمدے سے صدیقی اتر کر پورچ کی طرف آ رہا تھا کہ خاور تیزی سے کار سے باہر نکلا اور اس نے پھاٹک بند کر کے آنے والے ہاشم کو بلایا۔

"یس سر"...... ہاشم نے قریب آ کر کہا۔

"عقبی سیٹوں کے درمیان ایک آدمی بے ہوش پڑا ہے اسے اٹھا کر بلیک روم میں لے جاؤ اور کرسی پر بٹھا کر راڈز میں جکڑ دو"۔ خاور نے ہاشم سے کہا۔

"یہ کس کی کار ہے خاور"...... صدیقی نے اس دوران قریب آ کر پوچھا تو خاور نے اسے مختصر طور پر بتا دیا تو صدیقی، خاور کی کارکردگی پر بے حد خوش ہوا۔ پھر صدیقی نے اپنی کار باہر نکالی اور

اس پارکنگ میں لے گیا جہاں راجہ کے ساتھی ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔ خاور بھی ساتھ تھا۔ دونوں نے مل کر ان چاروں کو اپنی کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان ایک دوسرے کے اوپر ڈالا اور اوپر چادر ڈال دی اور چند لمحوں بعد کار ہیڈکوارٹر میں پہنچ چکی تھی۔ ہاشم کو چونکہ بتا دیا گیا تھا اس لئے وہ پہلے ہی بڑا پھاٹک کھولے کھڑا تھا۔ پھر خاور، صدیقی اور ہاشم نے مل کر ان چاروں بے ہوش افراد کو اٹھا کر بلیک روم میں کرسیوں پر بٹھا کر راڈز میں جکڑ دیا۔ اس دوران چوہان اور نعمانی کو بھی خاور کی کارکردگی کا علم ہو گیا تھا اس لئے وہ بھی بلیک روم میں پہنچ گئے۔

"یہ راجہ ہے۔ اس سے پوچھ گچھ کرنی ہو گی"...... خاور نے اس آدمی کی طرف اشارہ کیا جسے وہ سب سے پہلے اٹھا لایا تھا۔

"عمران صاحب آ رہے ہیں۔ ان کی موجودگی میں پوچھ گچھ ہو تو بہتر ہے البتہ ہمیں اب مسلسل باہر اور اندر پہرہ دینا ہو گا۔ ان کا کوئی آدمی اردگرد نہ ہو۔ اگر خاور اس آلے کو نہ پہچانتا تو شاید خاور کے آنے کے بعد ہیڈکوارٹر پر میزائل فائر کر دیتے"...... صدیقی نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"خاور اور چوہان پارکنگ کے قریب رک کر چیکنگ کریں گے جبکہ نعمانی باہر ہاشم کے ساتھ مل کر چیکنگ کرے گا اور میں اور عمران صاحب ان سے پوچھ گچھ کریں گے"...... صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

عمران نے کار فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر کے سامنے روکی اور تین بار مخصوص انداز میں ہارن دیا۔ وہ کافی دیر پہلے پہنچ جاتا لیکن راستے میں پولیس چیکنگ کی جا رہی تھی اور عمران کو رکنا پڑا۔ عمران کی عادت تھی کہ اگر اسے مشن کے سلسلے میں کوئی ایمرجنسی نہ ہو تو پھر دوسری بات تھی ورنہ پولیس چیکنگ اور ایسی ہی دوسری چیکنگ کا وہ عام طور پر عام شہری کی طرح سامنا کرتا تھا حالانکہ اس کی جیب میں ایسے کئی کارڈ موجود تھے کہ اگر وہ کسی کارڈ کی جھلک بھی دکھا دیتا تو پولیس چیکنگ ہی نہ کرتی اور چیکنگ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ جاتی اور سیلوٹ مارنے پر مجبور ہو جاتی لیکن عمران قانون سے تعاون کا قائل تھا۔ اس لئے وہ پولیس اہلکاروں کی گھٹیا باتوں کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا۔ آج بھی وہ ایک چیکنگ میں پھنس گیا تھا اور اسے وہاں سے نکلنے میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا تھا ورنہ وہ ایک گھنٹہ پہلے پہنچ چکا ہوتا۔ اس کے ہارن بجانے پر پھاٹک کی

چھوٹی کھڑکی کھولی اور ہاشم باہر آ گیا۔ اس نے عمران کو سلام کیا۔

''پھاٹک کھولو''...... عمران نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یس سر''...... ہاشم نے کہا اور واپس پلٹ گیا۔ پھر بڑا پھاٹک کھلنے پر وہ کار اندر لے گیا تو اس نے نعمانی کو پارکنگ کے پاس کھڑے دیکھا۔

''ارے کیا ہوا۔ تمہیں پارکنگ بوائے بنا دیا گیا ہے''...... عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے نعمانی سے کہا۔

''کاش ایسا ہوتا۔ پھر سے بوائے بننے کا لطف آ جاتا''۔ نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران بھی ہنس پڑا۔ اسی لمحے صدیقی بھی وہاں پہنچ گیا۔

''آج تم سب کی موومنٹ کیوں تبدیل ہو گئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''آپ میرے ساتھ آئیں۔ ہمارے خلاف ہونے والی موومنٹ کو خاور نے تبدیل کر دیا ہے''...... صدیقی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

''خاور نے۔ کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے''...... عمران نے اس کے ساتھ عمارت کی طرف جاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ آئیں تو سہی۔ اندر تفصیل سے بات ہو گی''...... صدیقی نے کہا اور پھر جیسے ہی وہ دونوں بلیک روم میں داخل ہوئے تو

عمران بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ سامنے دیوار کے ساتھ کرسیوں پر پانچ افراد جکڑے ہوئے لیکن ڈھلکے ہوئے انداز میں پڑے نظر آ رہے تھے۔

''یہ کون ہیں''...... اس بار عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو صدیقی نے خاور کی کارکردگی کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

''تم کس سردار کی بات کر رہے ہو''...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جہان پور کے سردار محل کے سردار کی''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹائیگر نے حلیہ سن کر تمہیں پہچان لیا تھا لیکن تم وہاں گئے کیوں تھے اور پھر قتل عام کیوں کیا اور پھر تم نے فون پر کہا تھا کہ لڑکیوں کے اغوا کا مسئلہ ہے''...... عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی نے چوہان کے سامنے لڑکی جمیلہ کو اغوا کر کے لے جانے، کنگ کے ڈیرے پر اس کا پہنچنا اور پھر کنگ سے جمیلہ کو واپس لے آنے کی تفصیل بتا دی۔

''کیا کنگ نے سردار کی نشاندہی کی تھی''...... عمران نے کہا۔

''چوہان سے رپورٹ ملنے کے بعد ہم نے کنگ کے ڈیرے پر فوری چھاپہ مارا تو پتہ چلا کہ وہاں سے کئی گھنٹے پہلے لڑکیوں سے بھرا ہوا ٹرک دارالحکومت بھجوایا گیا ہے۔ ہم کنگ کو اٹھا کر ہیڈکوارٹر لے آئے اور پھر اس نے بتایا کہ جہان پور کا سردار جس کی رہائش سردار محل میں ہے، لڑکیوں کو اغوا اور پھر انہیں غیر ملک میں فروخت

کرنے کا مکروہ دھندہ کرتا ہے۔ میں نے کنگ کے ذریعے کنفرمیشن کے لئے کنگ کی سردار سے بات کرائی لیکن کنگ نے سردار کو ہوشیار کر دیا جس پر میں نے کنگ کو ہلاک کر دیا۔ پھر ابھی ہم سردار محل پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے کہ یہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی گئی اور ہم بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہمیں ہوش آیا تو ہم جہان پور کے سردار محل میں تھے اور وہاں سردار موجود تھا۔ پھر سردار کو اچانک کسی نے اہم میٹنگ کے لئے کال کر لیا تو وہ اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر میں گرونی چلا گیا اور اپنے آدمیوں کو ہمیں ہلاک کرنے کا حکم دے گیا لیکن ہم نے رسیوں سے آزادی حاصل کر لی اور پھر ہم نے اس کے آدمیوں سمیت محل میں موجود تمام افراد کا خاتمہ کر دیا چونکہ سردار کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ کافرستان جائے گا اور اس کی واپسی کا کوئی علم نہیں ہے اس لئے ہم واپس آ گئے''...... صدیقی نے مسلسل بولتے ہوئے پوری تفصیل بتا دی۔

''اس چھاپے کا مطلب ہے کہ یہ آدمی سردار کے ہیں۔ ان کا لیڈر کون ہے''...... عمران نے کہا۔

''خاور نے اس آدمی کے بارے میں بتایا ہے۔ اس کا نام راجہ ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''او کے۔ اسے ہوش میں لے آؤ''...... عمران نے کہا تو صدیقی اٹھا اور کونے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری میں

سے اس نے لمبی گردن والی ایک بوتل اٹھائی اور واپس آ کر اس نے راجہ کے قریب رک کر بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور بوتل کا دہانہ راجہ کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور اس کا ڈھکن بند کر دیا اور پھر بوتل کو جیب میں ڈال کر وہ عمران کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد راجہ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کا ڈھلکا ہوا جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا اور پھر اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے صدیقی اور عمران پر جم گئیں۔ پھر اس نے گردن گھمائی اور اپنے دائیں بائیں بے ہوش ساتھیوں کو کرسیوں پر ڈھلکے پڑے دیکھ کر اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھرتے چلے آئے۔

''تمہارا نام راجہ ہے اور تم سردار کے دارالحکومت گروپ کے انچارج ہو''...... عمران نے کہا تو راجہ چونک پڑا۔

''ہاں۔ مگر تم کون ہو اور ہم کہاں ہیں۔ یہاں ہمیں کون لے آ ہے''...... راجہ نے کہا۔

''اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ سردار نے تمہیں کیا حکم دیا تھا'' عمران نے کہا۔

''تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے''...... راجہ نے اس بار سخ لہجے میں کہا۔

''سنو راجہ۔ تم اس وقت جس پوزیشن میں ہو تمہیں آسانی ہلاک کیا جا سکتا ہے لیکن شاید تمہیں آج تک احساس ہی نہیں

کہ موت کیا ہوتی ہے۔ اب دیکھو اپنے ساتھیوں کو یہ ابھی زندہ ہیں لیکن''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا۔

''غور سے دیکھو راجہ۔ موت کیا ہوتی ہے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ سیدھا کیا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی گولیاں راجہ کے چاروں ساتھیوں کے سینوں میں گھستی چلی گئیں اور وہ چند لمحے کرسیوں پر پھڑکنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ راجہ کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اس کے ہرے پر دہشت سی نظر آ رہی تھی۔

''تم نے دیکھ لیا راجہ۔ چند لمحے پہلے یہ زندہ تھے لیکن اب یہ ندہ نہیں ہو سکتے۔ اب ان کی لاشیں گٹروں میں کیڑوں مکوڑوں کی وراک بنیں گی۔ لیکن اگر تم ہم سے تعاون کرو تو میرا وعدہ ہے کہ ہیں زندہ چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ پھر اسی طرح موت کے لئے ار ہو جاؤ۔ میں پانچ تک گنوں گا۔ ایک۔ دو''...... عمران نے رک ک کر گنتی کرتے ہوئے کہا۔

''سنو۔ سنو۔ میں تعاون کروں گا۔ مجھے مت مارو''...... یکلخت اجہ نے چیختے ہوئے کہا اس کے چہرے پر بے بسی اور خوف کے اثرات ابھر آئے تھے۔ وہ چونکہ عام بدمعاش تھا اور تربیت یافتہ نہ ا اس لئے دل چھوڑ گیا تھا۔

''پھر بتاؤ کہ تمہیں کیا حکم ملا تھا''...... عمران نے کہا۔

''سردار نے حکم دیا تھا کہ جن پانچ افراد کو بے ہوش کر کے ہم جہان پور لے گئے تھے انہوں نے وہاں قتل عام کر دیا ہے۔ انہیں کوٹھی سمیت میزائلوں سے اڑا دو۔ اس لئے ہم یہاں آ گئے لیکن کوٹھی میں آدمی کم تھے اس لئے ہم انتظار کرتے رہے۔ پھر اچانک میں بے ہوش ہو گیا اور اب ہوش آیا ہے تو تم سامنے ہو''...... راجہ نے جواب دیا۔

''تم نے اسے رپورٹ کیسے دینی ہے''...... عمران نے کہا۔

''وہ انتظار میں بیٹھا ہو گا رپورٹ کے''...... راجہ نے جواب دیا۔

''کہاں۔ کیا سردار محل میں یا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ گرونی میں بادشاہ کے اڈے موجود ہے۔ وہاں کا فون نمبر دیا تھا سردار نے''...... راجہ نے کہا۔

''کیا نمبر بتایا تھا اس نے''...... عمران نے پوچھا تو راجہ نے بتا دیا۔ وہ واقعی موت کے خوف سے مکمل تعاون کر رہا تھا۔ صد نے ایک طرف موجود فون اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

''نمبر ملاؤ اور اس کی بات کراؤ سردار سے اور سنو راجہ تمہارے پاس زندہ رہنے کا آخری موقع ہے۔ تم نے سردار سے طرح بات کرنی ہے جس سے یہ کنفرم ہو جائے کہ اس نے کوٹھی کو اس کے مکینوں سمیت مزائلوں سے اڑانے کا حکم دیا عمران نے کہا۔

''لیکن میں اسے اپنی ناکامی کے بارے میں کیسے بتاؤں گا۔ وہ تو مجھے مروا دے گا''...... راجہ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''تم اسے کامیابی کی اطلاع دے دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ اسے جب اصل بات معلوم ہو گی تو وہ مجھے کیا، میرے پورے خاندان کا خاتمہ کرا دے گا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تم مجھے مار دو۔ اس طرح میں اکیلا ہی مروں گا۔ میرا خاندان تو بچ جائے گا''...... راجہ نے اس بار فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''صدیقی۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھو''...... عمران نے ساتھ بیٹھے ہوئے صدیقی سے کہا تو صدیقی اٹھ کر سامنے بیٹھے راجہ کی طرف بڑھ گیا۔

''مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو''...... راجہ نے خوفزدہ آواز میں بے اختیار چیختے ہوئے کہا۔

''خاموش رہو۔ ورنہ''...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی سائیڈ پر کھڑے ہو کر ایک ہاتھ سے اس کا منہ بند کر دیا جبکہ عمران نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''ہالو''...... رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''راجہ بول رہا ہوں سردار۔ دارالحکومت سے''...... عمران نے راجہ کی آواز اور لہجے میں کہا تو راجہ کی آنکھوں سے شدید حیرت

جھلکنے لگی۔ شاید اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔

''ہاں۔ کیا رپورٹ ہے۔ حکم کی تعمیل کی ہے تم نے یا نہیں''۔ دوسری طرف سے سردار نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گئی ہے سردار۔ کوٹھی میں چھ افراد اور چھ کاریں موجود تھیں۔ میزائلوں سے پوری کوٹھی تباہ کر دی گئی ہے۔ وہاں موجود افراد اور کاروں کے بھی پرزے اڑ گئے ہیں۔ اب پولیس وہاں لاشوں کے ٹکڑے تلاش کر رہی ہے''...... عمران نے راجہ کی آواز اور لہجے میں تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ تمہیں اس کا خصوصی انعام ملے گا''...... دوسری طرف سے سردار کی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز سے لگتا تھا کہ وہ راجہ کی رپورٹ سے پوری طرح مطمئن ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی صدیقی نے بھی راجہ کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔

''تم۔ تم جادوگر ہو۔ سردار بھی پہچان نہیں سکا اور میں خود اپنی آواز سن کر حیران رہ گیا ہوں۔ یہ سب تم کیسے کر لیتے ہو''...... راجہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''چھوڑو اسے اور یہ بتاؤ کہ سردار کن لوگوں کے ذریعے لڑکیاں اغوا کراتا ہے اور پھر کہاں بھجواتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں ایسے کام نہیں کرتا''...... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کچھ چھ

رہا ہے۔

''اگر تمہیں زندہ رہنا پسند نہیں ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں''...... عمران نے ایک بار پھر گود میں رکھا ہوا مشین پسٹل اٹھاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت سختی اور سفاکی ابھر آئی تھی۔

''سنو۔ سنو۔ مجھے مت مارو۔ مجھے واقعی کچھ نہیں معلوم۔ البتہ صرف اتنا معلوم ہے کہ سردار کو مختلف گروپوں کے سردار اپنے اپنے علاقوں سے لڑکیاں اغوا کر کے بھجواتے ہیں اور سردار ان لڑکیوں کو آگے ایک اور گروہ جس کا انچارج ڈیسی نام کا آدمی ہے کو فروخت کر دیتا ہے۔ ڈیسی دور دور سے آنے والی اغوا شدہ لڑکیوں کو بحری جہاز کے ذریعے غیر ممالک بھجوا دیتا ہے اور وہاں ان لڑکیوں کو خفیہ منڈیوں کے ذریعے عیاش لوگوں کے قحبہ خانوں، ہوٹلوں، کلبوں اور شوقین لوگوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے اور جو بیمار ہوتی ہیں یا بہت کمزور ہوتی ہیں انہیں ہلاک کر کے سمندر میں پھنکوا دیا جاتا ہے''...... راجہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کتنی لڑکیاں کتنے عرصے بعد فرخت کی جاتی ہیں''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''مجھے ایک بار سردار نے بتایا تھا کہ ہر چھ ماہ بعد چار پانچ سو لڑکیاں بھجوائی جاتی ہیں''...... راجہ نے جواب دیا تو عمران اور صدیقی بے اختیار اچھل پڑے۔

''چار پانچ سو لڑکیاں۔ اس قدر زیادہ تعداد میں''...... عمران نے

یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"یہ بہت منافع بخش کاروبار ہے۔ اس لئے پورے ملک سے نوجوان اور صحت مند لڑکیاں اغوا کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سردار کے ماتحت ایک گروہ ایسا ہے جو بچوں یا بڑوں کو اغوا کر کے ان کے عوض انتہائی بھاری تاوان حاصل کرتا ہے"...... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کرتے ہو۔ کیا تم بھی اغوا برائے تاوان کے دھندے میں ملوث ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں اور میرا گروپ ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اور ان میں سے اگر کوئی غداری کرے تو اسے موت کے گھاٹ اتارنا بھی میرا فرض ہے"...... راجہ نے کہا۔

"ڈیسی کہاں رہتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نے صرف اس کا نام سنا ہوا ہے"۔ راجہ نے جواب دیا اور عمران کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔

"اوکے۔ تو اب بتاؤ کہ جب سردار کو معلوم ہو گا کہ تم نے اس سے جھوٹ بولا ہے تو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا"۔ عمران نے کہا۔

"میں ملک سے فرار ہو جاؤں گا۔ میں واپس ہی نہیں آؤں گا"...... راجہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم دنیا کے غلیظ ترین جرم میں ملوث ہو راجہ۔ اس لئے تمہیں واپس پاکیشیا نہیں بلکہ اس دنیا میں ہی نہیں رہنا چاہئے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی گولیاں راجہ کے سینے پر پڑیں اور راجہ کے منہ سے ادھوری سی چیخ نکلی۔ اس کا جسم ایک لمحے کے لئے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

"اس سردار کا فوری خاتمہ کرنا ہو گا صدیقی۔ ورنہ تمہیں یہ ہیڈکوارٹر تبدیل کرنا پڑ جائے گا"...... عمران نے اٹھتے ہوئے ساتھ بیٹھے صدیقی سے کہا۔

"لیکن وہ تو کافرستان گیا ہوا ہے۔ نجانے کب واپس آئے"۔ صدیقی نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"جب اس کا ہیلی کاپٹر واپس آ گیا تھا تو اسے لے آنا تھا۔ اس پر ہم گرونی پہنچ جاتے"...... عمران نے کہا۔

"دارالحکومت کے سٹی ٹاورز پر یہ چیک ہو جاتا ہے کہ اس نے کہاں لینڈنگ کی ہے۔ اس لئے میں نے اسے استعمال نہیں کیا تھا"...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب فور سٹارز نے فوری طور پر دو کام کرنے ہیں۔ ایک تو اس سردار کا خاتمہ کرنا ہے۔ دوسرا اس ڈیسی کو ٹریس کرنا ہے تاکہ اس سے پورے نیٹ ورک کے بارے میں معلوم کر کے اس کا خاتمہ کیا جا سکے"...... عمران نے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے

ہوئے کہا۔

''سردار کے لئے تو جہان پور جانا پڑے گا اور میرا خیال ہے کہ ڈیسی کے بارے میں اسے ہی معلوم ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن ٹھہرو۔ مجھے خیال آ گیا ہے کہ ہو سکتا ہے ٹائیگر اس ڈیسی کو جانتا ہو۔ میں معلوم کرتا ہوں''...... عمران نے چونک کر کہا اور پھر جیب سے سیل فون نکال کر اس نے اسے آن کیا اور پھر نمبر پریس کر دیئے۔

''یس باس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کسی ڈیسی کو جانتے ہو جو لڑکیوں کے اغوا اور بیرون ملک فرختگی میں ملوث ہو''...... عمران نے کہا۔

''لڑکیوں کا اغوا۔ لیکن باس ہم تو بچے کاشف کے اغوا برائے تاوان پر کام کر رہے تھے۔ یہ لڑکیوں کے اغوا کا کیا سلسلہ ہے باس''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے راجہ اور اس کے گروپ کی چیکنگ سے لے کر راجہ کی موت تک کی تمام تفصیل بتا دی۔

''یہ تو انتہائی ہولناک جرم ہو رہا ہے اور حکومت کی مشینری خاموش ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ کیا تم کسی ڈیسی کو جانتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''نہیں باس۔ ایسا کوئی نام میرے ذہن میں نہیں ہے لیکن میں اسے ٹریس کر سکتا ہوں۔ انڈر ورلڈ میں اس کے کسی نہ کسی سے روابط ضرور ہوں گے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے ٹریس کرو تاکہ آئندہ کے لئے اس خوفناک جرم کے سامنے بند باندھا جا سکے''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ اغوا شدہ لڑکیوں کو غیر ممالک میں لے جا کر فروخت کیا جاتا ہے۔ کیسے لے جایا جاتا ہو گا۔ کیا لانچوں یا بحری جہازوں پر کیونکہ ہوائی جہاز پر تو انہیں نہیں لے جایا جا سکتا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم کیوں یہ بات پوچھ رہے ہو''...... عمران نے کہا۔

''اس لئے باس کہ بندرگاہ پر ایک کلب ہے ریڈ لائٹ کلب۔ اس کا جنرل مینجر کراؤن لانچوں اور بحری جہازوں کے ذریعے اسلحہ اور ڈرگ سمگلنگ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ اس کے ذریعے یقیناً لڑکیوں کی سمگلنگ کا سراغ لگایا جا سکتا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''لازماً ایسا ہی ہو گا۔ لانچوں یا چھوٹے بحری جہازوں کے ذریعے ان لڑکیوں کو سمگل کیا جاتا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں ابھی وہاں جاتا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''کوئی اہم بات ہو تو مجھے سیل فون پر اطلاع دینا''...... عمران

نے کہا اور رابطہ ختم کر کے اس نے سیل فون جیب میں ڈال لیا۔

''میرا خیال ہے کہ ٹائیگر اس کراؤن کے ذریعے ڈیسی کو ٹریس کر لے گا البتہ اب مسئلہ ہے جہان پور جانے اور اس سردار کو کور کرنے کا''...... عمران نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں چلا جاتا ہوں چوہان کے ساتھ۔ خاور اور نعمانی یہاں رہیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم چوہان کو ساتھ لے کر چلے جاؤ۔ اس معاملے کو جس قدر جلد نمٹایا جائے اتنا ہی بہتر ہے''...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سیاہ رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے ایک معروف سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لمبے قد اور بھاری ڈیل ڈول کا مالک آدمی موجود تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں نے جینز کی پینٹس اور سیاہ جیکٹس پہنی ہوئی تھیں۔ دونوں کی آنکھوں پر سیاہ گاگلز موجود تھیں۔

''چیف نے سپیشل میٹنگ کیوں کال کی ہو گی''...... نوجوان نے نے اچانک ڈرائیونگ سیٹ پر موجود بھاری جسم کے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہو گی ورنہ سپیشل میٹنگ کے الفاظ نہ کہے جاتے''...... بھاری جسم کے مالک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ تمہارا کیا اندازہ ہے''...... نوجوان نے کہا۔

''چیف تمہیں بہت عقلمند سمجھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہارڈی

میری ٹیم کا برین ہے اس لئے ہارڈی ہی بتائے گا“...... بھاری جسم کے آدمی نے کہا تو نوجوان جس کا نام ہارڈی تھا بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہیں حسد کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا یہ بھی تو کہنا ہے کہ راڈش میری ٹیم کی اصل طاقت ہے۔ میں نے تو کبھی حسد نہیں کیا“...... ہارڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں حسد نہیں کر رہا۔ تمہاری تعریف کر رہا ہوں“...... راڈش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ باتیں چھوڑو۔ اصل بات بتاؤ۔ مجھے معلوم ہے کہ چیف کی سیکرٹری تمہاری دوست ہے“...... ہارڈی نے کہا۔

”لڑکیوں کی سمگلنگ میں کچھ رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں اور چیف اس معاملے میں ہمیں سامنے لانا چاہتا ہے“...... راڈش نے کہا۔

”ہمیں کا مطلب تم اور میں۔ یا کوئی اور مطلب ہے اس کا“۔ ہارڈی نے کہا۔

”جس طرح بھی کام ہو سکے۔ چیف کو نتیجہ چاہئے“...... راڈش نے کہا۔

”یہ رکاوٹیں کس ٹائپ کی ہیں کیونکہ رکاوٹ بننے والے افراد اور افسروں کو تو خوش رکھا جاتا ہے“...... ہارڈی نے کہا۔

”اب یہ تفصیل تو چیف ہی بتائیں گے“...... راڈش نے کہا اور پھر تھوڑا سا آگے جانے کے بعد اس نے کار ایک عالی شان کوٹھی

کے جہازی سائز کے پھاٹک کے سامنے روک دی تو پھاٹک کے باہر موجود مسلح افراد میں سے ایک مسلح آدمی ان کی طرف آیا۔

”سپیشل میٹنگ۔ ہمارے نام راڈش اور ہارڈی ہیں“...... راڈش نے کہا۔

”یس سر“...... مسلح آدمی نے سلام کرتے ہوئے کہا اور واپس مڑ کر پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی سے اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک درمیان سے پھٹ کر دونوں سائیڈوں میں سمٹتا چلا گیا۔ ہارڈی جانتا تھا کہ اب بڑے پھاٹکوں کو اس انداز میں بنایا جاتا ہے کہ ریموٹ کنٹرول سے انہیں آسانی سے کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے۔ راڈش نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھائی اور سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ میں لے جا کر کھڑی کر دی۔ وسیع و عریض کوٹھی کا لان بھی بہت بڑا تھا اور برآمدے کے سامنے دس کے قریب مسلح افراد کھڑے تھے۔ یہ ایک بہت بڑے جاگیردار کی رہائش گاہ تھی جسے راجہ صاحب کہا جاتا تھا۔ راجہ صاحب پارلیمنٹ کے ممبر بھی تھے اور پارلیمنٹ کی کسی کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے۔ ان کے تعلقات بے حد وسیع تھے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی بڑے بڑے سمگلروں کو دعوتیں کھلانا اور موقع بہ موقع انتہائی قیمتی تحائف دینا تھا اس لئے پاکیشیا کی پوری اشرافیہ راجہ صاحب کے گن گایا کرتی تھی جبکہ ہارڈی اور راڈش جانتے تھے کہ راجہ صاحب پاکیشیا میں ہونے والے تمام بڑے اور منافع بخش جرائم کے پیچھے موجود ہوتے ہیں۔

وہ اسلحہ، ڈرگ کی سمگلنگ کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی سمگلنگ کے بھی ایک بڑے مہرے تھے۔ انہوں نے دارالحکومت اور ملک کے دوسرے شہروں میں کئی کلب بنائے ہوئے تھے جہاں زیر زمین دنیا کے افراد ان کی فیاضی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اس لئے وہ ان کے لئے جان دینے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ راجہ صاحب بے شمار خیراتی اداروں اور ہسپتالوں کے بڑے ڈونرز میں سے ایک تھے اور عوام ان کی نیکی اور فیاضی کے گن گاتے تھے۔ میڈیا پر بھی ان کا تاثر بے حد اچھا تھا اور وہ میڈیا کے ذریعے عوام کی خدمت اور بھلائی کی ایسی باتیں کرتے رہتے تھے کہ سننے والے ان کی نیکی، پارسائی اور ملک عوام کے لئے بھلائی کی کوششوں کے گن گایا کرتے تھے۔ زیر زمین دنیا میں ان کے چند ایسے گروپ تھے جن کے ذریعے وہ اپنے ہر دشمن یا مخالف کو ٹھکانے لگوا دیا کرتے تھے۔ راڈش اور ہارڈی سیٹ اپ والوں کے سربراہ تھے۔ دونوں چونکہ گہرے دوست تھے اس لئے زیادہ تر وہ اکٹھے ہی کام کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ دونوں راجہ صاحب کی کوٹھی پر موجود تھے۔ چیف نے راڈش کو کال کیا تھا اور اسے کہہ دیا تھا کہ وہ ہارڈی کو بھی ساتھ لے آئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک انتہائی شاندار انداز میں سجے ہوئے کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ راجہ صاحب موجود نہ تھے۔ انہیں ان کی پسندیدہ قیمتی شراب کے جام دے دیئے گئے تھے اور وہ دونوں اس قیمتی شراب

کی چسکیاں لے رہے تھے۔ ابھی انہیں جام ختم کئے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ کونے میں موجود دروازہ کھلا اور لمبے قد اور سمارٹ جسم کا مالک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے گہرے براؤن رنگ کا انتہائی قیمتی سوٹ پہنا ہوا تھا۔ آنکھوں پر نظر کی عینک تھی۔ بال چھوٹے لیکن سر پر سرکنڈوں کی طرح کھڑے تھے۔ اس کا چہرہ بھاری اور اس پر سختی کے تاثرات نمایاں تھے۔ یہ چیف تھا۔ راڈش اور ہارڈی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''بیٹھو''...... چیف نے کہا اور خود بھی ایک اونچی نشست کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ پورے ملک سے لڑکیاں اغوا کرانا اور پھر انہیں ملک سے باہر بھجوا کر فروخت کرنے کا کام ہماری سرپرستی میں ہوتا ہے۔ یہ کام خاموشی سے ہوتا آیا ہے اور میں نے اس کاروبار سے بہت کمایا ہے۔ ہمارا نیٹ ورک پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے لیکن اب ہمارے اس نیٹ ورک میں خرابیاں پیدا ہونا شروع ہو گئی ہیں''...... چیف نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھتے ہوئے کہا۔

''کیسی خرابیاں۔ آپ حکم دیں۔ ہم اپنا خون دے کر ان خرابیوں کو ختم کریں گے''...... راڈش نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

''میں نے بتایا ہے کہ ہمارا ہر دھندہ ایک منظم نیٹ ورک کے

تحت ہوتا ہے۔ لڑکیوں کو اغوا کا دھندہ بھی باقاعدہ نیٹ ورک کے تحت ہو رہا ہے لیکن اب اطلاعات ملنا شروع ہوگئی ہیں کہ اس نیٹ ورک کے بنیادی اور اہم افراد کو ہلاک کیا جا رہا ہے۔ کنگ نام کا ہمارا ایک خاص آدمی تھا۔ وہ لڑکیوں کو اغوا کر کے آگے بھجواتا تھا۔ اس کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد جہان پور کے سردار محل میں قتل عام کیا گیا۔ پھر اطلاع ملی کہ سردار کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور سردار کے ہلاک ہونے سے پہلے میری اس سے فون پر تفصیلی بات ہوئی ہے۔ اس نے بتایا کہ اس نے جو انکوائری کرائی ہے اس کے مطابق کنگ نے دارالحکومت سے دن دیہاڑے ایک معروف سڑک پر باپ کے ساتھ کھڑی لڑکی اغوائی کرائی تھی اور ایک آدمی پیچھے آیا تھا اور وہ کنگ سے لڑکی واپس لے گیا۔ اس کنگ کے اڈے پر موجود تمام افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔ کنگ کی موت پر جہان پور کے سردار نے ایک گروپ کو چیک کرایا اور اس گروپ کو بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا اور جہان پور لے آیا گیا۔ وہاں انہیں کرسیوں پر رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ پھر سردار کو کافرستان میں ایمرجنسی میٹنگ میں شرکت کرنا تھی چنانچہ وہ اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر پر گرونی چلا گیا اور وہاں سے کافرستان۔ پھر جب وہ واپس گرونی آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے محل کے تمام افراد اور ملازموں کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس نے اپنے گروپ کو اس گروپ کے خلاف حرکت دی۔ پھر اس گروپ کے انچارج نے اسے فون کر کے اطلاع دی کہ اس پورے

گروپ کو ہلاک کر دیا گیا ہے لیکن جب سردار واپس جہان پور پہنچا تو اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اب سردار کے بعد آگے جو پارٹی ہے وہ ڈیسی ہے اور ڈیسی کے بعد میں ہوں۔ پورے نیٹ ورک کا انچارج میں ہوں۔ سردار کو میرے بارے میں صرف اتنا معلوم تھا کہ میں جرائم کی سرپرستی کرتا ہوں لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے مجھے تو کوئی ڈر نہیں ہے البتہ ڈیسی کو خطرہ لاحق ہے لیکن میں نے اسے حکم دے دیا ہے کہ وہ انڈر گراؤنڈ رہے اور سنو۔ مین نے تمہیں اس لئے کال کیا ہے کہ تم اس گروپ کا خاتمہ کر دو جو ہمارے خلاف کام کر رہا ہے“...... چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہ گروپ کہاں رہتا ہے اور اس کے بارے میں کوئی تفصیل“...... ہارڈی نے کہا۔

”یہ دیکھو۔ یہ سردار محل میں لگے ہوئے خفیہ کیمرے کی تصاویر ہیں۔ ان تصاویر میں یہ افراد کرسیوں پر رسیوں سے بندھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کے چہرے صاف نظر آ رہے ہیں۔ ان کی رہائش کارمن کالونی میں ہے لیکن کوٹھی نمبر معلوم نہیں ہے“...... چیف نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اسے راڈش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو راڈش نے لفافہ لے کر اس میں موجود تصاویر نکال کر دیکھنا شروع کر دیں۔ پھر ایک تصویر دیکھ کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اس آدمی کو تو میں جانتا ہوں۔ اب یہ گروپ ختم ہو

جائے گا چیف۔ صرف ایک ہفتہ کی مہلت دے دیں''...... راڈش نے کہا۔

''او کے۔ تم دونوں کو اس کا خصوصی انعام دیا جائے گا''۔ چیف نے کہا تو راڈش اور ہارڈی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سلام کیا اور واپس مڑ گئے۔ کچھ دیر بعد ان کی کار تیزی سے سڑک پر آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

''تم نے جس آدمی کو پہچانا ہے وہ کون ہے۔ میں نے تو اسے پہلے نہیں دیکھا''...... ہارڈی نے کہا۔

''اس کا نام ہاشم ہے۔ یہ ریڈ ایرو کلب میں کام کرتا رہا ہے۔ پھر اچانک وہ غائب ہو گیا۔ ایک بار کارسن کالونی کے ایک کیفے میں اس سے اچانک ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ اسی کالونی میں ایک کوٹھی میں ملازم ہے''...... راڈش نے جواب دیا۔

''کارسن کالونی کافی بڑی اور گنجان آباد کالونی ہے۔ وہاں اس ہاشم کو کیسے تلاش کیا جائے گا''...... ہارڈی نے کہا۔

''اس کیفے سے معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ وہ لازماً اسے جانتے ہوں گے''...... راڈش نے جواب اور ہارڈی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر نے کار ریڈ لائٹ کلب کی دو منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف موڑی اور پھر وہ سیدھا پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ریڈ لائٹ کلب بندرگاہ کا سب سے مقبول کلب تھا۔ یہاں دن ہو یا رات، ملاحوں کی اکثریت موجود رہتی تھی کیونکہ ملاحوں کے پسندیدہ مشروب یہاں کھلے عام ملتے تھے حالانکہ ایسے مشروب پر حکومت نے پابندی لگا رکھی تھی لیکن پولیس کے بڑے افسران کے خصوصی تعلقات کی وجہ سے پولیس یہاں داخل ہونے سے گریز کرتی تھی۔ پارکنگ میں کار روک کر ٹائیگر کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب کے مین ہال میں خاصے افراد موجود تھے۔ شراب اور منشیات کی غلیظ بدبو سے ماحول بھاری سا محسوس ہو رہا تھا۔ ٹائیگر ایک سائیڈ پر بنے ہوئے بڑے سے کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر دو مرد اور دو لڑکیاں موجود تھیں۔ مرد تو مخصوص ٹائپ کی سپلائی دینے میں مصروف تھے جبکہ ایک لڑکی فون

سامنے رکھے اس میں مصروف تھی اور دوسری لڑکی آنے والے افراد کو اٹنڈ کر رہی تھی۔

''یس سر''...... ٹائیگر کے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی فون والی لڑکی نے کاروباری انداز میں کہا۔

''کراؤن آفس میں ہے یا نہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''چیف باس آفس میں ہیں''......لڑکی نے جواب دیا۔

''اسے کہو کہ ٹائیگر آیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''آپ چاہتے کیا ہیں''......لڑکی نے قدرے پریشان سے لہجے میں کہا جیسے اسے ٹائیگر کی بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔

''میں اس سے ملنا چاہتا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''سوری سر۔ چیف اس وقت اہم میٹنگ کر رہے ہیں۔ اس لئے ملاقات نہیں ہوسکتی''......لڑکی نے دوٹوک لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر اس کلب کو میزائلوں سے اڑا دوں۔ بولو''...... ٹائیگر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو لڑکی یکلخت بے حد گھبرا گئی۔

''سس۔سس۔ سر۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر''......لڑکی نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تو پھر کراؤ بات اس سے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں آپ کی بات منیجر صاحب سے کرا دیتی ہوں''......لڑکی نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ نجانے اسے ٹائیگر کے لہجے اور

چہرے پر کیا نظر آ رہا تھا کہ وہ انتہائی خوفزدہ ہو رہی تھی۔

''رچرڈ سے، کراؤ بات''...... ٹائیگر نے کہا تو لڑکی نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے شاید لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا کیونکہ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''کاؤنٹر سے جوڈی بول رہی ہوں سر۔ یہاں ایک ٹائیگر صاحب موجود ہیں۔ وہ چیف سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن باس اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔ آپ ان سے بات کر لیجئے سر''۔لڑکی نے اس طرح منت بھرے لہجے میں کہا جیسے منیجر صاحب، ٹائیگر سے بات کر کے اس پر احسان کرے گا۔

''کراؤ بات''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لڑکی نے رسیور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

''ہیلو۔کون بول رہا ہے''...... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''رچرڈ بول رہا ہوں ٹائیگر۔ چیف واقعی اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔ کوئی کام ہو تو میں حاضر ہوں''...... دوسری طرف سے رچرڈ نے منت بھرے لہجے میں کہا تو جوڈی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''اسے فون کر کے میرے بارے میں بتا دو۔ مجھ سے زیادہ اہم میٹنگ نہیں ہوسکتی اور اگر وہ اسے اہم نہ سمجھے گا تو پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔ نہ اس کلب کا وجود رہے گا اور نہ ہی

اس کے جنرل مینجر کا''...... ٹائیگر نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''دھمکیاں مت دو۔ میرے آفس میں آ جاؤ۔ میں بات کرتا ہوں چیف سے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''تم جانتے ہو کہ ٹائیگر جو کہتا ہے وہ کر بھی دیتا ہے اس لئے خالی دھمکیاں نہ سمجھ لینا۔ بہرحال میں آ رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور لڑکی کے ہاتھ میں دے کر وہ مڑا اور سائیڈ میں موجود لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مینجر کے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ رچرڈ اُدھیڑ عمر آدمی تھا لیکن اس کے چہرے پر موجود شاطرانہ پن بتا رہا تھا کہ وہ شاطرانہ ذہانت کا مالک ہے۔

''خوش آمدید۔ آؤ بیٹھو''...... رچرڈ نے اٹھ کر ٹائیگر کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو''...... ٹائیگر نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تم تو ایپل جوس پیتے ہو۔ منگواؤں''...... رچرڈ نے بھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''نہیں رہنے دو۔ میں تمہارے چیف کراؤن کے ساتھ بیٹھ کر ایپل جوس پیوں گا۔ ڈبل مجھ سے پیا نہیں جا سکتا''...... ٹائیگر نے کہا تو رچرڈ چونک پڑا۔ اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔

''باس آج رات گئے فارغ ہو گا اس لئے آج تو ملاقات نہیں ہو سکتی۔ کوئی اور دن مقرر کر لو''...... رچرڈ نے اس بار سنجیدہ لہجے

میں کہا۔

''کن لوگوں سے میٹنگ ہو رہی ہے۔ کیا کوئی سمگلنگ کا مسئلہ ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ارے نہیں۔ باس اس ٹائپ کے دھندوں میں نہیں پڑا کرتا۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ اس کے اپنے مال بردار جہاز ہیں۔ ان کا پرابلم رہتا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''اوکے۔ اسے فون کر کے بتا دو کہ ٹائیگر تمہارے آفس میں موجود ہے اور اس سے ملنا چاہتا ہے۔ لاؤڈر آن کر دینا۔ پھر جو جواب وہ دے گا اس کے مطابق آگے کارروائی ہو گی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم آج ہی ملنے پر کیوں مصر ہو۔ کوئی خاص وجہ''...... رچرڈ نے کہا۔

''ہاں۔ سمگلنگ کے ایک بہت بڑے واقعہ کے بارے میں میری ایک پارٹی نے مجھے ایک خاص نوعیت کے معاملے کو ٹریس کرنے کے لئے کہا ہے اور میں اس سلسلے میں کراؤن سے حتمی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ کراؤن مجھ سے غلط بات کبھی نہیں کرتا اور یقیناً اسے اس معاملے کے بارے میں معلومات ہوں گی اور میں نے اپنی پارٹی کو آج رات رپورٹ دینی ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''میں بات کرتا ہوں''...... رچرڈ نے قدرے اطمینان بھرے

لہجے میں کہا اور انٹر کام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تو دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

''یس''...... ایک سخت اور بھاری آواز سنائی دی۔

''رچرڈ بول رہا ہوں۔ جناب ٹائیگر صاحب میرے آفس میں موجود ہیں اور آپ سے ملاقات چاہتے ہیں''...... رچرڈ نے کہا۔

''انہیں جوس پلاؤ۔ آدھے گھنٹے بعد میں فارغ ہو جاؤں گا۔ پھر انہیں بھجوا دینا''...... کراؤن کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو رچرڈ نے رسیور رکھ دیا۔

''اب تو ایپل جوس منگوا لوں''...... رچرڈ نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر آدھے گھنٹے بعد وہ کراؤن کے وسیع اور شاندار انداز میں سجائے گئے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ کراؤن درمیانی عمر کا آدمی تھا۔ جسم بھاری تھا البتہ چہرہ جسم کی نسبت چھوٹا تھا۔ اس نے نیلے کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

''بیٹھو۔ آئی ایم سوری۔ ایک اہم میٹنگ کی وجہ سے تمہیں انتظار کرنا پڑا''...... کراؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ کام میں ایسا ہوتا رہتا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو کراؤن بے اختیار چونک پڑا۔

''کام۔ کیا مطلب۔ کیسا کام''...... کراؤن نے کہا۔

''میں یہاں صرف ایپل جوس پینے نہیں آیا۔ مجھے تم سے کام

ہے اس لئے مجھے یہاں آنا پڑا۔ تم میرے دوست ہو اس لئے میں آ بھی گیا ہوں۔ اگر تم تعاون کرو گے تو مجھے فائدہ ہو گا۔ نہ کرو گے تو میں دوسرے راستے تلاش کر لوں گا لیکن تمہاری اور میری دوستی میں دراڑ آ جائے گی''...... ٹائیگر نے کہا تو کراؤن اس طرح ہنسا جیسے ٹائیگر نے بچوں جیسی بات کی ہو۔

''میں مکمل تعاون کروں گا۔ بے فکر رہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں کسی پارٹی نے بھاری معاوضے پر ہائر کیا ہو گا''...... کراؤن نے کہا۔

''تم پھر یہ بتاؤ کہ عورتوں کی سمگلنگ کا اصل کردار کون ہے''...... ٹائیگر نے دوٹوک لہجے میں کہا تو کراؤن بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر سختی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ عورتوں کی سمگلنگ۔ یہ کیا ہوتی ہے۔ اسلحہ اور ڈرگ یا سونے اور جواہرات کی سمگلنگ تو ہوتی ہے۔ یہ عورتوں کی سمگلنگ کا کیا مطلب ہوا''...... کراؤن نے کہا لیکن ٹائیگر نے محسوس کر لیا کہ اس کا لہجہ بے حد کھوکھلا تھا۔

''نوجوان عورتوں کو پورے ملک سے اغوا کیا جاتا ہے اور پھر انہیں غیر ممالک میں فروخت کر دیا جاتا ہے۔ لازمی بات ہے کہ ان عورتوں کو بحری راستوں سے لے جایا جاتا ہو گا اور تم بحری سمگلنگ کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سوری ٹائیگر۔ میں اس قدر خوفناک اور غلیظ دھندے کا تو

تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں تو یہ بات سن بھی تمہارے منہ سے رہا ہوں۔ انفرادی طور پر تو ایسا ممکن ہو سکتا ہے لیکن اجتماعی طور پر ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ عورتیں انسان ہیں، باشعور ہیں۔ وہ کیسے خاموشی سے یہاں سے سمگل ہو جاتی ہوں گی۔ ہاں بیرونِ ملک زیادہ معاوضے کا لالچ دے کر غریب عورتوں کو ان کی مرضی سے لے جایا جاتا ہو تو میں کہہ نہیں سکتا''...... کراؤن نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا لیکن نجانے کیا بات تھی کہ ٹائیگر کی چھٹی حس مسلسل الارم دے رہی تھی کہ کراؤن جھوٹ بول رہا ہے اور اسے اس معاملے کا بخوبی علم ہے۔

''تو پھر میں مایوس لوٹ جاؤں۔ کوئی ٹپ تو دے دو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سوری ٹائیگر۔ مجھے واقعی اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ویسے تم کس پارٹی کے لئے کام کر رہے ہو۔ ایسے جرائم کے خلاف تو پولیس یا انٹیلی جنس کام کرتی ہے''...... کراؤن نے کہا۔

''ایک ہائی لیول آدمی کی بیٹی کو کالج کے باہر سے اغوا کیا گیا ہے اور جو ابتدائی انکوائری ہوئی ہے اس کے مطابق اسے دوسری لڑکیوں سمیت کسی لانچ یا اسٹیمر یا مال بردار بحری جہاز کے ذریعے ملک سے باہر بھجوا دیا گیا ہے جس پر اس پارٹی نے مجھے ہائر کیا ہے''...... ٹائیگر نے جیب سے ایک خصوصی ڈکٹا فون نکالتے ہوئے کہا۔ میز کی وجہ سے سامنے بیٹھے ہوئی کراؤن کو معلوم نہ ہو سکا کہ

وہ باتیں کرتے ہوئے کیا کر رہا ہے۔ ٹائیگر نے خصوصی ڈکٹا فون کی ایک سائیڈ پر انگلی پھیری اور پھر اسے میز کے نیچے چپکا دیا۔ انگلی پھیرنے سے خصوصی ڈکٹا فون آن ہو گیا تھا۔ ٹائیگر نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ اسے یقین تھا کہ کراؤن اس کے جانے کے بعد لازماً اس معاملے پر کسی سے بات کرے گا اور وہ اس کال کی تفصیل سن لے گا۔ پھر ٹائیگر کراؤن سے اجازت لے کر باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیسمنٹ میں پہنچ گیا جہاں کلب کی ایکسچینج قائم کی گئی تھی۔ وہاں ٹائیگر کا ایک دوست بھی تھا۔ اس کا نام رازی تھا۔ وہ ایکسچینج سپروائزر تھا۔ ٹائیگر جیسے ہی بیسمنٹ کی سیڑھیاں اتر کر وہاں پہنچا، رازی شاید باہر جا رہا تھا۔ وہ ٹائیگر کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔

''آؤ آؤ۔ کوئی خاص بات، جو تمہیں یہاں آنا پڑا''...... رازی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''دس ہزار روپے کمانا چاہتے ہو''...... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا تو رازی بے اختیار اچھل پڑا۔

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ کیا کرنا ہو گا مجھے''...... رازی نے کہا۔

''کراؤن نے دس منٹ پہلے سے اب تک جتنے فون کئے ہیں۔ ان کی تفصیل چاہئے مجھے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ سوری۔ یہاں خصوصی طور پر ایسے انتظامات کئے گئے ہیں کہ کلب کے جنرل مینجر اور مینجر دونوں کے فون ٹیپ نہ ہو سکیں''۔ رازی نے کہا۔

''یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ جنرل مینجر نے کس نمبر پر فون کیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں البتہ یہ معلوم ہو سکتا ہے''...... رازی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تو معلوم کر کے باہر آ جاؤ اور دس ہزار روپے کما لو۔ میں پارکنگ میں موجود ہوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں نے بھی وہیں جانا تھا''...... رازی نے کہا اور مڑ کر واپس چلا گیا جبکہ ٹائیگر بیسمنٹ سے باہر آ کر پارکنگ کی طرف چل پڑا۔ اسے کراؤن اور کسی دوسرے کے درمیان ہونے والی بات چیت کی فکر نہ تھی کیونکہ خصوصی ڈکٹا فون کی وجہ سے اس کی جیب میں موجود آلہ ساتھ ساتھ ٹیپ کر رہا ہو گا۔ اسے وہ فون نمبر چاہئے تھا جہاں کراؤن فون کرے گا اور یہ کام رازی کی مدد سے آسانی سے ہو جائے گا اور پھر تھوڑی دیر بعد رازی اسے آتا دکھائی دیا۔

''یہ لو فون نمبر۔ ایک ہی فون ہوا ہے''...... رازی نے ایک چٹ ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے جیب میں سے بڑے مالیت کے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس میں سے دس نوٹ علیحدہ کر کے رازی کو دے دیئے۔ رازی کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس نے ہاتھ ملایا اور آگے بڑھ گیا۔ ٹائیگر نے ایک نظر چٹ پر ڈالی اور پھر مڑ کر وہ ایک

طرف موجود فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جیب سے کارڈ نکال کر فون پیس کے مخصوص خانے میں ڈالا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔ فون پر لائٹ جل اٹھی اور ٹائیگر نے چٹ پر لکھا ہوا نمبر پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ ڈیسی بول رہا ہوں''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''میں نے جناب شریف صاحب سے بات کرنی ہے''۔ ٹائیگر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ سہمے ہوئے انداز میں بات کر رہا ہو۔

''کس نمبر پر کال کی ہے''...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا تو ٹائیگر نے دانستہ آخری دو نمبر بدل دیئے۔

''سوری۔ رانگ نمبر''...... دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا اور ٹائیگر نے کارڈ کو آگے کیا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''چیف پولیس کمشنر بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے لہجے کو دانستہ بھاری بناتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ حکم سر''...... اس بار دوسری طرف سے بولنے والی کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

''ایک نمبر نوٹ کریں اور چیک کر کے بتائیں کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے۔ اچھی طرح چیک کریں۔ یہ ملکی سلامتی کا مسئلہ ہے''۔

ٹائیگر نے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے ڈیسی کا نمبر بتا دیا۔

''ہولڈ کریں سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں''...... تھوڑی دیر بعد نسوانی آواز میں پوچھا گیا۔

''یس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سر۔ یہ نمبر کاشان کالونی کی کوٹھی نمبر ٹرپل تھری میں ڈاکٹر رابرٹ کے نام پر نصب ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کیا آپ کنفرم ہیں۔ کسی غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''یس سر۔ کنفرم ہے یہ''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ اسے لیک آؤٹ نہیں ہونا چاہئے ورنہ تمہاری باقی زندگی جیل میں گزر سکتی ہے''...... ٹائیگر نے دانستہ سخت لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''بے فکر رہیں سر۔ میں سمجھتی ہوں سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے رسیور رکھ کر فون پیس کے خانے سے کارڈ نکال کر جیب میں رکھا اور پھر فون بوتھ سے باہر آ کر اس نے جیب سے ایک ریموٹ کنٹرول نما آلہ نکالا اور اس کا بٹن پریس کر دیا۔ پہلے

چند لمحے تو آلے سے کوئی آواز سنائی نہ دی لیکن پھر ایسی آواز آئی جیسے رسیور اٹھا لیا گیا ہو۔

''کراؤن بول رہا ہوں کلب سے''...... کراؤن کی آواز سنائی دی۔

'' ڈیسی خیال رکھو۔ ٹائیگر کو تو تم جانتے ہو۔ وہ عورتوں کی سمگلنگ پر کام کر رہا ہے۔ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر کراؤن کی آواز سنائی دی۔ ڈکٹا فون صرف کراؤن کی آواز کیچ کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے جو آواز آ رہی تھی اسے ڈکٹا فون کیچ نہ کر رہا تھا کیونکہ رسیور کراؤن کے کان سے لگا ہوا تھا لیکن ٹائیگر پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ کراؤن نے یہ کال ڈیسی کو کی ہے۔ اس لئے لامحالہ دوسری طرف سے ڈیسی ہی بول رہا تھا۔ اسے پہلے سے اندازہ تھا کہ ڈکٹا فون دوسری طرف کی آواز کیچ نہ کر سکے گا اور چونکہ نمبر پریس کئے جاتے تھے اس لئے کوئی آواز پیدا نہ ہوتی تھی اس لئے اس نے ایکسچینج کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ کراؤن نے کال ڈیسی کو کی ہے۔ فون نمبر معلوم ہونے پر اس نے اسے کنفرم کرنے کے لئے خود فون کیا۔ دوسری طرف سے ڈیسی کا نام لیا گیا۔ پھر انکوائری کے ذریعے اس نے اس کوٹھی کا پتہ بھی چلا لیا جہاں کال رسیو کی گئی تھی۔

''جلدی اس کا خاتمہ کر دو۔ اسے جتنا وقت ملے گا۔ یہ اتنا ہی خطرناک بن جائے گا''...... کراؤن کی آواز سنائی دی اور پھر دوسری

طرف سے کچھ سن کر رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے رسیور آلے کو آف کر کے جیب میں رکھ لیا اور خود وہ تیز تیز قدم اٹھاتا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا تا کہ اس ڈیسی سے دو دو ہاتھ کر سکے۔

سیاہ کار گنجان آباد کارسن کالونی میں داخل ہوئی تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے راڈش اور سائیڈ پر بیٹھے ہارڈی دونوں کے جسم تن سے گئے۔ تھوڑی دیر بعد راڈش نے کار ایک ریستوران کے سامنے روک دی۔

''آؤ''...... راڈش نے کار کو بند کر کے نیچے اترتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے ہارڈی نیچے اتر آیا۔ کار لاک کر کے وہ دونوں ریستوران میں داخل ہوئے۔ یہ چھوٹا سا ریستوران تھا۔ ہال میں بھی چند مقامی افراد ہی موجود تھے۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے دو آدمی موجود تھے۔

''یس سر۔ کیا خدمت کر سکتے ہیں ہم سر''...... ایک نوجوان نے ان دونوں کے کاؤنٹر پر رکتے ہی بڑے کاروباری لہجے میں کہا۔

''آپ میں سے یہاں اس کالونی کا رہائشی کون ہے''۔ راڈش نے کہا۔

''یہاں کا نہیں جناب۔ ہم تو یہاں سروس کرتے ہیں''...... اس نوجوان نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے تھے جیسے وہ راڈش کے سوال کی وجہ تسمیہ نہ سمجھ سکا ہو۔

''یہاں کسی کوٹھی میں ایک صاحب ملازم ہیں۔ ان کا نام ہاشم ہے۔ ان کی کوٹھی کا نمبر ہمیں بھول گیا ہے۔ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا کریں''...... راڈش نے جیب سے ایک بڑی مالیت کا نوٹ نکال کر سامنے رکھتے ہوئے کہا تو جو نوجوان ان سے بات کر رہا تھا اس کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی۔

''آپ تشریف رکھیں۔ میں معلوم کر کے آتا ہوں''...... کاؤنٹر مین نے کہا اور تیزی سے مڑ کر اندرونی راہداری کے اندر چلا گیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

''معلوم ہو گیا ہے جناب''...... کاؤنٹر مین نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''بتائیں''...... راڈش نے کہا تو کاؤنٹر مین نے اس کے ہاتھ میں نوٹ کی طرف دیکھا۔

''یہ بھی مل جائے گا۔ بتائیں تو سہی''...... راڈش نے کہا۔

''وہ جناب۔ کارسن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو بارہ۔ اے بلاک میں رہتا ہے''...... کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

''کس نے بتایا ہے''...... راڈش نے پوچھا۔

''اسسٹنٹ مینجر صاحب نے۔ وہ یہیں کے رہائشی ہیں۔ یہاں کے سب لوگوں کو جانتے ہیں۔ ہاشم یہاں کافی آتا جاتا رہتا ہے''...... کاؤنٹر مین نے کہا تو راڈش نے ہاتھ میں پکڑا ہوا نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''ایک بار پھر کنفرم کر لو۔ اگر غلط بیانی ہوئی تو یہ ریستوران میزائلوں سے اڑا دیں گے''...... راڈش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''جو اسسٹنٹ مینجر نے بتایا ہے وہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ دھمکی دے رہے ہو تو نوٹ واپس رکھ لو''...... کاؤنٹر مین نے نوٹ واپس دیتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی خوفزدہ نظر آنے لگا تھا۔

''او کے۔ تھینک یو''...... راڈش نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ اس کے مڑتے ہی ہارڈی بھی مڑ گیا اور پھر چند لمحوں بعد ان کی کار اے بلاک کی کوٹھیوں کو چیک کر رہی تھی۔ پھر ایک متوسط درجے کی کوٹھی پر ایک سو بارہ لکھا ہوا نظر آ گیا۔ انہوں نے کار آہستہ کر لی۔ پھاٹک بند تھا۔ وہ کار آگے بڑھا لے گئے اور پھر کافی آگے جا کر انہوں نے کار کو ایک پبلک پارکنگ میں روکا اور دونوں نیچے اتر آئے۔ راڈش نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل اٹھایا اور اسے جیب میں ڈالنے کے بعد اس نے اس باکس کے اندر موجود اینٹی گیس کی چھوٹی بوتل اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ مشین پسٹلز پہلے سے ہی ان کی جیبوں میں تھے۔

آؤ''...... راڈش نے کہا اور سڑک کی طرف بڑھ گیا۔

''تم فرنٹ کی طرف جاؤ۔ میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے عقب سے اندر کود جاؤں گا اور پھر پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر تمہیں اندر بلا لوں گا''...... راڈش نے کہا تو ہارڈی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور سائیڈ پر مڑ گیا جبکہ راڈش سڑک کراس کر کے اس سائیڈ روڈ کی طرف بڑھ گیا جو مطلوبہ کوٹھی کی سائیڈ پر تھی۔ پھر تقریباً درمیان میں پہنچ کر راڈش نے جیب سے گیس پسٹل نکالا اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس نے گیس پسٹل کا رخ سائیڈ دیوار کے اوپر کی طرف کیا اور یکے بعد دیگرے دو کیپسول کوٹھی کے اندر فائر کر کے اس نے تیزی سے پسٹل واپس جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عقب میں تنگ سی گلی میں پہنچ گیا۔ جہاں کوڑے کے دو بڑے بڑے ڈرم پڑے ہوئے تھے راڈش وہاں کھڑا کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ کوٹھی میں پھیلی ہوئی گیس کا اثر ختم ہو جائے اور پھر کچھ دیر بعد ڈرم پر چڑھ کر وہ اندر گیا۔ چند لمحے وہیں دبکے رہنے کے بعد وہ سائیڈ گلی کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ کوٹھی میں موجود تمام افراد بے ہوش پڑے ہوں گے لیکن نفسیاتی طور پر وہ اندر کودنے کے بعد دبک تھا۔ سائیڈ گلی سے وہ جب فرنٹ پر آیا تو اس نے پھاٹک ساتھ بنے ہوئے کمرے کی سائیڈ دیوار کے قریب ایک آدمی زمین پر پڑے ہوئے دیکھا تو وہ ادھر بڑھ گیا۔ وہ چونکہ پہلے

سے ملا ہوا تھا۔ اس لئے قریب پہنچنے پر اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ زمین پر بے ہوش پڑا ہوا آدمی ہاشم ہی تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ریستوران کے کاؤنٹر مین نے درست پتہ بتایا تھا۔ وہ مڑا اور کوٹھی کے اندرونی حصے میں چلا گیا تاکہ معلوم کر سکے کہ کوٹھی میں کتنے افراد موجود ہیں لیکن پوری کوٹھی گھومنے کے بعد وہ واپس پھاٹک پر آ گیا۔ چونکہ ہاشم کے علاوہ پوری کوٹھی میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا اس لئے اس نے آگے بڑھ کر چھوٹی کھڑکی کھولی اور باہر آ گیا تو سامنے ہی سڑک کے پار ہارڈی موجود تھا جو راڈش کو باہر آتا دیکھ کر تیزی سے سڑک کراس کر کے پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔

''ہاشم بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ باقی کوٹھی خالی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم ہاشم کو اپنے پوائنٹ پر لے جائیں تاکہ اطمینان سے اس سے پوچھ گچھ ہو سکے۔ یہاں کسی بھی وقت کوئی مداخلت ہو سکتی ہے۔ یہاں بعد میں دوبارہ ریڈ کر دیں گے''...... راڈش نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اس کالونی میں میرا ایک پوائنٹ موجود ہے۔ کوٹھی نمبر تھرٹی سکس۔ بی بلاک۔ وہاں چلے چلتے ہیں''...... ہارڈی نے کہا۔

''او کے۔ میں کار لے آؤں۔ پھر اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔ تم پھاٹک کھولو''...... راڈش نے کہا اور ہارڈی کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ اس طرف بڑھ گیا جدھر پارکنگ تھی جہاں اس کی

مخصوص کار کھڑی تھی جبکہ ہارڈی اندر داخل ہوا اور وہیں رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب کار کی آواز باہر گیٹ کے پاس سے سنائی دی تو ہارڈی پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پھاٹک کھولا تو راڈش کار اندر لے آیا۔ ہارڈی نے پھاٹک بند کیا۔ پھر ہارڈی اور راڈش نے بے ہوش پڑے ہوئے ہاشم کو اٹھا کر کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان لٹا کر اوپر کپڑا ڈال دیا۔ ہارڈی نے ایک بار پھر پھاٹک کھولا اور راڈش کار باہر لے گیا۔ ہارڈی نے پھاٹک بند کیا اور پھر چھوٹی کھڑکی سے باہر آ کر اس نے چھوٹی کھڑکی کی باہر سے کنڈی لگائی اور آگے بڑھ کر کار کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

’’آگے چلو۔ میں راستہ بتاتا ہوں‘‘...... ہارڈی نے کہا اور راڈش نے کار آگے بڑھا دی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد کار ایک چھوٹے سائز کی کوٹھی کے سامنے رک گئی کیونکہ ہارڈی نے روکنے کا اشارہ کیا تھا۔ ہارڈی کے کہنے پر راڈش نے تین بار ہارن دیا تو پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک مسلح آدمی باہر آ گیا۔

’’پھاٹک کھولو جیگر‘‘...... ہارڈی نے کار کی کھڑکی سے سر باہر نکالتے ہوئے کہا۔

’’یس باس‘‘...... جیگر نے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر واپس کھڑکی میں غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھل گیا اور راڈش نے کار اندر کی طرف بڑھا دی۔ وہاں دو مسلح افراد اور بھی موجود تھے۔ کار پورچ میں رکتے ہی ہارڈی کار سے نیچے اتر آیا

تو دو مسلح افراد نے پہلے اسے سیلوٹ کیا اور پھر راڈش کو بھی سیلوٹ کیا گیا۔

’’کار کی سیٹوں کے درمیان ایک مقامی آدمی بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ اسے اٹھا کر بلیک روم میں لے جاؤ اور کرسی سے باندھ دو۔ پھر ہمیں اطلاع دو‘‘...... ہارڈی نے کہا۔

’’یس باس‘‘...... وہاں موجود تینوں افراد نے کہا۔

’’آؤ راڈش۔ ہم اتنی دیر میں کچھ پی لیں‘‘...... ہارڈی نے اس بار راڈش سے مخاطب ہو کر کہا اور راڈش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد انہیں اطلاع دی گئی کہ مقامی بے ہوش آدمی کو کرسی سے مضبوطی سے باندھ دیا گیا ہے تو وہ دونوں اٹھ کر بلیک روم میں پہنچ گئے وہاں جیگر موجود تھا۔

’’جیگر۔ الماری سے کوڑا نکال کر اس کی سائیڈ میں کھڑے ہو جاؤ۔ اگر یہ نخرے کرے گا تو میں تمہیں اشارہ کر دوں گا اور تم اس کی کھال اتار دینا‘‘...... ہارڈی نے جیگر سے کہا اور پھر دونوں سامنے پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ہاشم ابھی تک بے ہوش تھا۔ راڈش نے جیب سے اینٹی گیس کی بوتل نکالی اور اٹھ کر وہ بندھے ہوئے ہاشم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور بوتل کا دہانہ ہاشم کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی۔ اس کا ڈھکن لگایا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ مڑا اور واپس آ کر ہارڈی کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ہاشم کے

جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے جبکہ اس دوران جیگر کوڑا ہاتھ میں پکڑے ہاشم کی کرسی کی سائیڈ میں اس طرح کھڑا ہو گیا کہ جس وقت چاہے ہاشم پر کوڑے برسا سکے۔ تھوڑی دیر بعد ہاشم نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

''یہ۔ یہ کیا ہوا۔ کیا ہوا ہے۔ میں کہاں ہوں''...... ہاشم کے منہ سے الفاظ اس طرح نکلنے لگے جیسے ٹکسال سے سکے بن کر باری باری باہر آ رہے ہوں۔

''تمہارا نام ہاشم ہے''...... راڈش نے کہا تو ہاشم نے اس طرح چونک کر راڈش کی طرف دیکھا جیسے وہ اسے پہلی بار نظر آیا ہو۔

''تم۔ تم کون ہو۔ لگتا ہے کہ میں نے تمہیں دیکھا ہوا ہے''۔ ہاشم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''جو میں نے پوچھا ہے وہ بتاؤ۔ ورنہ کوڑے سے کھال اتروا دوں گا''...... راڈش نے کرخت لہجے میں کہا تو اسی لمحے جیگر نے کوڑے کو فضا میں چٹخایا تو ہاشم کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

''ہاں۔ میرا نام ہاشم ہے''...... ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کوٹھی نمبر ایک سو بارہ۔ اے بلاک میں کون رہتا ہے''۔ راڈش

نے پوچھا۔

''میں رہتا ہوں اور کوئی نہیں رہتا''...... ہاشم نے جواب دیا۔

''تمہاری اس کوٹھی میں کیا حیثیت ہے''...... راڈش نے پوچھا۔

''میں اس کوٹھی کا مالک ہوں''...... ہاشم نے جواب دیا۔

''یہ جھوٹ بول رہا ہے راڈش ۔ زیادہ چالاک بن رہا ہے''۔ پاس بیٹھے ہوئے ہارڈی نے چیخ کر کہا۔

''مارو اسے کوڑے''...... راڈش نے بھی غصیلے لہجے میں کہا تو جیگر کا ہاتھ حرکت میں آ گیا اور اس کے ساتھ ہی کمرہ شڑاپ شڑاپ کی آوازوں اور ہاشم کی دلدوز چیخوں سے گونج اٹھا۔

''رک جاؤ۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے''...... راڈش نے کہا تو جیگر نے ہاتھ روک لیا۔ ہاشم کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ سینے پر کوڑے نے زخم ڈال دیئے تھے اور بازو سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ اس کی حالت دو کوڑوں سے ہی انتہائی خستہ ہو چکی تھی۔

''اب بتاؤ۔ سچ سچ بتاؤ۔ ورنہ پھر کوڑا نہیں رکے گا''...... راڈش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''مجھے مت مارو۔ مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ میں تو صرف وہاں چوکیدار ہوں اور بس''...... ہاشم نے رک رک کر کہا۔

''آخری بار کہہ رہا ہوں اصل بات بتاؤ۔ ورنہ''...... راڈش نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مت مارو مجھے۔ مجھے مت مارو۔ میں بتاتا ہوں۔ وہ کوٹھی

فورسٹارز کا ہیڈکوارٹر ہے''...... ہاشم نے کہا تو راڈش اور ہارڈی دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

''فور سٹارز۔ وہ کیا ہے''...... راڈش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جہاں تک مجھے معلوم ہے فورسٹارز ایک سرکاری تنظیم ہے جو پاکیشیا میں ہونے والے جرائم کا سراغ لگا کر ان کے پیچھے موجود بڑے بڑے لوگوں کو سامنے لے آتی ہے۔ یہ میرا خیال ہے ورنہ میں کسی سے پوچھ تو نہیں سکتا''...... ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کتنی بڑی تنظیم ہے۔کون کون اس میں ہے۔ اس کا چیف کون ہے اور وہ کہاں رہتا ہے''...... راڈش نے مسلسل سوالات کرتے ہوئے کہا۔

''تنظیم کے چار ممبرز ہیں۔ چیف صدیقی صاحب ہیں۔ جب کہ ان کے ساتھی خاور صاحب، چوہان صاحب اور نعمانی صاحب ہیں۔ ہاں۔کبھی کبھی عمران صاحب بھی آ جاتے ہیں''...... ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا تو اس بار ہارڈی چونک پڑا۔

''عمران۔ وہ مسخرا سا آدمی''...... ہارڈی نے کہا۔

''ہاں۔ وہ بے حد مزاحیہ باتیں کرتے ہیں''...... ہاشم نے جواب دیا۔

''کون ہے یہ عمران۔تم اسے کیسے جانتے ہو''...... راڈش نے

کہا۔

''انڈر ورلڈ کے ٹائیگر کو تو جانتے ہو تم''...... ہارڈی نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں۔ اس کا یہاں کیا تعلق''...... راڈش نے کہا۔

''عمران اس ٹائیگر کا استاد ہے اور وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور پوری دنیا میں خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس کا تعلق فورسٹارز سے ہے تو پھر یہ بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کوئی ذیلی تنظیم ہو سکتی ہے''...... ہارڈی نے کہا۔

''یہ چار افراد کے نام بتا رہا ہے اور چار افراد سے کیا تنظیم بن سکتی ہے۔ پھر یہ کیسا ہیڈکوارٹر ہے جہاں چوکیدار کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں ہے اور میں اس کوٹھی میں گھوما ہوں۔ عام سی کوٹھی ہے اور ان چاروں افراد کا خاتمہ ہم نے کرنا ہے۔ ہمارے ذمے یہی ڈیوٹی ہے''...... راڈش نے کہا۔

''کیا وہ چاروں اس کوٹھی میں رہتے ہیں''...... ہارڈی نے ہاشم سے مخاطب ہو کر کہا۔

''نہیں۔ یہاں تو صرف میں رہتا ہوں۔ وہ تو اپنے اپنے فلیٹ میں رہتے ہیں اور وہ فلیٹ بھی تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ جب انہوں نے میٹنگ کرنا ہو تو ہیڈکوارٹر آ جاتے ہیں یا کسی سے پوچھ گچھ کرنی ہو تو آ جاتے ہیں''...... ہاشم نے جواب دیا۔ وہ دو کوڑے کھانے کے بعد اب بڑی شرافت سے سب کچھ بتائے چلا جا رہا تھا۔

''بکواس مت کرو۔ تمہیں علم نہیں ہے۔ بتاؤ کہاں رہتے ہیں یہ فورسٹارز۔ ان کے حلیئے اور قد وقامت تفصیل سے بتاؤ''...... راڈش نے چیختے ہوئے کہا اور ہاشم نے حلیئے اور قد وقامت تفصیل سے بتا دیئے لیکن وہ ان چاروں کی رہائش گاہوں کے بارے میں کچھ نہ جانتا تھا۔

''برساؤ اس پر کوڑے جیگر۔ برساؤ کوڑے''...... راڈش نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ ہاشم کے حلق سے نکلنے والی زور دار چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا لیکن اسی لمحے باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو راڈش اور ہارڈی دونوں کرسیوں سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بھاگنے لگے جبکہ جیگر نے بھی کوڑا پھینکا اور کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتار کر وہ بھی بیرونی دروازے کی طرف بھاگ پڑا۔ ہاشم بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے جسم سے جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا اور اس کی حالت خاصی خستہ دکھائی دے رہی تھی۔

حصہ اول ختم شد

ہر قسم کے ناول، ماہانہ ڈائجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران سیریز
آفیشل پبلک لائبریری
0301-7293296
0301-5600311
عظیم احمد طارق
★ زیر نگرانی ... کمالیہ

عمران سیریز

سنگین جرم

حصہ دوم

مظہر کلیم ایم اے

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

قسم کے ناول، ماہانہ ڈائجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران سیریز
آر سہیل پبلک لائبریری

صدیقی اور چوہان کے جہان پور جانے کے بعد خاور اور نعمانی
نے دوپہر کا کھانا کسی ہوٹل میں جا کر کھانے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہاشم
ن کے مطابق اچھا کھانا نہ پکا سکتا تھا۔ چونکہ ان کے ذمے یہاں
ہ کرسی طرف سے کوئی اہم اطلاع وصول کرنا تھی اور انہیں معلوم
ٰا کہ ٹائیگر تو انہیں کوئی اطلاع نہیں دے سکتا۔ وہ تو عمران کو
طلاع دے گا البتہ صدیقی کوئی بات کرسکتا تھا یا کوئی اطلاع دے
سکتا ہے اور انہیں جہان پور پہنچنے میں بھی تین گھنٹے لگ سکتے ہیں اس
لئے وہ اطمینان سے کھانا کھانے چلے گئے تھے البتہ انہوں نے
ہائے واپسی پر کالونی کے ریستوران میں بیٹھ کر پینے کا فیصلہ کیا تھا
کیونکہ اس ریستوران کی کافی اور چائے بے حد پسند کی جاتی تھی
ہر اس وقت وہ دونوں واپس ہیڈکوارٹر آ رہے تھے کہ کالونی میں
اخل ہونے کے بعد آگے موجود ریستوران کے سامنے نعمانی نے
کار روک دی۔

''آؤ۔ ایک ایک کپ چائے پی لیں۔ پھر شاید موقع ملے نہ ملے''...... نعمانی نے کہا اور کار سے نیچے اتر گیا۔ دوسری طرف سے خاور بھی نیچے اتر آیا اور وہ دونوں ریستوران کا مین گیٹ کھول کر اندر ہال میں داخل ہوئے۔ ہال تقریباً خالی تھا۔ چند میزوں کے گرد مرد اور عورتیں موجود تھیں جو کافی پینے میں مصروف تھے۔ نعمانی اور خاور بھی ایک خالی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ اسی لمحے ویٹر ان کے قریب آیا تو نعمانی نے اسے دو چائے لانے کا کہہ دیا اور وہ سلام کر کے واپس چلا گیا۔

''یہ لڑکیوں کو اغوا کر کے کہاں فروخت کرتے ہوں گے۔ ایک آدھ لڑکی کو تو خفیہ طور پر فروخت کیا جاسکتا تھا لیکن اتنی بڑی تعداد میں لڑکیوں کو کیسے اور کہاں فروخت کیا جاتا ہو گا''...... خاور نے نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''مجھے تو معلوم نہیں۔ بہرحال کوئی نہ کوئی سلسلہ ہو گا ہی سہی یہ لوگ اس قدر خوفناک اور رذیل جرم کرتے ہیں''...... نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ایک نوجوان تیزی سے آگے بڑھا اور پھر آ کر اس نے نعمانی کو ایک چٹ دی اور تیزی سے واپس گیا تو نعمانی اور خاور دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ نعمانی نے چٹ دیکھی۔ اس پر لکھا تھا کہ آپ مجھے عقبی طرف ملیں۔ آپ کے فائدے کی بات ہے۔

''تم بیٹھو۔ میں آ رہا ہوں''...... نعمانی نے کہا اور اٹھ کر تیز

قدموں سے چلتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عقب میں پہنچا تو وہ نوجوان وہاں موجود تھا۔

''آپ کا نام نعمانی ہے نا۔ میرا نام روشن ہے۔ آپ سے پہلے بھی کئی بار ملاقات ہو چکی ہے''...... اس نوجوان نے کہا جس نے اپنا نام روشن بتایا تھا۔

''ہاں۔ میرے بھی ذہن میں ہے کہ تم سے پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے لیکن یہ سب کیا ہے۔ کوئی خاص بات''...... نعمانی نے کہا۔

''میری آج کاؤنٹر پر ڈیوٹی تھی۔ میرے ساتھ ہمایوں تھا کہ دو آدمی آئے جو اپنے انداز اور لباس سے بدمعاش دکھائی دیتے تھے۔ انہوں نے ہمایوں سے پوچھا کہ وہ یہاں ایک کوٹھی میں رہنے والے ہاشم سے ملنا چاہتے ہیں اور پھر جا کر ہمایوں نے کہیں سے معلومات حاصل کیں اور ان دونوں سے ایک ہزار روپے انعام لے کر اس نے معلومات انہیں دے دیں۔ میں نے ایک بار آپ کو اس کوٹھی سے نکلتے دیکھا تھا اس لئے میں نے آپ کو بتا دیا ہے''۔ روشن نے کہا تو نعمانی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک بڑی مالیت کا نوٹ نکال کر اس نے روشن کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''کتنی دیر پہلے کی بات ہے''...... نعمانی نے پوچھا۔

''دو گھنٹے ہو گئے ہوں گے''...... روشن نے جواب دیا تو نعمانی سمجھ گیا کہ ان کے بعد لوگ وہاں پہنچے ہوں گے۔

''ان کے حلیئے اور لباس کیسے تھے۔ تھوڑی سی تفصیل بتا دو''۔

نعمانی نے کہا تو روشن نے تفصیل بتا دی۔

''اوکے۔ شکریہ''...... نعمانی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر مین گیٹ کے ذریعے ہال میں پہنچ گیا۔

''چائے پی لی ہے تم نے''...... نعمانی نے کہا۔

''نہیں۔ تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ کیوں کیا ہوا ہے''...... خاور ۔ کہا۔

''آؤ چلیں۔ اہم معاملہ ہے''...... نعمانی نے کہا اور اس ۔ ساتھ ہی اس نے ویٹر کو بلا کر چائے کا بل اور ٹپ دی اور اس ۔ معذرت کی کہ انتہائی ضروری کام کی وجہ سے وہ چائے نہیں سکے۔

''آخر ہوا کیا ہے۔ مجھے بھی تو بتاؤ''...... خاور نے کار میں بیٹ ہوئے احتجاجی لہجے میں کہا تو نعمانی نے کار سٹارٹ کر کے ا آگے بڑھاتے ہوئے خاور ساری تفصیل بتا دی۔

''دو بدمعاش ٹائپ آدمی۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہاشم دوست ہوں''...... خاور نے کہا۔

''دوست پتہ معلوم کرنے کے لئے رقم نہیں دیا کرتے۔ یہ اور گڑبڑ ہے''...... نعمانی نے کہا تو اس بار خاور نے اثبات میں ہلا دیا۔ کار اب تیزی سے فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ دونوں کے چہروں پر گہری سنجیدگی اور تشویش تاثرات نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈکوارٹر کے سامنے

گئے۔

''اوہ۔ چھوٹی کھڑکی باہر سے بند کی گئی ہے''...... نعمانی نے جلدی سے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ دوسری طرف سے خاور بھی نیچے اترا۔ نعمانی نے آگے بڑھ کر چھوٹی کھڑکی کی کنڈی ہٹائی اور کھڑکی کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے خاور بھی اندر آ گیا۔ دونوں کے ہاتھ جیبوں میں تھے اور وہ بے حد محتاط نظر آ رہے تھے لیکن جلد ہی انہیں محسوس ہو گیا کہ کوٹھی خالی پڑی ہے۔

''یہ ہاشم کہاں گیا''...... نعمانی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اونچی آواز میں ہاشم کو بلانا شروع کر دیا لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ ملا۔

''ہاشم کو بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا ہے یا اسے ہلاک کر کے اس کی لاش لے جائی گئی ہے''...... خاور نے کہا تو نعمانی بے اختیار اچھل پڑا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیسے اندازہ لگایا ہے تم نے''...... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ دیکھو۔ یہاں دیوار کے ساتھ زمین پر موجود نشانات سے لگتا ہے کہ کوئی انسان یہاں پڑا رہا ہے اور یہ دیکھو کسی کار کے ٹائروں کے نشانات۔ یہ مخصوص سفاری کار ہے۔ اس کے چوڑے ٹائر دیکھ رہے ہو۔ یہ پھاٹک سے اندر یہاں تک آئی ہو گی اور پھر یہیں سے واپس پھاٹک کی طرف گئی ہے''...... خاور نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ پہلے اندر بے ہوش کرنے والی گیس فائر کی گئی اور پھر ہاشم کو لے جایا گیا''...... نعمانی نے کہا۔

''اس مخصوص کار کو ٹریس کیا جاسکتا ہے''...... خاور نے کہا۔

''وہ کیسے''...... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ ٹائروں کے نشانات بتا رہے ہیں کہ یہ خصوصی سفاری کار ہے اور جب ہم ریستوران میں مڑ رہے تھے تو میں نے ایک مخصوص سفاری کار کو جس کا رنگ سیاہ تھا، بی بلاک کی طرف مڑتے دیکھا تو میں اس لئے حیران ہوا تھا کہ ایسی کار رکھنے والے اُمرا تو سپیشل کیٹگری میں ہوتے ہیں۔ ان کا بی بلاک کی طرف جانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے لیکن پھر میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ آجکل رینٹ اے کار کا زمانہ ہے اور رینٹ پر بڑی اور قیمتی کاریں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ ہمیں چیک کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری مطلوبہ کار ہو''...... خاور نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کیسے چیک کریں گے۔ وہ بی بلاک سے کسی اور طرف بھی نکل سکتے ہیں اور کسی کوٹھی میں بھی کار موجود ہو سکتی ہے اس لئے ہمیں باہر سے کیسے معلوم ہو گا''...... نعمانی نے کہا تو خاور بے اختیار ہنس پڑا۔

''تم اس کالونی میں صرف ہیڈکوارٹر آتے جاتے رہتے ہو جبکہ میں یہاں بی بلاک میں چھ ماہ تک رہائش پذیر رہا ہوں۔ اس لئے مجھے معلوم ہے کہ بی بلاک کے گرد باقاعدہ چار دیواری ہے جس میں کوئی راستہ نہیں ہے۔ راستہ اے بلاک کی طرف سے ہے۔ جہاں تک کار کے کسی کوٹھی میں داخلے کا تعلق ہے تو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ ایسی خصوصی ماڈل کی گاڑیوں میں سیٹلائٹ ٹریکر نصب ہوتے ہیں جنہیں سیٹلائٹ کے ذریعے آپریٹ کیا جا سکتا ہے۔ صرف مخصوص پاس ورڈ کی ضرورت ہوتی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ کمپیوٹر میری خاص فیلڈ ہے۔ اس لئے مجھے معلوم ہے کہ سفاری کمپنی کس انداز سے پاس ورڈ تیار کرتی ہے۔ یہ پاس ورڈ زیادہ سے زیادہ دس ہو سکتے ہیں۔ ہم خصوصی آپریٹنگ آلے کی مدد سے باری باری ایک ایک پاس ورڈ کو آزمائیں گے اور ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ کار کس کوٹھی میں موجود ہے''...... خاور نے کہا۔

''حیرت ہے۔ تم تو چھپے رستم ہو۔ ٹھیک ہے۔ لے آؤ آلہ۔ پہلے یہی کام کریں''...... نعمانی نے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔

''اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم بی بلاک چلیں یا یہاں سے بھی اسے آپریٹ کیا جاسکتا ہے''...... نعمانی نے پوچھا۔

''کیا تو جا سکتا ہے لیکن ٹریکنگ مشکل ہو جائے گی۔ وہاں پہنچ کر کام آسان اور فوری ہو جائے گا''...... خاور نے جواب دیا تو

نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار بی بلاک کی طرف جانے والی سڑک پر پہنچ گئی۔

''اب کہاں رکنا ہے''...... نعمانی نے پوچھا۔ وہ کار چلا رہا تھا۔

''کسی پبلک پارکنگ میں روک لینا''...... خاور نے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک پبلک پارکنگ آ گئی لیکن وہ خالی پڑی ہوئی تھی۔ نعمانی نے کار اس پارکنگ میں لے جا کر روک دی تو خاور نے کار میں بیٹھے بیٹھے ہاتھ میں موجود ریموٹ کنٹرول نما آلے کو مخصوص انداز میں آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ بیٹھا ہوا نعمانی خاموشی سے یہ سب ہوتا دیکھ رہا تھا۔ آلے کی سکرین پر بار بار نو کا لفظ آ رہا تھا لیکن خاور کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر نعمانی سمجھ رہا تھا کہ خاور کے پاس ورڈ ابھی ختم نہیں ہوئے اور پھر اچانک سکرین پر یس کے لفظ کے ساتھ ہی سگنل آنا شروع ہو گئے۔ ایک سرخ رنگ کا نقطہ بار بار چمک رہا تھا۔

''پاس ورڈ سیٹ ہو گیا ہے۔ اب میں یہاں کا نقشہ چیک کرتا ہوں۔ پھر آگے بڑھیں گے''...... خاور نے کہا اور آلے کو تیزی سے آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔

''یہاں کا نقشہ تم نے پہلے ہی رکھا ہوا تھا۔ کیوں''...... نعمانی نے کہا۔

''یہ آلہ مستقل طور پر ہیڈکوارٹر میں رہتا ہے۔ اس میں دارالحکومت کے ہر علاقے کا مخصوص نقشہ فیڈ کیا گیا ہے تاکہ کسی

بھی وقت اس کی مدد سے کسی بھی علاقے میں ٹریکنگ کی جا سکے''۔ خاور نے آلے کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد آلے پر ایک نقشہ ابھر آیا جس میں ایک جگہ ایک سرخ رنگ کا نقطہ فلیش کر رہا تھا۔

''یہ دیکھو۔ یہاں وہ گاڑی ہے''...... خاور نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا یہ ہماری مطلوبہ گاڑی ہے۔ کیسے پتہ چلے گا''...... نعمانی نے کہا۔

''یہ گاڑی مخصوص سفاری ہے۔ بہرحال چیکنگ تو کرنا پڑے گی''...... خاور نے جواب دیا۔

''کوٹھی کون سی ہے''...... نعمانی نے پوچھا تو خاور نے نقشے کو اچھی طرح چیک کر کے نمبر بتا دیا اور پھر تھوڑی دبر بعد نعمانی کی کار اس کوٹھی کے گیٹ کے سامنے سے گزر رہی تھی۔

''ہمیں عقبی طرف سے چیکنگ کرنا ہو گی۔ کار کو کسی پارکنگ میں روکو''...... خاور نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی مطلوبہ کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ایک پبلک پارکنگ میں لے جا کر نعمانی نے کار روک دی۔

''اس کار میں بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل موجود نہیں ہے ورنہ کارروائی آسان ہو جاتی''...... نعمانی نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا تو خاور نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر کار

سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ہاتھ میں وہ آلہ موجود تھا جس کی سکرین پر نقطہ مسلسل جل بجھ رہا تھا۔

"کوٹھی نمبر چیک کر لیا ہے نا"...... نعمانی نے کہا۔

"ہاں۔ یہی کوٹھی ہے۔ اس کے اندر بہرحال سپیشل سفاری کار موجود ہے کیونکہ جس پاس ورڈ کے ذریعے اس کے ٹریکر کو آن کیا گیا ہے۔ وہ صرف سپیشل سفاری کے لئے کار بنانے والی کمپنی استعمال کرتی ہے"...... خاور نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم یہیں رکو۔ میں عقبی طرف جا کر چیک کرتا ہوں"...... نعمانی نے کہا۔

"نہیں۔ میں ساتھ چلتا ہوں۔ یہی ہماری منزل ہے تو پھر لازماً عقبی طرف سے ہی ہمیں اندر جانا ہو گا۔ اسلحہ تو ہے نا تمہارے پاس"...... خاور نے کہا اور آلے کو جیب میں ڈال لیا۔

"ہاں ہے لیکن یہ گنجان آباد علاقہ ہے۔ یہاں فائرنگ سے ہم پھنس بھی سکتے ہیں"...... نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کوشش تو کریں گے کہ اسلحہ استعمال نہ ہو لیکن بعض اوقات ایسا کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے"...... خاور نے کہا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے سڑک کراس کر کے مطلوبہ کوٹھی کی سائیڈ گلی سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کے عقب میں ایک چھوٹی اور بند گلی تھی۔ جس میں کوڑا کرکٹ جمع کرنے کا سٹور بنایا گیا تھا اور دو بڑے بڑے ڈرم بھی کوٹھی کی عقبی دیوار کے ساتھ

پڑے ہوئے تھے۔ عقبی دیوار زیادہ اونچی نہ تھی چنانچہ نعمانی اور خاور دونوں خاصی آسانی سے دیوار پر چڑھ کر اندر کی طرف کود گئے۔ ان کے کودنے سے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور وہ دونوں وہیں دیوار کے ساتھ ہی دبک کر رک گئے۔ مشین پسٹل ان کے ہاتھوں میں تھے لیکن جب کچھ دیر تک اس دھماکے کا کوئی ردعمل سامنے نہ آیا تو وہ آگے بڑھے اور پھر مین گلی کی طرف بڑھتے چلے گئے لیکن ابھی وہ گلی کے تقریباً درمیان میں تھے کہ ایک آدمی ہاتھ میں مشین گن پکڑے تیزی سے گلی میں داخل ہوا۔ اسے اچانک دیکھ کر جہاں خاور اور نعمانی دونوں وہیں رک گئے۔ وہ آدمی بھی بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ یقیناً تربیت یافتہ آدمی تھا کہ اس نے اچھلتے ہوئے بھی مشین گن کا رخ ان کی طرف کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ فائرنگ پوزیشن میں آتا، نعمانی اور خاور دونوں کے مشین پسٹلز نے گولیاں اگلنا شروع کر دیں اور اس کے ساتھ ہی دونوں نے گلی کی سائیڈوں کی طرف چھلانگیں لگا دیں تاکہ جوابی فائرنگ سے بچ سکیں۔ وہ آدمی گولیاں کھا کر چیختا ہوا نیچے گرا ہی تھا کہ گلی کی دوسری طرف سے کئی لوگوں کے چیخنے اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں اس گلی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ آنے والے چار افراد تھے۔ خاور نے نعمانی کو اشارہ کیا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تیزی سے آگے بڑھ کر زمین پر گری ہوئی مشین گن اٹھا لی۔ اسی لمحے دوڑ کر آنے والے گلی میں نمودار ہوئے ہی تھے کہ نعمانی کی

مشین گن نے گولیاں اگلنا شروع کر دیں اور وہ چاروں جو احمقانہ انداز میں دوڑے چلے آ رہے تھے، اس طرح چیختے ہوئے نیچے گرے جیسے زہریلی سپرے کرنے سے مکھیاں زمین پر گرتی ہیں اور نعمانی اور خاوران کے نیچے گرتے ہی تیزی سے آگے بڑھے۔ وہ چاروں افراد زمین پر پڑے تڑپ رہے تھے لیکن جب تک نعمانی اور خاور ان تک پہنچتے وہ ساکت ہو چکے تھے۔ نعمانی اور خاور نے دانستہ ان کے دلوں کو نشانہ بنایا تھا کیونکہ وہ خود گلی میں انتہائی خطرناک پوزیشن میں تھے۔ ان پر فوری جوابی حملہ کیا جاسکتا تھا اور اس صورت میں ان کے بچنے کا ایک فیصد بھی امکان نہ رہتا تھا۔
گلی کے سرے پر پہنچ کر وہ رک گئے اور سائیڈ سے سر نکال کر بڑے محتاط انداز میں جائزہ لینے لگے۔ وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا البتہ پارکنگ میں ایک سیاہ رنگ کی خصوصی سفاری کار موجود تھی۔
ابھی وہ جائزہ لے رہے تھے کہ انہیں برآمدے کے اندر سے تین افراد کے قدموں کی تیز چاپ سنائی دی تو وہ دونوں گلی سے نکلے اور پارکنگ کے بڑے بڑے ستونوں کی اوٹ میں آ گئے۔ نعمانی نے مشین گن فائرنگ کے بعد وہیں پھینک دی تھی کیونکہ اسے چھپانا مشکل ہو جاتا جبکہ مشین پسٹل کو تو جسم کی اوٹ میں بھی چھپایا جا سکتا تھا۔ اسی لمحے دو آدمی برآمدے سے باہر نکلے۔ ان کے پیچھے تیسرا آدمی تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی جبکہ آگے والے دونوں افراد کے ہاتھوں میں مشین پسٹلز موجود تھے۔

”گلی سے آوازیں آئی تھیں“...... ان دو میں سے ایک نے کہا۔
”ان ستونوں کے پیچھے لوگ ہیں جناب“...... تیسرے آدمی نے یکلخت مشین گن کا رخ ان ستونوں کی طرف کرتے ہوئے کہا جن کے پیچھے نعمانی اور خاور چھپے ہوئے تھے۔ دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں ستونوں پر برسنے لگیں اور نعمانی اور خاور ایسی صورت حال سے نمٹنے کے طریقہ کار سے واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر انہوں نے جوابی فائرنگ کی تو انہیں دو اطراف سے گھیر لیا جائے گا اور پھر ان کا بچ نکلنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا جبکہ اگر وہ کوئی جواب نہیں دیں گے تو کچھ دیر بعد وہ لوگ یہ سمجھ کر ایزی ہو جائیں گے کہ ان کا اندازہ غلط ہے۔ مشین گن کی فائرنگ کے ساتھ مشین پسٹلز کی سیدھی فائرنگ شروع ہو گئی لیکن جب نعمانی اور خاور کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو انہوں نے فائرنگ روک دی۔

”یہاں کوئی نہیں ہے ورنہ جواب دیتا۔ گلی میں ہو گا“...... ایک آدمی کی آواز سنائی دی اور پھر فائرنگ روک کر وہ تینوں گلی کی طرف مڑ ہی رہے تھے کہ نعمانی اور خاور نے ان پر فائر کھول دیا اور وہ تینوں چونکہ اپنی فائرنگ کے وقت برآمدے کے ستونوں کی اوٹ لے چکے تھے لیکن اب وہ ستونوں کے پیچھے سے نکل کر گلی کی طرف بڑھ رہے تھے اور بالکل کھلے طور پر ٹارگٹ پر آ گئے تھے۔ نعمانی اور خاور کی فائرنگ کے ساتھ ہی وہ تینوں چیختے ہوئے نیچے گرے اور

ترپنے لگے۔ اسلحہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ اس لئے نعمانی اور خاور تیزی سے آگے بڑھے لیکن وہ تینوں ساکت ہو چکے تھے۔ نعمانی اور خاور ستونوں کی اوٹ سے نکلے اور پھر وہ دونوں دوڑتے ہوئے عمارت میں داخل ہو گئے۔ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں کوٹھی میں مزید افراد موجود نہ ہوں لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اس چھوٹی سی پوری کوٹھی کا جائزہ لے چکے تھے اور انہیں اس جائزہ میں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ درست جگہ آئے ہیں کیونکہ ایک کمرے میں کرسی پر زخمی حالت میں ہاشم موجود تھا۔ اسے کرسی کے ساتھ رسی سے باندھا گیا تھا۔

”یہاں اتنی فائرنگ ہوئی لیکن پولیس نہیں آئی۔ وجہ“..... نعمانی نے کہا۔

”یہ بدمعاشوں کا اڈہ ہے۔ پولیس کو رشوت دی جاتی ہو گی۔ بہرحال آؤ۔ ہم پہلے ہاشم کی بینڈیج کر لیں تا کہ یہاں سے نکل سکیں“..... خاور نے کہا۔

”لیکن میڈیکل باکس کہاں سے آئے گا“..... نعمانی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ایک کمرے کی کھلی الماری میں میڈیکل باکس موجود ہے“۔ خاور نے کہا۔

”تم اس کی بینڈیج کرو میں میڈیکل باکس لے آتا ہوں“۔ نعمانی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کچھ دیر بعد ان

کی کار تیزی سے واپس اپنے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار میں ہاشم کے ساتھ ایک آدمی اور بھی موجود تھا جو آخری تین افراد میں شامل تھا۔ اسے گولیاں اس انداز میں لگی تھیں کہ فوری موت نہ آ سکی تھی اس لئے اس کی بینڈیج کر کے وہ اسے ساتھ لے آئے تھے تا کہ اس سے پوچھ گچھ کی جا سکے۔ ہیڈکوارٹر پہنچ کر انہوں نے ہاشم کو ایک کمرے میں شفٹ کر دیا تا کہ وہ آرام کر سکے البتہ دوسرے آدمی کو نعمانی نے ایک آرام کرسی پر اس طرح بٹھایا کہ وہ بیک وقت لیٹا اور بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں شدید زخمی تھیں اس لئے وہ نہ اٹھ کر بیٹھ سکتا تھا نہ چل سکتا تھا۔ اس لئے اسے راڈز میں جکڑنے کی ضرورت نہ تھی۔ نعمانی اس کے سامنے پڑی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ خاور باہر موجود تھا تا کہ کسی بھی ایمرجنسی سے نمٹ سکے کیونکہ جس طرح ہیڈکوارٹر سے ہاشم کو اغوا کر کے لے جایا گیا تھا اس لئے ہیڈکوارٹر ناقابل اعتبار ہو گیا تھا اور کسی بھی لمحے دوبارہ حملہ ہو سکتا تھا کیونکہ جہاں سے وہ ہاشم اور اس آدمی کو اٹھا لائے تھے وہاں نہ صرف فائرنگ ہوئی تھی بلکہ وہاں لاشیں بھی بکھری ہوئی تھیں۔ نعمانی کچھ دیر بیٹھا اس آدمی کو دیکھتا رہا۔ یہ آدمی چونکہ خاصا زخمی تھا اور اسے کار میں اس حالت میں لے آیا گیا تھا کہ نعمانی اور خاور نے اس کی بینڈیج بھی کر دی تھی اور اسے اضافی طاقت کے انجکشنز بھی لگا دیئے تھے لیکن اس کے باوجود کار کے جھٹکوں کی وجہ سے اس آدمی کی حالت پہلے

سے خاصی خراب نظر آ رہی تھی۔ نعمانی اس کا سانس ہموار ہونے انتظار کر رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد جب اس آدمی کی حالت خا سنبھل گئی اور اس کا سانس مکمل طور پر ہموار ہو گیا تو نعمانی کر سے اٹھا اور کمرے کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گ اس نے الماری کے نچلے خانے میں موجود پانی کی بوتلوں میں ۔ ایک بوتل اٹھائی اور واپس آ کر اس نے بوتل کو اس آدمی کی کر کے ساتھ فرش پر رکھا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اس کا ناک اور بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے آ نمودار ہونے شروع ہو گئے تو نعمانی نے ہاتھ ہٹا لئے اور جب آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو نعمانی نے فرش پر ہوئی پانی سے بھری بوتل اٹھائی۔ اس کا ڈھکن ہٹایا اور بوتل کا د اس آدمی کے منہ سے لگا دیا۔ دوسرے لمحے وہ آدمی غٹاغٹ پینے لگ گیا۔ جب چوتھائی بوتل اس کے حلق سے نیچے اتر گ نعمانی نے بوتل ہٹائی۔ اس کا ڈھکن لگایا اور اسے فرش پر رکھا سامنے موجود کرسی پر جا کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ پانی پینے سے اس آد زرد پڑا ہوا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اب وہ پوری طرح سنبھل تھا۔

''تمہارا نام کیا ہے''..... نعمانی نے کہا تو وہ آدمی ایک جھٹکے اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی ٹانگوں نے تو حرکت نہ کی تھی اس کا اوپری جسم سیدھا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ مم۔ میں کہاں ہوں۔ یہ میری ٹانگوں کو کیا ہوا ہے۔ ہاں۔ گولیاں چلی تھیں۔ کیا ہوا تھا۔ تم کون ہو''..... اس آدمی نے اس طرح غور سے نعمانی کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

''میں نے پوچھا ہے کہ تمہارا نام کیا ہے''..... نعمانی نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

''راڈش۔ میرا نام راڈش ہے لیکن تم کون ہو اور یہاں مجھے کیوں لائے ہو۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ کہیں یہ فورسٹارز کا ہیڈکوارٹر تو نہیں ہے۔ تم فورسٹارز کے رکن ہو۔ کیا واقعی''..... راڈش نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہ سب کس نے بتایا ہے''..... نعمانی نے چونک کر پوچھا۔

''ہاشم نے''..... راڈش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم یہاں تک اور ہاشم تک کیسے پہنچے تھے''..... نعمانی نے کہا۔

''مجھے اور ہارڈی کو فوٹو دکھائے گئے تھے جن میں پانچ افراد موجود تھے۔ ان میں ایک ہاشم تھا جسے میں پہچانتا تھا کیونکہ وہ مجھے ایک کلب میں کئی بار ملا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کارسن کالونی کی کسی کوٹھی میں رہتا ہے۔ ہم نے کالونی کے ریستوران سے معلومات حاصل کیں اور اس تک پہنچ گئے۔ پھر ہم اسے بے ہوش کر کے ہارڈی کے پوائنٹ پر لے گئے اور وہاں ابھی اس سے

پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ باہر سے فائرنگ کی آوازیں سن کر ہم باہر آ گئے اور پھر ہم پر فائرنگ ہوئی اور مجھے اب یہاں ہوش آیا ہے۔ وہ آدمی کہاں ہے۔ کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں آیا''...... راڈش نے از خود مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تمہارے ساتھ جو دوسرا آدمی تھا اس کا نام ہارڈی تھا یا جس کے پاس مشین گن تھی وہ ہارڈی تھا''...... نعمانی نے پوچھا۔

''مشین گن جیگر کے پاس تھی۔ وہ تو اس سپاٹ کا آدمی تھا۔ ہارڈی تو اپنے گروپ کا سربراہ ہے۔ وہ تو میرے ساتھ تھا۔ تم بتاؤ ان کا کیا ہوا''...... راڈش نے کہا۔

''وہ دونوں مارے گئے''...... نعمانی نے کہا تو راڈش نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''کیا تم واقعی فورسٹارز ہو''...... راڈش نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں''...... نعمانی نے کہا۔

''تو پھر تم سرکاری آدمی ہوئے۔ اس لئے تم نے مجھے اس انداز میں ٹریٹ کیا ہے کہ بینڈیج کی ہے۔ مجھے ہوش دلایا۔ میں تمہیں اس لئے سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب تم مجھے سرکار کے حوالے کر دو تاکہ میرا علاج ہو سکے۔ پھر جو سزا مجھے قانون دے گا وہ بھگت لوں گا''...... راڈش نے کہا۔

''اگر تم اسی طرح تعاون کرتے رہو گے جس طرح پہلے کیا تو پھر تمہیں سرکار کے حوالے کیا جا سکتا ورنہ یہاں بھی برقی

موجود ہے جہاں تمہاری لاش بھی راکھ بنا دی جائے گی''۔ نعمانی نے کہا۔

''تم نے سب کچھ تو پوچھ لیا ہے۔ اب کیا پوچھنا ہے''۔ راڈش نے کہا۔

''تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے۔ تمہارے ساتھی کہاں ہیں۔ ہارڈی کون تھا اور تمہیں فورسٹارز کی تصویر کس نے دکھائی تھی۔ یہ سب بتا دو تو بچ جاؤ گے ورنہ پھر''...... نعمانی نے کہا۔

''ہارڈی کا علیحدہ گروپ ہے اور میرا علیحدہ۔ ہم جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ جرائم کا جو کام ملتا ہے کر لیتے ہیں۔ عورتوں کے اغوا کے سلسلے میں ایک بہت بڑی شخصیت ملوث ہے اس کا نام کوئی نہیں جانتا۔ سب اسے راجہ صاحب کہتے ہیں۔ ہم دونوں اس کے لئے بھی کام کرتے ہیں۔ راجہ صاحب کے آدمی سردار صاحب اور کنگ دونوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ سردار صاحب نے فورسٹارز کو اغوا کیا لیکن وہ ان کے آدمیوں کو ہلاک کر کے نکل گئے لیکن خفیہ کیمروں نے ان کا فوٹو بنا لیا۔ ہمارے ذمے راجہ صاحب نے تمہیں ختم کرنے کا کام لگایا تھا''...... راڈش نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دور سے ہارن بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو نعمانی سمجھ گیا کہ صدیقی اور چوہان واپس آئے ہوں گے اور پھر تھوڑی دیر بعد صدیقی اندر داخل ہوا۔ چوہان باہر خاور کے پاس ہی رک گیا تھا۔

''بیٹھو نعمانی۔ خاور نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ لوگ ہاشم کو اغوا کر

کے لے گئے تھے۔

"ہاں"...... نعمانی نے کہا اور پھر اب تک کی ساری تفصیل بتا دی۔

"راجہ صاحب۔ یہ کون ہے۔ ہر بار نئے سے نیا آدمی سامنے آ جاتا ہے"...... صدیقی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے آنے سے پہلے یہی بات میں پوچھ رہا تھا۔ ویسے اس کا نام راڈش ہے اور یہ ایک جرائم پیشہ گروہ کا سرغنہ ہے۔ ہمارے ساتھ اس لئے تعاون کر رہا ہے کہ ہم اسے پولیس کے حوالے کر دیں۔ خود ہلاک نہ کریں"...... نعمانی نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ جو تعاون کرے گا اسے ہلاک کیوں کریں گے"۔ صدیقی نے کہا۔

"تفصیل بتاؤ راڈش۔ یہ راجہ صاحب کہاں رہتے ہیں۔ ان کا پورا نام کیا ہے"...... نعمانی نے کہا تو راڈش نے واقعی تفصیل بتانا شروع کر دی اور نعمانی اور صدیقی دونوں کے چہروں پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

ڈیسی لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک تھا۔ وہ عورتوں کی سمگلنگ کا
لی طور پر مین آدمی تھا۔ اس کے اصل چیف تو راجہ صاحب تھے
ن عملی طور پر وہ جہان پور کے سردار کے تحت کام کرتا تھا۔ اس کا
م تمام اغوا شدہ لڑکیوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے اور پھر مخصوص مال
ار بحری جہاز میں بھر کر پاکیشیا کی بندرگاہ سے بحیرہ عرب میں
نع ایک جزیرے جس کا نام سکاترا تھا، میں لے جایا جاتا تھا
ں ایسے خفیہ سپاٹس تھے کہ وہاں اغوا شدہ لڑکیوں کو رکھا جاتا اور
وہاں خفیہ طور پر ان کی بھاری قیمتوں پر نیلامی کی جاتی تھی۔
ں ایسے لوگ خریداری کے لئے جاتے تھے جو اولاد کے لئے
یوں کو خرید کر لے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے امیر لوگ
پنا حرم بنایا کرتے تھے اور زیادہ تعداد میں عورتوں کو رکھ کر وہ اپنی
ت کا اظہار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ جن کے مختلف
ں میں قحبہ خانے اور مساج ہاؤسز تھے وہاں کے لئے خرید کردہ

لڑکیوں کو لے جایا جاتا تھا تاکہ ان لڑکیوں کی کسی طرح بھی واپسی نہ ہو سکے۔ یہ نیلامی ہر سال ہوا کرتی تھی۔ پہلے کافرستان سے بھی اغوا کی گئی لڑکیاں یہاں لائی جاتی تھیں لیکن پھر حکومت کافرستان نے بڑا سخت آپریشن کیا اور ایسے تمام گروپوں کا خاتمہ کر دیا۔ تب سے کافرستان سے اغوا کی گئی لڑکیاں یہاں آنا بند ہو گئی تھیں۔ اب صرف پاکیشیا سے لڑکیاں لائی جاتی تھیں البتہ یہاں لانے کے بع ان سب لڑکیوں کا باقاعدہ طبی معائنہ کرایا جاتا تھا اور ان ک میڈیکل سرٹیفکیٹ بڑے ڈاکٹروں کی طرف سے جاری کئے جا تھے کیونکہ خریدنے والے کسی بیمار یا کسی مریض لڑکی کو خریدنا تو ایک طرف اس کی موجودگی کو بھی برداشت نہ کرتے تھے اس لئے صرف وہ لڑکیاں نیلامی کے لئے پیش کی جاتی تھیں جو مکمل طور پر ہر طر سے تندرست ہوتی تھیں البتہ بعض لڑکیاں راستے کی تکالیف یا مو کی تبدیلی کی وجہ سے بیمار ہو جایا کرتی تھیں۔ ایسی لڑکیوں عورتوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا جاتا تھا اور ان کی لاشیں سمن میں پھینک دی جاتی تھیں اور سمندری جانور انہیں کھا جایا کر تھے۔ اس طرح ان کا نام و نشان تک ختم ہو جایا کرتا تھا۔ اس و بھی ڈیسی ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھا شراب پینے میں مصرو تھا۔ پورے پاکیشیا سے اغوا ہونے والی لڑکیاں اور عور دارالحکومت کے ایک زرعی فارم کے نیچے بنے ہوئے وسیع و عر تہہ خانے میں پہنچ چکی تھیں اور اب ڈیسی نے انہیں بندر گا

موجود ایک مخصوص مال بردار بحری جہاز پر پہنچانا تھا اور پھر اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی تھی۔ لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد دو سو پچاس کے قریب تھی اور اتنی بھاری تعداد کے لئے پانی، خوراک اور دیگر ضروری حاجات کا خیال رکھنا اور پھر انہیں بیماریوں سے محفوظ رکھنا اس کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ اس کام کے لئے ایک پورا گروہ اس کے تحت کام کرتا تھا جس کا سربراہ ایک شخص کالیا نام کا تھا۔ کالیا بے حد تیز طرار، چالاک اور ہوشیار ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد سفاک اور ظالم آدمی تھا۔ اس لئے عورتیں اس کے نام سے ہی خوف کھاتی تھیں۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جو عورت ابتدائی دنوں میں زیادہ روتی رہتی اسے یا تو سب عورتوں کے سامنے زمین پر لٹا کر بالکل اس طرح ذبح کیا جاتا تھا جیسے بکری کو ذبح کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ عورتیں اس طرح اس سے خوف کھاتی تھیں جس طرح موت سے ڈرا جاتا ہے۔ اس زرعی فارم میں کالیا کا قبضہ تھا۔ اس کے گروہ میں دس افراد تھے جو اس زرعی فارم پر ہی رہتے تھے۔ وہ یہاں پہرہ دیتے تھے۔ خوراک اور تازہ پانی اور عورتوں کے لئے دوسری حاجات کا انتظام کرتے تھے۔ پھر مخصوص لڑکیاں ٹرکوں پر لاد کر بندر گاہ پر لے جائی جاتی تھیں۔ یہ سارا کام ڈیسی اپنی نگاہوں کے سامنے کراتا تھا اس لئے جب ان عورتوں کو فارم ہاؤس سے لے جایا جاتا تھا تو ڈیسی کو بھی کال کر لیا جاتا تھا اور ڈیسی تیار ہو کر اس خفیہ علاقے میں پہنچ جاتا جہاں بظاہر مال

بردار بحری جہاز آ جاتا تھا اور پھر اس جہاز کے خفیہ تہہ خانوں میں ان عورتوں کو بھر کر جزیرہ سکاترا پہنچا دیا جاتا تھا۔ آج رات عورتوں کو فارم ہاؤس سے بندرگاہ لے جایا جانا تھا اور ڈیسی اس کال کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... ڈیسی نے کہا۔

”کراؤن بول رہا ہوں کلب سے“...... دوسری طرف سے کراؤن کی آواز سنائی دی تو ڈیسی بے اختیار چونک پڑا کیونکہ کراؤن بھی اس سمگلنگ کا اہم آدمی تھا لیکن اس کا تعلق اس گروہ سے تھا جو عورتوں کو اغوا کر کے فارم ہاؤس تک پہنچانے کا کام کرتا تھا اور وہ اپنا کام مکمل کر کے معاوضہ بھی وصول کر چکا تھا اس لئے اس کے فون کی ڈیسی کو توقع نہ تھی اس لئے وہ چونک پڑا تھا۔

”کیوں فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات“...... ڈیسی نے کہا۔

”ڈیسی خیال رکھو۔ ٹائیگر کو تو تم جانتے ہو۔ وہ عورتوں کی سمگلنگ پر کام کر رہا ہے۔ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے“...... کراؤن کی آواز سنائی دی۔

”میں جانتا ہوں ٹائیگر کو۔ تم بے فکر رہو۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں اس سے نمٹ لوں گا“...... ڈیسی نے کہا۔

”جلدی اس کا خاتمہ کر دو۔ اسے جتنا وقت ملے گا یہ اتنا ہی خطرناک بن جائے گا“...... کراؤن نے کہا۔

”ہونہہ۔ ٹائیگر خطرناک آدمی ہے۔ میں دیکھ لوں گا کہ کتنا خطرناک ہے۔ میں مشن مکمل کر لوں پھر دیکھوں گا کہ وہ دوسرا سانس کیسے لے سکتا ہے“...... ڈیسی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... ڈیسی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

”جہان پور سے رچرڈ بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی تو ڈیسی چونک پڑا۔

”رچرڈ۔ تم نے کیوں فون کیا ہے“...... ڈیسی نے کہا۔

”سردار کو ان کے محل میں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پہلے ان کے تمام آدمی قتل کئے گئے پھر سردار صاحب ہیلی کاپٹر پر واپس آئے تو انہیں بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ تم بھی اپنا خیال رکھنا“...... رچرڈ نے کہا۔

”کس نے یہ سب کیا ہے“...... ڈیسی نے پوچھا۔

”میرا اندازہ ہے کہ یہ کام دارالحکومت سے آئے ہوئے لوگوں نے کیا ہے لیکن تفصیل کا علم نہیں ہے“...... رچرڈ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ کون ہمارے خلاف کام کر رہا ہے۔ میں اس سے خود نمٹ لوں گا“...... ڈیسی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ لازماً ٹائیگر اور اس کا گروپ ہو گا۔ اب اس کا خاتمہ یقینی ہو گیا ہے“...... ڈیسی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد فون

کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو ایک بار پھر ڈیسی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس ڈیسی بول رہا ہوں''...... اس بار ڈیسی نے اپنا نام بھی بتاتے ہوئے کہا۔

''میں نے جناب شریف صاحب سے بات کرنی ہے''۔ دوسری طرف سے سہمے ہوئے لہجے میں کسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سوری۔ رانگ نمبر''...... ڈیسی نے سخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''نانسنس۔ سوچے سمجھے بغیر نمبر پریس کر دیتے ہیں۔ نانسنس''۔ ڈیسی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر الماری سے اس نے شراب کی ایک بوتل نکالی اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ بوتل کھول کر اس نے شراب گلاس میں ڈالی اور چسکیاں لے لے کر اس نے شراب پینا شروع کر دی۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ڈیسی نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ ڈیسی سپیکنگ''...... ڈیسی نے کہا۔

''کالیا بول رہا ہوں صاحب۔ مال بردار جہاز اپنے مخصوص گھاٹ پر پہنچ چکا ہے۔ ہمارے بارہ ٹرک بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ آپ بھی وہاں آ جائیں''...... ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

''کتنے بجے ٹرک پہنچیں گے وہاں''...... ڈیسی نے پوچھا۔

''ایک گھنٹے بعد صاحب''...... کالیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... ڈیسی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ یہاں سے اس مخصوص گھاٹ تک پہنچنے میں بھی اسے ڈیڑھ گھنٹا لگ سکتا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ تیزی سے گھاٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر بندر گاہ پر پہنچ کر اس نے جیپ ریت پر چڑھا دی اور مخصوص ٹائروں کی حامل جیپ ریت پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر واقعی تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد اسے دور سے ریت پر ٹرک کھڑے نظر آنے لگے گئے۔ سمندر میں ایک مال بردار جہاز بھی موجود تھا۔ ڈیسی جب وہاں پہنچا تو ٹرکوں سے عورتوں کی مال بردار بحری جہاز میں منتقلی مکمل ہو چکی تھی۔ جیپ روک کر جیسے ہی ڈیسی نیچے اترا تو ایک طرف سے ایک لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا آدمی تیزی سے چلتا ہوا ڈیسی کی طرف بڑھا۔ یہ کالیا تھا۔

''آیئے صاحب۔ آپ کو دکھاؤں کہ ہم نے کام مکمل کر لیا ہے''...... کالیا نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں چلو''...... ڈیسی نے کہا اور پھر وہ کالیا کے ساتھ سمندر کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس کی واپسی تقریباً بیس منٹ کے بعد ہوئی۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ جہاز میں موجود دو سو پچاس کے لگ بھگ لڑکیاں اور عورتیں نہ صرف صحت مند تھیں بلکہ ڈیسی نے دیکھ لیا تھا کہ اس بار اغوا کی جانے والی عورتیں خاصی خوبصورت تھیں اس لئے ان کی قیمت زیادہ

ملنے کی پوری توقع تھی۔ جہاز نے سیٹی دی اور اس کے ساتھ ہی وہ واپس سمندر میں اتر گیا۔ ڈیسی اور کالیا نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ کالیا کار میں آیا تھا جبکہ ڈیسی جیپ میں آیا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ خاصی تیز رفتاری سے بندرگاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اب کوٹھی کی طرف جاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ کل راجہ صاحب کو رپورٹ دے کر وہ ایک ماہ کے لئے ایکریمیا چلا جائے لیکن پھر اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے راجہ صاحب کو رپورٹ دے دے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ راجہ صاحب رپورٹ کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے چنانچہ اس نے جیپ بندرگاہ پر ایک پبلک فون بوتھ کے قریب لے جا کر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے فون بوتھ میں داخل ہو کر جیب سے ایک کارڈ نکال کر فون سیٹ کے مخصوص حصے میں ڈالا اور پھر اسے دبا دیا۔ سیٹ پر سبز رنگ کا ایک چھوٹا سا بلب جل اٹھا تو ڈیسی نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''راجہ ہاؤس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''ڈیسی بول رہا ہوں۔ راجہ صاحب سے بات کرنی ہے اور ضروری رپورٹ دینی ہے''...... ڈیسی نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو''...... کچھ دیر بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''ڈیسی بول رہا ہوں راجہ صاحب''...... ڈیسی نے بڑے

مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا رپورٹ ہے''...... دوسری طرف سے اسی طرح بھاری لہجے میں پوچھا گیا۔

''آل اِز اوکے۔ آل اِز ڈن''...... ڈیسی نے کہا۔

''اوکے''...... دوسری طرف سے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈیسی نے بھی رسیور رکھا۔ اپنا کارڈ نکال کر اسے جیب میں ڈال کر وہ فون بوتھ سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ کاشان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی کہاں وہ ڈاکٹر رابرٹ کے نام سے رہتا تھا۔ اس نے راجہ صاحب کو رپورٹ دے دی تھی اور انہوں نے اوکے کہہ دیا تھا اس لئے اب وہ پوری طرح مطمئن تھا اور سوچ رہا تھا کہ کل وہ ایک ماہ کے لئے ایکریمیا چلا جائے گا کیونکہ کراؤن نے اسے یہی کہا تھا۔ ویسے اس نے ٹائیگر کے بارے میں انڈر ورلڈ میں بہت کچھ سنا ہوا تھا لیکن آج تک وہ اس سے کبھی نہیں ٹکرایا تھا اور نہ ہی وہ فوری طور پر اس سے ٹکرانا چاہتا تھا۔ وہ ہمیشہ ٹھنڈا کر کے کھانے کا عادی تھا اس لئے وہ ٹائیگر کے مسئلے کو بھی ایک ماہ تک ملتوی کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ جیپ کو اس نے اس کے مخصوص گیراج میں بند کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے خاص کمرے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک آواز سنائی دی۔

''سر۔ سر''...... پھاٹک کے قریب موجود باوردی چوکیدار اس سے مخاطب تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف آ رہا تھا۔

''کیا بات ہے رونالڈ''...... ڈیسی نے رک کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''ایک صاحب آئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ انہیں ڈاکٹر رابرٹ سے ملنا ہے۔ میں نے اسے کہہ دیا کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں تو وہ کہہ گیا ہے کہ وہ کل آئے گا۔ وہ اپنا نام شوکت بتا رہا تھا''۔ چوکیدار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''میں کل ایکریمیا جا رہا ہوں۔ وہ آئے تو اسے کہہ دینا''۔ ڈیسی نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے کار کاشان کالونی کی کوٹھی نمبر ٹرپل تھری کے جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے روکی اور کار سے نیچے اتر کر اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ ستون پر ڈاکٹر رابرٹ کی نیم پلیٹ موجود تھی جس پر نام کے نیچے ڈگریوں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔ دوسرے لمحے چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک باوردی مسلح آدمی باہر آ گیا۔

''جی صاحب''...... چوکیدار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میرا نام شوکت ہے اور میں نے ڈاکٹر رابرٹ سے ملنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''وہ تو دو گھنٹے پہلے باہر گئے ہیں۔ اب ان کی واپسی کا پتہ نہیں جناب''...... چوکیدار نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ٹائیگر اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

''کونسی کار پر گئے ہیں۔ ان کے پاس تو کئی کاریں ہوں گی''...... ٹائیگر نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

’’جی جناب۔ دو کاریں ہیں لیکن وہ جیپ پر گئے ہیں‘‘۔ چوکیدار نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

’’جیپ پر کیوں۔ کیا دیہات میں گئے ہیں‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’یہ تو معلوم نہیں جناب کہ کہاں گئے ہیں۔ بہرحال گئے جیپ پر ہی ہیں‘‘...... چوکیدار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’پھر تو مجھے کل آنا ہوگا۔ جیپ پر گئے ہیں تو کہیں دور گئے ہوں گے۔ اوکے۔ شکریہ‘‘...... ٹائیگر نے کہا اور مڑ کر کار میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ وہاں سے کچھ دور موجود پبلک پارکنگ میں پہنچ کر رک گیا۔ یہاں سے ڈیسی کی کوٹھی کا پھاٹک کار میں بیٹھے بیٹھے بھی چیک کیا جا سکتا تھا اور ٹائیگر نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے اسے سارا دن کیوں نہ بیٹھنا پڑے۔ وہ بہرحال اس ڈیسی سے دو دو ہاتھ کر کے ہی واپس جائے گا کیونکہ اس کی چھٹی حس مسلسل الارم بجا رہی تھی کہ معاملات بے حد گھمبیر ہیں اور عورتوں کے اغوا کا یہ جرم عظیم وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور وہ صرف لوگوں سے ملنے تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ انہیں تیزی سے آگے بڑھنا چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ اسے عمران کو بھی رپورٹ دینا تھی جبکہ اب تک وہ ڈیسی سے مل ہی نہ سکا تھا۔ پھر تقریباً تین گھنٹوں تک وہ خاموش بیٹھا بڑے صبر سے ڈیسی کی واپسی کا منتظر رہا اور ساتھ ہی دل ہی دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ ڈیسی جلد از جلد واپس آ جائے اور پھر ساڑھے تین گھنٹے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ اب

واپس چلا جائے اور صبح دوبارہ چیک کرے کہ ایک بڑی سی جیپ کے رکتے ہی وہ چونک پڑا۔ جیپ نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو چھوٹا پھاٹک کھلا اور وہی چوکیدار باہر آ گیا جس نے ٹائیگر سے بات کی تھی اور پھر مڑ کر واپس اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد پھاٹک کھلا اور جیپ اندر داخل ہو گئی۔ پھاٹک دوبارہ بند ہو گیا تو ٹائیگر کار سے باہر آیا۔ اس نے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل پہلے ہی جیب میں رکھ لیا تھا۔ کار سے اتر کر وہ سڑک کی طرف بڑھا۔ سڑک کراس کر کے وہ اس کوٹھی کی سائیڈ روڈ پر آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب کوٹھی کی عمارت قریب آئی تو اس نے جیب سے گیس پسٹل نکالا اور ادھر ادھر دیکھ کر اس نے ہاتھ اونچا کیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے یکے بعد دیگرے دو کیپسول اندر فائر کر دیئے۔ پھر گیس پسٹل واپس جیب میں ڈالا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ کوٹھی کے آخر میں پہنچ کر اس نے وہاں رک کر کچھ دیر تک انتظار کیا۔ پھر سائیڈ گلی میں پہنچ کر اس نے جمپ لیا تو اس کے دونوں ہاتھ دیوار پر جم سے گئے۔ چند لمحوں تک دیوار کے ساتھ لٹکے رہنے کے بعد اس کے جسم نے یکلخت الٹی قلابازی کھائی اور ہلکے سے دھماکے کے ساتھ وہ کوٹھی کے اندر جا گرا۔ چند لمحوں تک دبکے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر آگے بڑھنے لگا۔ ویسے تو اسے یقین تھا کہ گیس کی وجہ سے کوٹھی میں موجود تمام افراد بے ہوش ہو چکے ہوں گے لیکن اس کے باوجود وہ خاصے چوکنے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ سائیڈ گلی سے

گزر کر جب وہ فرنٹ پر آیا تو وہاں پھاٹک کے پاس بنے ہو۔
کمرے کی سائیڈ پر وہی چوکیدار بے ہوش پڑا ہوا تھا جس ۔
ٹائیگر نے بات چیت کی تھی۔ پھر اس نے پوری کوٹھی گھوم لی۔ وہا
دو عورتیں اور دو مزید مرد بے ہوش پڑے ہوئے تھے لیکن دونو
عورتیں اور دونوں مرد اپنے لباس کے لحاظ سے ملازم لگتے تھے
ٹائیگر چکر لگاتے ہوئے جیسے ہی ایک درمیانی راہداری میں داخل
تو اچانک جیسے کوئی انتہائی قوت سے بھرپور ضرب اسے لگی ہو۔
ضرب اس قدر اچانک اور بھرپور تھی کہ ٹائیگر اچھل کر راہداری
سائیڈ دیوار سے کسی گیند کی طرح ٹکرا کر فرش پر گرا ہی تھا کہ ٹا
کی پسلیوں پر ایک اور خوفناک ضرب لگی اور ٹائیگر کو ایک لمحے
لئے یوں محسوس ہوا جیسے نہ صرف اس کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہوں بل
اس کا دل بھی ساکت ہو گیا ہو لیکن یہ احساس ایک لمحے کے
تھا۔ دوسرے لمحے ٹائیگر کا جسم کسی اڑتے ہوئے سانپ کی طر
فرش سے اٹھا اور دوسری بار لات مارنے والے کے جسم سے ک
گیند کی طرح ٹکرایا تو اس بار وہ آدمی چیختا ہوا سائیڈ دیوار سے
کر نیچے گرنے لگا جبکہ ٹائیگر ضرب لگا کر تیزی سے گھوما۔ اس
دونوں ہاتھ فرش پر جمے ہوئے تھے اور دوسرے لمحے وہ اس طر
اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے جمناسٹک کا کوئی ماہر جمناسٹک کا مظاہرہ
رہا ہو جبکہ لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی بھی بالکل اسی طرح فر
سے اچھلا جیسے پہلے ٹائیگر اچھلا تھا۔ اس نے اچھل کر بڑے ماہر

نداز میں ٹائیگر کے پیٹ پر سر کی خوفناک ٹکر مارنا چاہی لیکن ٹائیگر
ب پوری طرح سنبھل چکا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ پر ہو
گیا اور چونکہ اس آدمی نے یہ ٹکر مارنے میں پوری قوت استعمال کی
تھی اس لئے ٹائیگر کے اچانک سائیڈ پر ہونے کی وجہ سے وہ آدمی
وقت اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور اس کا سر ایک دھماکے سے
یوار سے جا ٹکرایا اور راہداری اس آدمی کے حلق سے نکلنے والی چیخ
ے گونج اٹھی اور وہ ایک دھماکے سے نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے
کے بعد ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر کو جب اطمینان ہو گیا کہ وہ یا تو ختم
چکا ہے یا بے ہوش ہو چکا ہے تو وہ خود ہی پیروں کے بل بیٹھ
یا۔ اس کے پیٹ میں شدید اینٹھن سی ہو رہی تھی۔ دیوار سے
رانے سے زیادہ پسلیوں پر ماری گئی ضرب بے حد خوفناک تھی اور
تو ٹائیگر نے اپنی تربیت کی بنا پر ردعمل ظاہر کر کے اس حملہ آور کو
بے ہوش کر دیا تھا ورنہ ایک لحاظ سے وہ ہٹ ہو چکا تھا۔ وہ چند
ے پیروں کے بل بیٹھا لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ پھر ایک جھٹکے سے
ر کر کھڑا ہو گیا۔ اب اسے خیال آ رہا تھا کہ اس نے تو بے ہوش
دینے والی گیس فائر کی تھی اور اس آدمی کے علاوہ اور جتنے بھی
اد تھے وہ سب بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ پھر یہ کون ہو سکتا
اور کیوں بے ہوش نہیں ہوا۔ ٹائیگر اس طرف کو مڑا جدھر سے
پر چھلانگ لگائی گئی تھی۔ اس طرف ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا
اور سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ ٹائیگر آگے بڑھا اور سیڑھیاں اتر

کر ایک خاصے وسیع تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ یہاں اسلحے سے بھر
بہت سی پیٹیاں موجود تھیں۔ ایک طرف ڈرگ کے مخصوص ڈرم بھی
موجود تھے۔ ایک طرف لوہے کی دو بڑی بڑی الماریاں موجو
تھیں۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر ایک الماری کھولی تو وہ بے اختیا
پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی کیونکہ پوری الماری بڑ
مالیت کے نوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے دوسری الماری کھو
تو اس میں بھی نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ ٹائیگر کو اس قد
نوٹ اس طرح پڑے دیکھ کر ایک خیال آیا تو وہ آگے بڑھا۔ اس
نے ایک گڈی اٹھائی۔ اس میں سے ایک نوٹ نکالا اور پھ
روشندان کی طرف سے آنے والی روشنی کی لکیر کے سامنے کیا تو
بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ یہ جعلی نوٹ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ
شخص اسلحہ، ڈرگ اور جعلی کرنسی تینوں جرائم کا مین کردار ہے اور ا
اسے یہ بات بھی سمجھ آ گئی تھی کہ یہ آدمی کیوں بے ہوش نہیں ہوا
جب گیس فائر کی گئی تو یہ شخص تہہ خانے میں تھا۔ اوپر جو گیس فا
کی گئی تھی وہ جہاں انتہائی زود اثر تھی۔ وہاں بہت جلد اپنے اثرا
بھی کھو دیتی تھی اس لئے تہہ خانے تک پہنچتے پہنچتے اس کے اثرا
ختم ہو گئے اور جب ٹائیگر یہاں پہنچا تو یہ آدمی نہ صرف ہوش می
تھا بلکہ یہاں موجود بھی تھا اور اس نے اچانک اور بڑے خوفنا
انداز میں اس پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر خوفناک تھا کہ ٹائیگر اگ
اپنی تربیت کی وجہ سے ضرب کو سہہ نہ جاتا تو لازماً اب اس کی لا

راہداری میں پڑی نظر آتی۔ ٹائیگر واپس راہداری میں آیا اور اس نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑے آدمی کی تلاشی لی لیکن اس کی جیبوں میں کوئی اسلحہ موجود نہ تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے ٹائیگر پر فائر کرنے کی بجائے خود جسمانی حملہ کیا تھا۔ ٹائیگر نے جھک کر اسے اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر واپس مڑا اور تھوڑی دیر بعد اسے پھاٹک کے قریب لے آیا اور پھر اس نے اسے ایک سائیڈ پر اس طرح لٹا دیا کہ پھاٹک کھلنے پر باہر سے نظر نہ آ سکے۔ اس نے اسے رانا ہاؤس لے جانے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ اس سے تفصیلی پوچھ گچھ ہو سکے۔ ٹائیگر کو یہ آدمی اس سارے معاملے کا مین کردار محسوس ہو رہا تھا اس لئے اس نے اسے ساتھ لے جانے اور اس سے تفصیلی معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور پھر تقریباً پون گھنٹے بعد وہ رانا ہاؤس پہنچ چکا تھا۔ ٹائیگر کے کہنے پر اس بے ہوش آدمی کو بلیک روم میں راڈز والی کرسی پر بٹھا کر راڈز میں جکڑ دیا گیا جبکہ ٹائیگر نے فون والے کمرے میں بیٹھ کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''منکہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ازدہان خود بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے عمران کی مخصوص آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد خوشگوار تھا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیا زمانہ آ گیا ہے کہ اب ٹائیگر بولنے لگے ہیں اور انسان

دھاڑ نے لگ گئے ہیں''...... دوسری طرف سے عمران نے کہا تو ٹائیگر اس خوبصورت اور گہری بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

''باس۔ میں رانا ہاؤس سے کال کر رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ رانا ہاؤس سے کیوں۔ کیا مطلب''۔ عمران نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے ریڈلائٹ کلب کے کراؤن سے ملنے، اس کے آفس ٹیبل کے نیچے ڈکٹا فون لگانے اور پھر ڈیسی کے ساتھ ہونے والی کراؤن کی بات اور ڈیسی کا فون نمبر اور رہائش گاہ معلوم کرنے سے لے کر اس سے ہونے والی لڑائی تک کی پوری تفصیل بتا دی۔

''اوہ گڈ۔ تم نے واقعی کام کیا ہے۔ ڈیسی کا نام پہلے بھی میں سن چکا ہوں اور لگتا ہے کہ یہ اس بھیانک جرم کا عملی طور پر مین کردار ہے۔ میں خود آ رہا ہوں''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر رسیور رکھ کر اٹھا اور کمرے سے باہر آ کر اس نے وہاں موجود جوزف اور جوانا کو اس ڈیسی کے بارے میں مختصر طور پر بتا دیا۔

''یہ تو انتہائی بھیانک جرم ہے۔ یہ تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ قتل کرنے سے مقتول ایک بار ہی مر جاتا ہے لیکن ان کی فروخت شدہ بے چاری عورت ہر لمحے مرتی رہتی ہے''...... جوانا نے کہا۔

''افریقہ میں ایسے جرائم کرنے والوں کو درختوں سے لٹکا کر ان

کے جسموں کو تیروں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مرتے ہیں پھر ان کی لاشوں کو جلا دیا جاتا ہے''...... جوزف نے جواب دیا اور کچھ دیر بعد عمران بھی وہاں پہنچ گیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ہم اصل آدمی تک اب بھی نہیں پہنچ پائے۔ صرف چھوٹے افراد تک ہی ہماری کارروائی محدود ہے''......عمران نے بلیک روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''باس۔ جب تک مین آدمی نہیں ملے گا ہم جرائم تک کیسے پہنچ سکتے ہیں اور یہ ڈیسی میرا خیال ہے کہ یہ مین آدمی کا قریبی ساتھی ہے''...... ٹائیگر نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بلیک روم میں ڈیسی کرسی پر ڈھلکے ہوئے انداز میں راڈز میں جکڑا ہوا پڑا تھا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

''لڑائی میں بے ہوش ہونے والا اتنی دیر تک بے ہوش نہیں رہتا اور آدمی بھی کافی فٹ ہے۔ پھر اسے کیا ہوا ہے''...... عمران نے سامنے موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اس کا سر اس کی اپنی قوت سے دیوار سے ٹکرایا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ اس کا سر ٹوٹ کر ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکا ہو گا لیکن یہ آدمی خاصا سخت جان واقع ہوا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر وہ عمران کے

ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ڈیسی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور پھر ایک جھٹکے سے اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ اس کا جسم راڈز میں جکڑا ہوا تھا اس لئے وہ اٹھ نہ سکا لیکن اس کا شعور اس نفسیاتی جھٹکے کی وجہ سے پوری طرح بیدار ہو گیا تھا۔

''یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ میں کہاں ہوں۔ تم کون ہو''...... ڈیسی نے رک رک کر کہا۔

''تمہارا نام ڈیسی ہے اور تم عورتوں کی سمگلنگ میں ملوث ہو''...... عمران نے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا کسی سمگلنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تو ڈاکٹر ہوں۔ ڈاکٹر رابرٹ''...... ڈیسی نے جواب دیا۔

''کراؤن نے تمہیں فون کر کے کہہ دیا تھا کہ ٹائیگر سے بچ کر رہو۔ وہ عورتوں کی سمگلنگ پر کام کر رہا ہے۔ میرا نام ٹائیگر ہے۔ میں تمہاری رہائش گاہ کاشان کالونی پہنچا تو تم کہیں گئے ہوئے تھے۔ میں تمہارا انتظار کرتا رہا۔ پھر تم جیپ پر واپس آئے تو میں نے تمہاری رہائش گاہ پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی۔ وہاں موجود باقی سب افراد تو بے ہوش ہو گئے لیکن تم چونکہ اس وقت تہہ خانے میں تھے اس لئے تم بے ہوش نہیں ہوئے اور جب میں وہاں پہنچا تو تم نے مجھ پر اچانک بھرپور حملہ کر دیا۔ پھر تم بے ہوش ہو گئے۔ میں نے تمہارے تہہ خانے کی تلاشی لی۔ وہاں اسلحے کی

پیٹیاں، ڈرگ کے دو ڈرمز اور دو الماریاں جعلی کرنسی سے بھری ہوئی تھیں۔ پھر میں تمہیں اٹھا کر یہاں لے آیا۔ یہ سب تفصیل میں نے تمہیں اس لئے بتائی ہے کہ تم خواہ مخواہ سوالات مت کرو اور باس عمران صاحب کے سوالات کے درست جواب دیتے جاؤ ورنہ تمہاری ہڈیاں سرمہ بنائی جا سکتی ہیں''...... ٹائیگر نے باقاعدہ پس منظر بتاتے ہوئے کہا۔

''یہ طوطا مینا کی کہانی تم نے خواہ مخواہ مجھے سنائی ہے۔ میں تو ڈاکٹر ہوں۔ میرا سمگلنگ اور جعلی کرنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے اور میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں''...... ڈیسی نے اس بار فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''یہ خاصا سخت جان آدمی ہے۔ اس کے نتھنے کاٹ کر اس سے اصل بات اگلوانی پڑے گی''...... عمران نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر وہ اٹھا اور ڈیسی کی طرف بڑھنے لگا۔

''رک جاؤ۔ مت مارو مجھے۔ رک جاؤ۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔ میں ڈاکٹر ہوں ڈاکٹر''...... ڈیسی نے تیز تیز لہجے میں بولتے ہوئے کہا البتہ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس کی نظریں عمران کے ہاتھ میں موجود خنجر پر جمی ہوئی تھیں۔

''ابھی تمہاری اصلیت سامنے آ جائے گی''...... عمران نے کہا اور

اس کے ساتھ ہی اس کا بازو حرکت میں آیا اور کمرہ ڈیسی کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ گیا تھا۔ پھر ابھی اس کی چیخ مکمل نہ ہوئی تھی کہ عمران کا بازو ایک بار پھر حرکت میں آیا اور کمرہ ایک بار پھر ڈیسی کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ وہ اب پینڈولم کی طرح دائیں بائیں سر مار رہا تھا۔

''کیا نام ہے تمہارا۔ بولو''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''ڈ۔ ڈیسی۔ میرا نام ڈیسی ہے''...... اس کے منہ سے اس طرح الفاظ نکلے جیسے ٹکسال سے سکے گھڑ گھڑ کر باہر آ رہے ہوں۔ عمران واپس مڑا اور آ کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تم عورتوں کے اغوا اور سمگلنگ میں کیا کرتے ہو''...... عمران نے سرد اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں پورے ملک میں لڑکیوں اور عورتوں کو اغوا کرنے والے گروپس سے ملتا ہوں اور انہیں معاوضہ دے کر ان سے لڑکیاں لے کر ایک جگہ اکٹھی کرتا ہوں۔ پھر انہیں بحری جہاز پر سوار کرا کر خفیہ طریقے سے بھجواتا ہوں اور میرا کام ختم ہو جاتا ہے۔ یہ کارروائی ہم تین چار ماہ بعد کرتے ہیں''...... ڈیسی نے رک رک کر بولتے ہوئے کہا۔ اس کے بولنے کا انداز اس طرح تھا جیسے وہ شعور کی بجائے لاشعور کے ذریعے عمران کے سوالوں کا جواب دے رہا ہو۔

''اب تک کتنی لڑکیوں کو اغوا کر چکے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''میں نے تو ایک لڑکی کو بھی اغوا نہیں کیا''...... ڈیسی نے جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''میرا مطلب ہے تمہارے گروپس۔ جن کا ذکر تم نے ابھی کیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہم گزشتہ آٹھ سالوں سے یہ دھندہ کر رہے ہیں اور ہر تین چار ماہ بعد دو ڈھائی سو لڑکیاں اور عورتیں پاکیشیا کے مختلف علاقوں اور دیہات سے اغوا کر کے بحیرہ عرب کے جزیرے سکاترا بھجوا دیتے ہیں جہاں ان کی نیلامی ہوتی ہے اور شوقین، عیاش اور قحبہ خانے اور مساج گھر چلانے والے لڑکیاں خرید کر لے جاتے ہیں کیونکہ ان شعبوں میں نئی لڑکیاں زیادہ کارآمد رہتی ہیں۔ ہم نے اب تک ہزاروں عورتیں اور لڑکیاں اغوا کر کے فروخت کی ہوں گی۔ آج بھی میں نے ڈھائی سو لڑکیاں اور عورتیں بھجوائی ہیں''۔ ڈیسی نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران اور ٹائیگر دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

''ڈھائی سو عورتیں اور لڑکیاں۔ کیا واقعی اتنی بڑی تعداد میں''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ وہ اب منزل تک پہنچنے والی ہوں گی۔ ہا۔ ہا۔ تم ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو''...... ڈیسی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''پوری تفصیل بتاؤ۔ کس طرح بھجوایا۔ کہاں بھجوایا۔ تفصیل سے بتاؤ''...... عمران نے کہا تو ڈیسی نے کوٹھی سے بندرگاہ کے ایک

مخصوص گھاٹ پر جانے کی تفصیل بتا دی۔

''بحری جہاز سکاترا جزیرے پر کب تک پہنچ جائے گا''۔ عمران نے پوچھا۔

''سکاترا جزیرے تک پہنچنے میں بحری جہاز پر اٹھارہ گھنٹے لگتے ہیں لیکن شاید اس جہاز کو بیس بائیس گھنٹے لگ جائیں کیونکہ کالیا نے مجھے بتایا تھا کہ ان ڈھائی سو میں سے اکیس عورتیں بیمار پڑ گئی ہیں اور انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر کے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی جائیں گی۔ اس لئے وقت زیادہ بھی لگ سکتا ہے''...... ڈیسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس مال بردار بحری جہاز کا نام کیا ہے۔ کیا نمبر ہے اور کون کیپٹن ہے اس کا۔ جلدی بتاؤ''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''اس جہاز کا نام وائٹ برڈ ہے۔ نمبر مجھے معلوم نہیں ہے اور کیپٹن کا نام ہنری مارتھ ہے''...... ڈیسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا فون نمبر بتاؤ''...... عمران نے کہا۔

''فون نمبر وغیرہ سب کالیا کو معلوم ہو گا۔ مجھے نہیں معلوم۔ کیونکہ سارے کام کالیا کرتا ہے''...... ڈیسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کالیا اس وقت کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''کالیا میرے ساتھ واپس آیا ہے۔ وہ اپنی کار میں تھا جبکہ میں

اپنی جیپ میں تھا۔ وہ دارالحکومت کے شمال میں مشہور علاقے گاگن میں ایک بڑا فارم ہاؤس ہے جس کا نام گاگن زرعی ہاؤس ہے، کالیا اور اس کے ساتھی وہیں رہتے ہیں۔ تمام ملک سے اغوا شدہ لڑکیوں کو اس فارم ہاؤس میں اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر یہیں سے ٹرکوں میں بھر کر بندرگاہ پہنچا دیا جاتا ہے''...... ڈیسی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

''جوزف۔ اسے گولی مار کر اس کی لاش برقی بھٹی میں ڈال دینا۔ آؤ ٹائیگر۔ ہمیں ہرحال میں اس مال بردار جہاز کو روکنا ہے''۔ عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر اس کے پیچھے تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار خاصی تیز رفتاری سے نیوی ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

ایک محل نما رہائشی کوٹھی کے تہہ خانے میں ایک آرام دہ کرسی پر
لمبے قد اور سمارٹ جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر بال
چھوٹے لیکن سرکنڈوں کی طرح اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ چہرے پر
سختی اور سفاکی کے تاثرات تھے۔ اس نے گھریلو لباس پہنا ہوا تھا
لیکن یہ لباس بے حد قیمتی تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل
تھی۔ سامنے دیوار پر ایک بڑی سی سکرین روشن تھی جس پر کھلے
سمندر کا منظر واضح تھا اور اس کھلے سمندر میں ایک بڑا مال بردار
بحری جہاز سفر کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ جہاز خاصا بڑا تھا۔ یہ مال
بردار وہی جہاز تھا جس میں ڈھائی سو اغوا شدہ لڑکیاں اور خفیہ طور
پر اس جہاز کے تہہ خانے میں چھپائی گئی تھیں۔ اس مال بردار جہاز
کا مالک بھی راجہ صاحب ہی تھا۔ جہاز کا کیپٹن ہنری مارتھ ان کا
خاص آدمی تھا۔ اس جہاز میں ایسا خصوصی سسٹم نصب کیا گیا تھا کہ
سیٹلائٹ کے ذریعے اس جہاز کی نقل و حرکت راجہ صاحب اس

سکرین پر گھر بیٹھے دیکھ سکتے تھے اور جب یہ مال بردار جہاز اغوا
شدہ لڑکیاں لے جاتا تھا اس کے جزیرہ سکاترا پہنچنے تک راجہ
صاحب اس کو چیک کرتے رہتے تھے۔ اب بھی ڈیسی نے انہیں
فون کر کے بتایا تھا کہ اغوا شدہ لڑکیاں اور عورتیں جہاز پر روانہ کر
دی گئی ہیں اور جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو راجہ
صاحب تمام مصروفیات ترک کر کے اس تہہ خانے میں آ گیا تھا اور
اس نے سکرین روشن کر دی۔ اب وہ اس وقت تک چیکنگ کرتا
رہے گا جب تک جہاز بغیر کسی رکاوٹ کے جزیرے سکاترا پہنچ نہ
جائے۔ ساتھ ہی تپائی پر ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔
اس سے وہ کیپٹن ہنری مارتھ سے رابطہ کر کے اسے ضروری ہدایات
دے سکتا تھا اور اس کی طرف سے دی گئی رپورٹ بھی سن سکتا تھا۔
جہاز خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا اور کیپٹن ہنری
مارتھ نے بھی بین الاقوامی سمندر میں پہنچنے کے بعد کلیئر کی کال دے
دی تھی اور وہ خاصا مطمئن ہو گیا تھا اس لئے وہ اطمینان سے بیٹھا
شراب پی رہا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ
چونک پڑا کیونکہ اس موقع پر وہ فون بہت کم سنتا تھا۔ اس کا فون
سیکرٹری فون کرنے والوں کو ٹال دیا کرتا تھا لیکن یہاں تہہ خانے
میں فون کی آمد کا مطلب ہے کہ فون کی بے حد اہمیت ہے۔ یہی
سوچ کر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... راجہ صاحب نے سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

''نیول ہیڈکوارٹر سے کمانڈر احسن کا فون ہے۔ وہ آپ سے انتہائی اہم بات کرنا چاہتا ہے''...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کمانڈر احسن۔ کراؤ بات''...... راجہ صاحب نے اچھلتے ہوئے کہا کیونکہ لڑکیوں کے معاملے میں کمانڈر احسن اس کا خاص آدمی تھا اور اسے علم تھا کہ اغوا شدہ لڑکیوں سے بھرا ہوا جہاز کہاں سے کہاں بھجوایا جا رہا ہے اس لئے اس موقع پر اس کی کال کسی ایٹم بم کے خطرے کی گھنٹی ہی ہوسکتی تھی۔

''کمانڈر احسن بول رہا ہوں جناب''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''راجہ ثروت بول رہا ہوں۔ کیوں فون کیا ہے''...... راجہ صاحب نے بھی قدرے نرم لہجے میں کہا کیونکہ اس اہم وقت میں وہ اسے ناراض نہ کرنا چاہتا تھا ورنہ ساری محنت لمحوں میں ضائع ہو سکتی تھی۔

''راجہ صاحب۔ سفید بادل بڑے اطمینان سے اپنے سفر پر ہے لیکن حکومت کی طرف سے دو آدمی چیف کمانڈر کے پاس پہنچے ہیں اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فوری طور پر انہیں تار پیڈو والی لانچ مہیا کروں کیونکہ انہوں نے بین الاقوامی سمندر میں ایک مال بردار بحری جہاز کو روک کر اس کی تلاشی لینی ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ یہاں پہلے تمام جہاز کی مکمل اور بھرپور تلاشی تو لے لی

جاتی ہے۔ پھر یہ سب کیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ ان کے پاس مصدقہ رپورٹ ہے کہ اس مال بردار جہاز میں بڑی تعداد میں اغوا شدہ عورتیں اور لڑکیاں جزیرہ سکاترا بھجوائی جا رہی ہیں جس پر میں نے انہیں کہا کہ ایسی تار پیڈو کشتیاں تو ضروری راؤنڈ پر گئی ہوئی ہیں۔ میں انہیں کال کر کے بھجواتا ہوں۔ اب آپ فرمائیں کہ کیا کیا جائے''...... کمانڈر احسن نے کہا۔

''یہ کون لوگ ہیں اور انہیں کیسے جہاز کے بارے میں علم ہوا ہے''...... راجہ صاحب نے سخت اور تیز لہجے میں کہا۔

''چیف کمانڈر بتا رہے تھے کہ ان کا تعلق حکومت کی کسی سرکاری ایجنسی سے ہے۔ اگر جہاز ان کے ہاتھ آیا تو ہم سب مارے جائیں گے اس لئے اب ایک ہی صورت ہے کہ اس جہاز کو راکٹ مار کر تباہ کر دیا جائے اور یہ کھلے سمندر میں ڈوب جائے اور یہ بم عورتوں والے حصے میں رکھ کر فائر کیا جائے تاکہ جہاز کے ساتھ ساتھ ان تمام عورتوں کے جسم بھی ٹکڑوں میں تبدیل ہو جائیں''۔ کمانڈر احسن نے کہا۔

''تم احمق لوگ ہو کمانڈر۔ یہ کیا حل ہے کہ ہماری خطیر سرمایہ کاری بھی ڈوب جائے اور ہمارا انتہائی قیمتی جہاز بھی تباہ ہو جائے۔ عورتیں بھی ماری جائیں اور ہمارا بزنس بھی تباہ ہو جائے اور ہماری رقم اور منافع بھی سب ڈوب جائے۔ یہ کیسا حل ہے''...... راجہ صاحب نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"پھر آپ بتائیں کیا کیا جائے۔ ہمارے پاس تو بھاگنے کی بھی جگہ نہیں ہے اور سمندر میں کہاں بھاگ سکتے ہیں"...... کمانڈر احسن نے کہا۔

"جہاز اس وقت جس سمندری ایریئے سے گزر رہا ہے اس کا رخ اگر مشرق کی طرف کر دیا جائے تو کچھ فاصلے پر کروش ٹاپو ہے اور بظاہر یہ بے آباد اور ویران ٹاپو ہے لیکن خفیہ طور پر کروش ٹاپو پر ہمارا قبضہ ہے۔ ہم نے یہاں خفیہ تہہ خانے بنائے ہوئے ہیں جن میں سمگلنگ کا مال سٹور کیا جاتا ہے۔ اگر عورتوں کو وہاں اتار کر جہاز کو واپس سکاترا والے راستے پر لے جایا جائے اور یہ سارا کام فوراً کر لیا جائے اور تب تک ان سرکاری آدمیوں کو لانچ مہیا نہ کی جائے تو ہمارا کام ہوسکتا ہے۔ یہ جہاز کی تلاشی لے کر مطمئن ہو کر واپس چلے جائیں گے تو پھر ہم ان عورتوں کو وہاں سے اٹھا لیں گے۔ اس طرح سب کچھ بچ جائے گا"...... راجہ صاحب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں مزید دو گھنٹے تک کشتی روک لیتا ہوں۔ آپ دو گھنٹوں کے اندر یہ ساری کارروائی مکمل کرا لیں"...... کمانڈر احسن نے کہا۔

"او کے"...... راجہ صاحب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی فون رسیور رکھ کر اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کا ایک بٹن پریس کر دیا۔ اس پر پہلے ہی فریکونسی ایڈجسٹ تھی۔

"ہیلو ہیلو۔ راجہ ثروت کالنگ۔ اوور"...... راجہ صاحب نے

بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

"یس۔ کیپٹن ہنری مارتھ فرام وائٹ برڈ بول رہا ہوں۔ اوور"...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا اور جواب میں راجہ صاحب نے کمانڈر احسن سے فون پر ہونے والی تمام بات چیت بتا دی۔

"اوہ۔ پھر تو بہت مشکل ہو گی صاحب۔ آپ کسی طرح انہیں روکیں۔ ہم دس گھنٹوں بعد پہنچ جائیں گے۔ ابھی تو ہم نے ایکس بیار عورتوں کو بھی ہلاک کرنا ہے اور ان کی لاشیں سمندر میں پھینکنی ہیں۔ اوور"...... ہنری مارتھ نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"تم فوری طور پر جہاز کا رخ کروش ٹاپو کی طرف موڑ دو اور وہاں پہنچ کر تمام عورتوں کو کروش کے انچارج مائٹی کے سپرد کر دو۔ وہ انہیں تہہ خانے میں چھپا دے گا اور تم واپس سکاترا جزیرے والے راستے پر پہنچ کر اس کی طرف سفر شروع کر دو۔ جب سرکاری لوگ تلاشی لینے آئیں تو انہیں مکمل تلاشی لینے دینا اور مطمئن کر دینا۔ جب وہ مطمئن ہو کر واپس چلے جائیں تو مجھے اطلاع کرو لیکن جہاز کو وہیں روکے رکھو جب تک میں تمہیں مزید احکامات نہ دوں۔ تم نے اپنے طور پر کچھ نہیں کرنا۔ اوور"...... راجہ صاحب نے غصیلے، سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی۔ اوور"...... دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''فوری تعمیل کرو۔ فوری''...... راجہ صاحب نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

''یہاں جان عذاب میں آئی ہوئی ہے اور اسے عورتوں کی لاشیں سمندر میں پھینکنے کا شوق چڑھا ہوا ہے۔ نانسنس''...... راجہ صاحب نے شراب کا بڑا سا گھونٹ لے کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خیال کے تحت وہ چونک پڑا۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا۔ اس پر ایک اور فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو ہیلو۔ راجہ ثروت کالنگ۔ اوور''...... راجہ صاحب نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس چیف۔ مائٹی بول رہا ہوں۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ آواز سے ہی لگ رہا تھا کہ بولنے والا خاصے بڑے ڈیل ڈول کا آدمی ہے۔

''کہاں موجود ہو تم اس وقت۔ اوور''...... راجہ صاحب نے کہا۔

''کروش ٹاپو پر چیف۔ اوور''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

''او کے۔ اب غور سے میری بات سنو۔ تم نے اس پر فوری عمل کرنا ہے۔ اوور''...... راجہ صاحب نے سخت لہجے میں کہا۔

''یس چیف۔ اوور''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو را

صاحب نے اسے مال بردار جہاز وائٹ برڈ کے ذریعے اغوا شدہ عورتوں کو سکاترا جزیرے پر بھجوانے کی تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اس وقت کیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے مال بردار جہاز کے کیپٹن ہنری مارتھ کو کیا احکامات دیئے ہیں۔

''یس چیف۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ان عورتوں کا بخوبی بندوبست کرلوں گا۔ میرے پاس یہاں ایسے انتظامات موجود ہیں کہ انہیں دس گیارہ گھنٹے یہاں محفوظ طور پر رکھا جا سکتا ہے۔ اوور''۔ مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ تیاری شروع کر دو۔ وائٹ برڈ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں تم تک پہنچ جائے گا۔ اوور''...... راجہ صاحب نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اوور اینڈ آل کہہ کر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے رکھ دیا۔

چیف نیول کمانڈر اسحاق خان کے آفس سے ملحقہ ریٹائرنگ روم میں اس وقت عمران اور ٹائیگر بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے رانا ہاؤس سے روانگی سے پہلے سر سلطان سے کہہ کر سیکرٹری دفاع کے ذریعے چیف نیول کمانڈر تک عمران کے بارے میں خبر پہنچا دی تھی۔ چیف نیول کمانڈر کو بتایا گیا تھا کہ عمران سنٹرل سپیشل ایجنسی سے تعلق رکھتا ہے جو براہ راست صدر مملکت کو بھی احکامات دے سکتی ہے اس لئے اس کے احکامات کی فوری تعمیل کی جائے۔ چنانچہ جب عمران، ٹائیگر سمیت چیف نیول کمانڈر کے آفس پہنچا تو یہاں اس کے استقبال کی تیاریاں اس انداز میں کی جا رہی تھیں جیسے کوئی بہت بڑا افسر کسی چھوٹے سے آفس کے دورے پر آ رہا ہو اور چیف نیول کمانڈر اسحاق خان کا سرخ و سفید چہرہ اس وقت زرد پڑ گیا جب نیول کمانڈر نے اسے بتایا کہ تارپیڈو لانچیں سپیشل مشن پر گئی ہوئی ہیں اور ان کی واپسی دو تین روز بعد ہو سکتی ہے البتہ ایک

تارپیڈو لانچ موجود ہے لیکن اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے جسے خصوصی ورکشاپ میں مرمت کیا جا رہا ہے اور دو تین گھنٹوں بعد وہ اوکے ہو جائے گی اور عمران نے اس پر رضا مندی کا اظہار کر دیا البتہ اس نے تاکید کر دی کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے اس کی فنی خرابی دور کر دی جائے۔ اس کے بعد عمران کی ہی فرمائش پر یہ دونوں ریٹائرنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے تاکہ دفتر کے معاملات ڈسٹرب نہ ہوں اس لئے عمران تو اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا ہوا تھا لیکن ٹائیگر کے چہرے پر بے چینی اور اضطراب کے تاثرات نمایاں تھے۔

''باس۔ دیر ہو رہی ہے''...... ٹائیگر نے آخر کار کہہ ہی دیا۔

''سکول جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ واہ۔ کیا اچھا دور آ گیا ہے کہ بچے اب سکول جانے میں ذرا بھی دیر ہو جائے تو بے چین ہو جاتے ہیں ورنہ ایک دور وہ بھی تھا کہ بچوں کو سکول اس طرح لے جایا جاتا تھا کہ جیسے قصائی بکری کو کان سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ذبح خانے کی طرف لے جا رہا ہو''...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

''باس۔ مجھے یہ سب کچھ مصنوعی لگ رہا ہے۔ یہ لوگ جان بوجھ کر دیر کر رہے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''جہاں اس وقت مال بردار بحری جہاز وائٹ برڈ موجود ہے وہاں کیا کیا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ ڈھائی سو عورتوں کو ہلاک کر کے کھلے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ پھر یہ لاشیں دستیاب بھی

ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ تو وہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر ایسے لوگوں کے اس قدر ہائی آفیسرز سے رابطے نہیں ہوتے، جیسے چیف نیول کمانڈر نچلے درجے کے آفیسران کے ساتھ مل جاتے ہیں اس لئے بے فکر رہو۔ وہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتے''...... عمران نے کہا۔

''ہم ہیلی کاپٹر پر بھی تو جا کر وہاں ان کی چیکنگ کر سکتے ہیں باس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہارا ذہن کام نہیں کر رہا نانسنس۔ جہاز اس وقت کھلے بین الاقوامی سمندر میں موجود ہے۔ اس پر پاکیشیائی حکومت کا قانون قابل عمل نہیں ہے۔ بین الاقوامی قانون کے تحت کام ہو سکتا ہے اور بین الاقوامی قانون کے مطابق صرف جنگی حالت میں کام کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے جنگی کشتی کی موجودگی ضروری ہے۔ پوری دنیا میں جو سمندری جہاز چاہے وہ مسافر بردار، مال بردار ہو یا جنگی جہاز ہو۔ ان سب کی باقاعدہ نگرانی بذریعہ سیٹلائٹ کی جاتی ہے اور بین الاقوامی قوانین پر سختی سے عمل کیا اور کرایا جاتا ہے''...... عمران نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا تو ٹائیگر ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے اسے سمجھ آ گئی تھی کہ یہاں انڈر ورلڈ کا قانون نہیں چلتا اور پھر تقریباً تین گھنٹے بعد چیف نیول کمانڈر نے انہیں خود اطلاع دی کہ تارپیڈو لانچ سفر کے لئے تیار ہے تو عمران اور ٹائیگر ان کے ساتھ وہاں گھاٹ پر پہنچ گئے جہاں جنگی تیز رفتار لانچ موجود تھی۔ جس پر راکٹ گنیں نصب تھیں۔ پاکیشیا کا جھنڈا بھی لہرا رہا

تھا۔ تارپیڈو لانچ کا پورا عملہ بھی موجود تھا۔ لانچ کا کیپٹن رحمت علی نامی ایک ادھیڑ عمر آفیسر تھا جبکہ سرچنگ یونٹ کا سربراہ کمانڈر عاطف تھا۔ اس کے ساتھ چار مزید افراد موجود تھے۔ ان سب نے نہ صرف عمران اور ٹائیگر کا باقاعدہ استقبال کیا بلکہ انہیں اس طرح سیلوٹ کئے جیسے وہ چیف نیول کمانڈر ہوں۔ عمران نے چیف نیول کمانڈر کا شکریہ ادا کیا اور انہیں واپس بھجوا دیا اور خود انہوں نے کیپٹن اور سرچنگ کمانڈر اور اس کے ساتھیوں کو بٹھا کر انہیں تفصیل بتائی کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں۔ اس قدر تعداد میں عورتوں کو اغوا کر کے سمگل کرنے کی بات سن کر سب نہ صرف حیران ہوئے بلکہ پریشان بھی ہوئے۔

''سر۔ جہازوں کی تو بڑی سختی سے چیکنگ کی جاتی ہے۔ خاص طور پر مال بردار جہازوں کی تاکہ کوئی غیر قانونی سامان نہ لے جایا جا رہا ہو''...... سرچ کمانڈر عاطف نے کہا۔

''یہ بین الاقوامی سطح کے گروہوں کے کام ہیں۔ سب کچھ ہونے کے باوجود سب کچھ ہو رہا ہے۔ بہرحال اب تم لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے اب آگے بڑھیں''...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد لانچ خاصی تیز رفتاری سے کھلے سمندر میں آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عمران آنکھوں سے دوربین لگائے کھلے سمندر کو دیکھ رہا تھا۔ گو اسے معلوم تھا کہ ابھی وائٹ برڈ کافی فاصلے پر ہونے کی وجہ سے

دوربین سے بھی نظر نہیں آ سکتا لیکن اس کے باوجود عمران بہرحال چیکنگ میں مصروف تھا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انہیں وائٹ برڈ سمندر میں سفر کرتا ہوا نظر آ گیا۔ لانچ کے کیپٹن نے جہاز کے کیپٹن کو ٹرانسمیٹر پر اپنا نام اور تعارف کرا کر جہاز کو روکنے کا حکم دیا۔

''ہمارے جہاز کی پہلے ہی کئی بار چیکنگ ہو چکی ہے جس کے سرٹیفکیٹس بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ اس کے باوجود آپ یہاں بین الاقوامی ایریا میں کیوں چیک کرنا چاہتے ہیں۔ اوور''...... جہاز کے کیپٹن نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ سرچ جنگی نقطہ نظر سے کی جا رہی ہے جس کی قانوناً اجازت ہے۔ جہاز روک لیں ورنہ آپ کے جہاز کو میزائلوں سے بھی اڑایا جا سکتا ہے۔ اوور''...... لانچ کیپٹن نے تیز لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں جہاز روک رہا ہوں۔ آپ بے شک جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔ اوور''...... جہاز کے کیپٹن نے قدرے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور لانچ کے کیپٹن نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جہاز کی رفتار کم ہونا شروع ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ رک گیا۔ اس کا لنگر بھی ڈال دیا گیا تو لانچ کو جہاز کے عرشے کے قریب ایک مخصوص جگہ پر لگا کر عمران اور ٹائیگر، سرچ کمانڈر عاطف اور اس کے سب ساتھی جہاز پر سوار ہو گئے۔ جہاز واقعی مال بردار تھا۔ ہر طرف سامان ہی سامان نظر آ رہا تھا۔ جہاز کا عملہ کیپٹن سمیت دس افراد پر مشتمل تھا اور یہ سب عام سے ملاح

تھے۔ ٹائیگر اور عمران نے پورے جہاز کا راؤنڈ لگا لیا لیکن وہاں دو ڈھائی سو عورتیں تو ایک طرف ایک بھی عورت نظر نہ آئی اور نہ اتنی وسیع جگہ موجود تھی جہاں دو ڈھائی سو جیتی جاگتی عورتیں رکھی جا سکتی ہوں۔

''یہ کیا ہوا ہے۔ یہاں تو کوئی عورت نہیں ہے''...... عمران نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے باس کہ ڈیسی نے غلط بیانی کی ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں۔ لاشعور نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی غلط بیانی کر سکتا ہے۔ کوئی اور چکر چلا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا''...... عمران نے جواب دیا۔

''یہاں اردگرد کوئی جزیرہ یا ٹاپو ہے جہاں انہوں نے عورتوں کو وقتی طور پر اتار دیا ہو''...... عمران نے سرچ آفیسر سے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ سکاترا جانے والے اس راستے پر کوئی جزیرہ یا ٹاپو نہیں ہے اور ویسے ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ یہاں سمندر بے حد بپھرا ہوا ہے''...... سرچ آفیسر نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ او کے کا سگنل دے کر جہاز کو بھجوا دو''...... عمران نے کہا تو سرچ آفیسر جہاز کے کیپٹن روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی لانچ واپس جا رہی تھی جبکہ عمران اور ٹائیگر دونوں کے چہروں پر سوچ کے تاثرات نمایاں تھے۔ عمران سوچ رہا تھا کہ جب

ڈیسی ایسی ذہنی حالت میں تھا کہ وہ جھوٹ بول ہی نہ سکتا تھا اور مال بردار جہاز سمندر کے ایسے علاقے میں تھا جہاں قریب کوئی جزیرہ یا ٹاپو بھی موجود نہ تھا تو پھر آخر وہ سینکڑوں عورتیں کہاں غائب ہوگئیں۔ زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جہاز میں سامان کو اس طرح پیک کیا گیا تھا کہ وہاں اتنی بڑی تعداد میں عورتیں اکٹھی رکھنے کے لئے کوئی جگہ ہی نہ تھی۔ پھر عورتوں سے متعلق کوئی سامان وغیرہ بھی وہاں موجود نہ تھا۔ نہ کہیں کوئی زنانہ جوتی نظر آئی اور نہ ہی کوئی ایسا کپڑا جسے عورتوں سے متعلق سمجھا جا سکے۔ نیول ہیڈکوارٹر پہنچ کر عمران نے چیف نیول کمانڈر کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ پارکنگ کی طرف بڑھ گئے جہاں ان کی کار موجود تھی لیکن ابھی وہ کار تک نہ پہنچے تھے کہ عمران کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے جیب سے سیل فون نکال کر اس کی سکرین دیکھی تو صدیقی کا نام وہاں موجود تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ صدیقی کال کر رہا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ فورسٹارز کے ارکان بھی ان افراد کے خلاف کام کر رہے ہیں جو اس عظیم جرم میں ملوث ہیں اس لئے لامحالہ وہ کسی ایسے آدمی کے بارے میں بتانے جا رہا تھا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“...... عمران نے بٹن پریس کر کے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

”صدیقی بول رہا ہوں عمران صاحب۔ آپ اس وقت کہاں موجود ہیں“...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے

اسے تفصیل بتا دی۔

”اس کا مطلب ہے عمران صاحب کہ کوئی خاص گیم کھیلی جا رہی ہے۔ ہم نے اس گیم کے بڑے کھلاڑی کا پتہ چلا لیا ہے۔ اس کا نام راجہ صاحب ہے۔ وہ پارلیمنٹ کا ممبر اور کئی ملکی کمپنیوں کا ممبر ہے۔ وہ وسائل اور سیاسی لحاظ سے بڑا آدمی ہے۔ ہم اس کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارنا چاہتے تھے لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ایسے آدمی پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے آپ کو اطلاع دی جائے۔ اس کے بعد میں آنے والے کسی بھی قسم کے طوفان کو آپ ہی سنبھال سکتے ہیں“۔ صدیقی نے کہا۔

”سرکاری ایجنسی سے تعلق تمہارا ہے۔ چیف آف فور سٹارز تم ہو اور میں تو نہ تین میں نہ تیرہ میں اس لئے طوفانوں کو سنبھالنے کی ڈیوٹی میرے لگا دی ہے تم نے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ ہیڈکوارٹر آ جائیں۔ ہم وہاں سے اکٹھے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اس راجہ صاحب سے ہمیں ان سینکڑوں اغوا شدہ عورتوں اور پورے ملک میں پھیلے ہوئے ان اغوا کاروں کے گروپس کے بارے میں بہت سی خفیہ معلومات ملیں گی“...... صدیقی نے کہا۔

”ضروری نہیں کہ ساری کارروائیاں اکٹھی کی جائیں۔ تم اس راجہ صاحب کو پکڑو۔ اس سے اغوا شدہ عورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ میں اور ٹائیگر اب ایک اور پارٹی کے پاس جا

رہے ہیں جنہوں نے ان عورتوں کو بحری جہاز پر سوار کرایا لیکن اب وہ عورتیں غائب ہیں۔ ہمارا ٹارگٹ اس وقت وہ اغوا شدہ عورتیں ہیں جنہیں نیلامی کے لئے لے جایا جا رہا ہے۔ ہم نے اس نیلامی کو ہر صورت میں روکنا ہے۔ باقی لوگوں سے ہم بعد میں نمٹ لیں گے''۔ عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے عمران صاحب۔ ہم صرف آپ کے گوش گزار کرنا چاہتے تھے تاکہ آپ اصل میں چیف کو سنبھال سکیں''...... صدیقی نے کہا۔

''چیف تو الٹا ایسے افراد کی گرفتاری پر خوش ہوتے ہیں لیکن تم نے اس کے خلاف ٹھوس شواہد حاصل کرنے ہیں کیونکہ خالی اندازوں اور قیاسیات پر کسی کو مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور خاص طور پر ایسے عوامی نمائندوں کو''...... عمران نے کہا۔

''ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اوکے۔ پھر بات ہو گی۔ اللہ حافظ''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون آف کر دیا تو عمران نے بھی بٹن پریس کیا اور فون کو واپس جیب میں رکھا اور پھر کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھنے پر سائیڈ سیٹ پر ٹائیگر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ رونسا سا ہو رہا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ اس طرح منہ مت بنایا کرو۔ یہ بہت بڑی جنگ ہے۔ وقتی ناکامی سے پیچھے ہٹنا، رونا مردوں کا شیوا نہیں ہے۔ ہر دوسرے فریق کو اپنے دفاع کا پورا پورا حق ہے۔ انہوں

نے کوئی چکر چلایا ہے جس کا ابھی ہمیں علم نہیں ہو رہا لیکن جلد ہی حق نکھر کر سامنے آ جائے گا''...... عمران نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ میں تو صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ معاملات میں یہ گڑ بڑ کہاں ہو رہی ہے یا کی جا رہی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہم اس کالیا کی طرف گاگن پور زرعی فارم پر جا رہے ہیں جہاں بقول ڈیسی ان تمام اغوا شدہ عورتوں کو رکھا گیا اور وہیں سے انہیں ٹرکوں پر سوار کرا کر اس مال بردار جہاز پر سوار کرایا گیا۔ کالیا بھی ساتھ تھا۔ پھر کیوں اس جہاز سے وہ عورتیں نہیں ملیں، یہ تو اب کالیا بتائے گا کہ یہ کہاں گئی ہیں یا کہاں جا سکتی ہیں''۔ عمران نے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ گاگن پور پہنچ گئے اور کچھ دیر کی کوشش اور تلاش کے بعد وہ اس زرعی فارم تک پہنچ گئے جہاں کا انچارج کالیا تھا۔ یہ کسی حد تک دیہاتی علاقہ تھا کیوں کہ یہاں ہر طرف جہاں تک نظر جاتی تھی فصلات کاشت تھیں لیکن شہر کے قریب ترین ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگ قدرے شہری انداز اپنائے ہوتے تھے۔ کالیا کا نام لے کر جب ان سے فارم ہاؤس کے بارے میں پوچھا جاتا تو ان کے چہرے اس طرح بدل جاتے جیسے عمران یا ٹائیگر نے کسی نجس چیز کا نام لے لیا ہو اور وہ کوئی جواب دیئے بغیر چلے جاتے۔

''اس کالیا سے یہ لوگ اس قدر نفرت کرتے ہیں تو پھر اسے

یہاں سے نکال کیوں نہیں دیتے''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران ہنس پڑا۔

''یہ عام لوگ ہیں۔ ان کی پشت پر کوئی بڑا مافیا نہیں ہے۔ یہ نفرت کا اظہار کر سکتے ہیں اور بس۔ اتنا بھی ان کی حد تک کافی ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں ایک سڑک کے کنارے کار روک کر اس میں سے نکل کر باہر کھڑے تھے اور آتے جاتے افراد سے پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ ایک نوجوان موٹر سائیکل پر آتا دکھائی دیا۔ اس نے پینٹ اور شرٹ پہنی ہوئی تھی اور اپنے انداز سے پڑھا لکھا نظر آ رہا تھا۔ عمران نے ہاتھ دے کر اسے روکا تو وہ ان کی طرف مڑا اور پھر ان کے قریب آ کر نہ صرف رک گیا بلکہ اس نے موٹر سائیکل سے اتر کر اسے سٹینڈ پر کھڑا کر دیا۔

''جی صاحب فرمایئے''...... اس نوجوان نے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرا نام ناصر ہے جناب۔ میں یہاں ایک چھوٹے سے زمیندار اسلم خان کا لڑکا ہوں۔ کالج میں پڑھتا ہوں۔ آپ کون ہیں اور کیوں یہاں کھڑے ہیں''...... ناصر نے کہا۔

''ہمارا تعلق ایک ایسی کمپنی سے ہے جو فصلوں کے لئے ادویات تیار کرتی ہے۔ اس سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ اس سارے علاقے کے سب سے بڑے زرعی فارم ہاؤس کا مالک کالیا ہے۔ ہم ان

کالیا سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ ہم ادویات کی بڑے پیمانے پر بکنگ کر سکیں لیکن یہاں جس سے بھی ہم نے پوچھا ہے وہ بغیر کوئی جواب دیئے منہ بنا کر چلے جاتے ہیں''...... عمران نے کہا تو نوجوان ناصر بے اختیار ہنس پڑا۔

''یہاں کے لوگ کالیا اور اس کے گروپ سے بے حد نفرت کرتے ہیں۔ ان کی حرکتیں ہی ایسی ہیں لیکن ان کی پشت پر کسی راجہ صاحب کا ہاتھ ہے اس لئے کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں بھی ان سے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ کسی کی عزت نہیں دیکھتے۔ جو جی میں آئے کر گزرتے ہیں۔ آپ شریف لوگ ہیں اس لئے آپ بے شک ان سے ملیں لیکن یہ بتا دوں کہ کالیا یا ان کا گروپ کاشت کاری نہیں کرتا۔ وہ صرف فارم ہاؤس میں رہتے ہیں۔ یہاں اکثر کاریں، جیپیں اور ٹرک آتے جاتے رہتے ہیں۔ عام افواہ یہی ہے کہ کالیا اور اس کے ساتھی سمگلنگ کرتے ہیں اور اس فارم ہاؤس کو اس دھندے کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے''...... ناصر جب بولنے پر آیا تو مسلسل بولتا چلا گیا۔

''اچھا۔ پھر بھی مل لیتے ہیں کیا حرج ہے۔ کہاں ہے اس کا فارم''...... عمران نے کہا تو ناصر نے انہیں تفصیل سے راستہ اور فارم ہاؤس کی نشانی تک بتا دی۔ عمران نے ناصر کا شکریہ ادا کیا اور پھر کار میں بیٹھ کر اس طرف کو بڑھ گئے جدھر فارم ہاؤس بتایا گیا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس فارم ہاؤس تک پہنچ گئے لیکن فارم

ہاؤس سے کافی فاصلے پر راستہ بند کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی دو مسلح افراد کھڑے تھے۔ شاید وہ کار کو دیکھ کر باہر آئے تھے۔ دونوں اپنے انداز سے ہی مجرم اور بدمعاش لگتے تھے۔ عمران نے کار روکی۔

''راستہ کھولو۔ ہم نے زرعی فارم جا کر کالیا سے ملنا ہے''۔ عمران نے کار کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر کہا۔

''واپس جاؤ اور جا کر مٹھائی بانٹو کہ باس کالیا نے تمہیں زندہ واپس جانے کی اجازت دے دی ہے۔ جاؤ ورنہ''...... ایک آدمی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا رخ عمران کی طرف کرتے ہوئے بڑے توہین آمیز لہجے میں کہا تو شاید ٹائیگر یہ برداشت نہ کر سکا۔ وہ تیزی سے کار سے اترا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اسے روکتا، اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر یکلخت اچھل کر دونوں ٹانگیں پھیلائیں اور راستہ روکے کھڑے دونوں مسلح افراد چیختے ہوئے اچھل کر دو قدم پیچھے پشت کے بل نیچے جا گرے۔ ٹائیگر نے دونوں کے سینوں پر علیحدہ علیحدہ ضربیں لگائی تھیں۔ ضرب لگاتے ہی ٹائیگر نے ہوا میں الٹی قلابازی کھائی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں پوری طرح اٹھ کر کھڑے ہوتے، ٹائیگر نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اٹھتے ہوئے ایک آدمی کی گردن پکڑی اور دوسرے لمحے وہ آدمی چیختا ہوا قلابازی کھا کر ایک دھماکے سے نیچے جا گرا جبکہ دوسرا آدمی اس دوران اٹھ کر کھڑا تو ہو گیا تھا لیکن وہ اپنے ساتھی کو نیچے گر دیکھ کر لاشعوری طور پر اس کی طرف اس طرح مڑا جیسے اسے بچا۔

کے لئے آگے بڑھنا چاہتا ہو لیکن اس کے اس طرح دوسری طرف متوجہ ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹائیگر نے دوسرے آدمی کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور وہ بھی پہلے کی طرح قلابازی کھا کر ایک دھماکے سے نیچے زمین جا گرا اور تڑپنے لگا جبکہ پہلا اب ساکت ہو چکا تھا۔ چند لمحوں تک تڑپنے کے بعد دوسرا آدمی بھی ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے دانستہ یہ داؤ کھیلا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گردن میں بل آ جانے کے بعد آدمی بڑی تیزی سے موت کی طرف بڑھتا ہے لیکن اگر گردن میں آنے والا بل فوراً دور کر دیا جائے تو پھر اس کی بے ہوشی ضروری ہو جاتی ہے لیکن اس کی زندگی بچ جاتی ہے لیکن وہ کچھ عرصہ کے لئے بے ہوش ضرور ہو جاتا ہے لیکن اگر فوری طور پر ان کی گردن کا بل نہ نکالا جائے تو اس آدمی کا دم گھٹنے سے موت ہو جاتی ہے اور چونکہ ان دونوں کا خاتمہ مقصود تھا اس لئے ٹائیگر نے یہ حربہ استعمال کیا تھا۔

''تم نے فائر کیوں نہیں کیا''...... عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

''باس۔ پولیس کی وجہ سے ہمارے پروگرام میں گڑ بڑ ہو سکتی تھی''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ناصر نے جو کچھ بتایا ہے کیا اس کے بعد بھی پولیس والے ادھر کا رخ کر سکتے ہیں بہرحال تم نے اچھا کیا۔ اب اس کالیا کو زندہ پکڑنا ہے۔ باقی لوگوں کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ اطمینان سے

اس کالیا سے بات ہو سکے''...... عمران نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر اس میں سے گیس پسٹل نکال کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''مجھے دیں باس۔ میں جا کر اسے فائر کرتا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے گیس پسٹل اس کی طرف بڑھا دیا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ گیا جبکہ عمران وہیں کھڑا رہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹائیگر واپس آ گیا۔

''آیئے باس۔ یہ لوگ بے حد چوکنا تھے۔ انہوں نے باقاعدہ نگرانی کے مستقل سپاٹس بنائے ہوئے ہیں۔ یہ تو بے ہوش ہو کر نیچے گرے تو ان کی جگہوں کا علم ہوا ورنہ یہ آسانی سے ہر آنے والے کو ہلاک کر سکتے تھے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مجھے معلوم تھا کہ جس ٹائپ کا کام یہ لوگ کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے دشمن کافی ہوتے ہیں اس لئے انہیں دشمنوں سے نمٹنے کے لئے ایسے انتظامات کرتے پڑتے ہیں''...... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران ایک وسیع و عریض فارم ہاؤس میں پہنچ چکا تھا۔ یہاں مختلف جگہوں پر نو افراد بے ہوش پڑے تھے۔

''باس۔ یہ آدمی کالیا لگتا ہے کیونکہ یہ علیحدہ کمرے میں بیٹھا شراب پی رہا تھا جبکہ باقی افراد دو، دو کی تعداد میں بیرونی نگرانی میں مصروف تھے۔ اگر میں راستہ روکنے والوں پر فائر کھول دیتا تو لوگ چوکنا ہو جاتے اور پھر یہاں باقاعدہ شوٹنگ کا مقابلہ شروع ہو جاتا''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اسے لے آؤ جسے تم کالیا کہہ رہے ہو۔ اسے کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے باندھ دو''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے عمران کی ہدایات پر تعمیل شروع کر دیا۔ ایک بڑے کمرے میں موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر اسے بٹھا کر رسی سے باندھ دیا گیا جسے ٹائیگر کالیا کہہ رہا تھا۔ وہ بھاری جسم، چوڑی گردن اور تنگ پیشانی کا حامل آدمی تھا۔ اس کی ٹھوڑی ہتھوڑے نما تھی۔ ان سب نشانیوں کی موجودگی بتا رہی تھی کہ علم قیافیہ کی رو سے چوڑی گردن، تنگ پیشانی اور ہتھوڑے جیسی ٹھوڑی رکھنے والا آدمی انتہائی سفاک، شاطر، تنگ ذہن اور قاتل مزاج ہوتا ہے اور جو کام کالیا کا بتایا گیا تھا اس لحاظ سے اس قسم کا آدمی یہی ہوسکتا تھا۔ عمران نے جیب سے اینٹی گیس کی چھوٹی بوتل نکالی اور اٹھ کر وہ کچھ فاصلے پر کرسی پر بندھے ہوئے کالیا کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر، کالیا کو باندھ کر کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ عمران نے اینٹی گیس کی بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور اس کا دہانہ کالیا کی ناک سے لگا دیا اور چند لمحوں بعد اسے ہٹا کر اس کا ڈھکن لگا کر اسے جیب میں ڈال لیا اور واپس اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کالیا کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے اور پھر اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ اس طرح حیرت بھری

نظروں سے اپنے آپ کو اور سامنے بیٹھے ہوئے عمران کو دیکھ رہا
جیسے بچے شعبدہ باز کا شعبدہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔

''تم۔تم کون ہو۔ یہ سب کیا ہے۔ مجھے کس نے باندھا ہے میرے آدمی کہاں ہیں''...... کالیا نے مختلف سوالوں پر مبنی ایک سوال کر دیا۔

''تمہارا نام کالیا ہے اور تم پاکیشیا سے عورتوں کو اغوا کرا کر یہاں لے آتے ہو۔ پھر یہاں سے انہیں بحری جہاز کے ذر سکاترا جزیرے پر بھجوا کر وہاں انہیں فروخت کراتے ہو''...... عمرا نے سرد لہجے میں کہا۔

''میرا نام کالیا ہے لیکن باقی جو کچھ بتایا گیا ہے یہ سب ہے۔ میں تو یہاں چوکیداری کرتا ہوں''...... کالیا نے کہا۔

''یہ کس کا فارم ہاؤس ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''راجہ صاحب کا۔ راجہ ثروت صاحب کا۔ وہ بہت بڑے آ ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ پولیس اور سرکاری ادارے تو ان جیبوں میں پڑے رہتے ہیں''...... کالیا نے اس انداز میں کہا ج راجہ ثروت کی بجائے اپنی تعریفیں کر رہا ہو اور عمران سمجھ گیا کہ موٹے دماغ کا آدمی ہے اس سے اس انداز میں پوچھ گچھ وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس نے کوٹ کی اندر جیب سے خنجر نکالا اور اٹھ کر کالیا کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس پہلے کہ کالیا کچھ پوچھتا، عمران کا بازو گھوما اور کمرہ کالیا کے حلق

نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔ اس کی ناک کا ایک نتھنا خنجر کی مدد سے آدھے سے زیادہ کٹ چکا تھا۔ ابھی اس کی چیخ کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ عمران کا بازو ایک بار پھر گھوما اور کالیا کا دوسرا نتھنا بھی کٹ گیا۔ اب کالیا چیخنے کے ساتھ ساتھ دائیں بائیں سر بھی مار رہا تھا۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اس کا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر کا دستہ ہاتھ گھما کر اس نے کالیا کی پیشانی پر ابھر آنے والی موٹی رگ پر مار دیا تو کالیا کی حالت یکلخت بے حد خراب ہو گئی۔ اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا تھا اور آنکھیں پھیل سی گئی تھیں اور پھر اس کی آنکھوں سے شعور کی چمک غائب ہو گئی۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میرا نام کالیا ہے۔ کالیا''...... کالیا نے لاشعوری انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم کس کے تحت کام کر رہے ہو''...... عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''راجہ ثروت کے تحت''...... کالیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا کام کرتے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''پورے ملک میں ایسے گروہ ہیں جو لڑکیاں اغوا کرتے ہیں جنہیں یہاں اس فارم ہاؤس میں اکٹھا کیا جاتا ہے پھر انہیں یہاں سے ٹرکوں میں سوار کر کے بندرگاہ کے ایک خفیہ گھاٹ پر لے جایا

جاتا ہے۔ وہاں انہیں راجہ صاحب کے مال بردار بحری جہاز میں بھر کر سکاترا جزیرے پر لے جایا جاتا ہے۔ وہاں انتہائی بھاری قیمتوں پر انہیں فروخت کر دیا جاتا ہے‘‘...... کالیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’آخری بار کب یہ کام کیا ہے تم نے‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’کل رات بحری جہاز سے ڈھائی سو عورتیں سوار کرائی ہیں‘‘...... کالیا نے جواب دیا۔

’’تمہارے ساتھ اور کون تھا‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’راجہ صاحب کا خاص آدمی ڈیسی تھا‘‘...... کالیا نے جواب دیا۔

’’لیکن اس جہاز میں عورتیں تو موجود نہیں ہیں۔ ہم نے خود چیک کیا ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’اس جہاز میں خود میں نے انہیں چڑھایا ہے۔ ان میں اکیس عورتیں بیمار تھیں اور میں نے کیپٹن کو ان کی نشاندہی کر دی تھی کہ انہیں گولی مار کر کھلے سمندر میں پھینک دینا‘‘...... کالیا نے جواب دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران مزید سوال کرتا، پاس موجود تپائی پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

’’ٹائیگر‘‘...... عمران نے اونچی آواز میں کہا تو ٹائیگر دوڑتا ہوا آ گیا۔ وہ شاید کہیں قریب ہی موجود تھا۔

’’اس کا منہ بند کرو۔ میں فون سن لوں‘‘...... عمران نے کہا تو

ٹائیگر نے آگے بڑھ کر کالیا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

’’کالیا بول رہا ہوں‘‘...... عمران نے کالیا کی آواز اور لہجے میں کہا۔

’’بسطام بول رہا ہوں سکاترا سے۔ چیف راجہ صاحب کال اٹنڈ نہیں کر رہے۔ ڈیسی بھی کال اٹنڈ نہیں کر رہا اس لئے تمہیں فون کیا ہے۔ مال جہاز پر لدوا دیا گیا تھا یا نہیں‘‘...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

’’ہاں۔ کیوں پوچھ رہے ہو‘‘...... عمران نے کالیا کی آواز اور لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’جہاز ابھی تک نہیں پہنچا۔ اس سے رابطہ تو ہوا ہے لیکن اس کے کیپٹن نے صرف اتنا کہا ہے کہ وہ جلد پہنچ جائے گا اور بس۔ اس سے زیادہ وہ بات کرنے کے لئے ہی تیار نہ تھا۔ آخر کیا ہو رہا ہے اس بار۔ پہلے تو کبھی ایسا کوئی مسئلہ سامنے نہیں آیا۔ کیا ہوا ہے۔ کچھ تو بتاؤ‘‘...... بسطام نے کہا۔

’’مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں تو یہاں زرعی فارم ہاؤس میں ہوں‘‘...... عمران نے کہا اور ساتھ ہی رسیور رکھ دیا تو ٹائیگر نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا لیکن کالیا کی گردن ڈھلک چکی تھی۔ اس کا ذہن وقفہ آ جانے کی وجہ سے مکمل طور پر آف ہو چکا تھا۔

’’اسے ختم کر دو۔ اب یہ کسی کام کا نہیں رہا۔ اس کے باقی

ساتھیوں کا کیا ہوا''...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میں نے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اب کیا کرنا ہے باس''...... ٹائیگر نے جیب سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا۔

''تم ابھی اس کا خاتمہ کرو۔ پھر سوچیں گے''...... عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر باہر آ کر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور اس پر صدیقی کا نمبر پریس کر دیا۔

''یس۔ صدیقی بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''کہاں ہو اور کیا ہو رہا ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہم راجہ صاحب کی کوٹھی میں موجود ہیں۔ راجہ ثروت یہاں موجود ہی نہیں ہے۔ صرف اس کے ملازم موجود ہیں۔ اب ہم سوچ رہے ہیں کہ ان ملازموں سے ہی معلومات حاصل کی جائیں کہ آپ کی کال آ گئی۔ آپ نے اس کالیا کا کیا کیا''...... صدیقی نے کہا۔

''بس اتنا کنفرم ہو سکا ہے کہ اس نے ڈیسی کے ساتھ مل کر مال بردار جہاز پر اغوا شدہ عورتیں سوار کرائی تھیں۔ ادھر کسی بسطام کا فون آیا تھا۔ وہ شکوہ کر رہا تھا کہ جہاز مقررہ وقت پر نہیں پہنچا حالانکہ ہم نے تو زیادہ سے زیادہ وہاں ایک گھنٹہ لگایا ہو گا پھر ہم واپس چلے گئے تھے۔ اسے بروقت نہ سہی تو زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دو گھنٹے لیٹ ہو جانا چاہئے۔ بسطام کا اس طرح فون کرنے سے

ظاہر ہوتا ہے کہ جہاز کافی لیٹ ہے اور اس کے پیچھے اصل وجہ ہے جسے تلاش کرنا ضروری ہے۔ تم وہیں رکو، میں اور ٹائیگر آ رہے ہیں۔ پھر مل کر کوئی پلاننگ بناتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم کوٹھی کے اندر موجود ہیں۔ آپ گیٹ پر آ جائیں''...... صدیقی نے کہا تو عمران نے او کے کہہ کر فون آف کر دیا۔

گہرے نیلے رنگ کا جدید ساخت کا ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے کھلے سمندر پر اڑتا ہوا کروش ٹاپو کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی پائلٹ سیٹ پر راجہ ثروت خود موجود تھا جبکہ عقبی سیٹ پر ہیلی کاپٹر پائلٹ روگو بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ہیلی کاپٹر راجہ ثروت کا ذاتی تھا اور پورے پاکیشیا میں سوائے ایسے ایریا کے جہاں کسی پرائیویٹ ہیلی کاپٹر کا جانا ممنوع تھا یہ ہیلی کاپٹر جا سکتا تھا اور ہیلی کاپٹر اڑانے کے لئے راجہ ثروت نے باقاعدہ ٹریننگ لی ہوئی تھی اور اسے ہوا بازی کی اتھارٹی نے باقاعدہ لائسنس جاری کیا ہوا تھا۔ گو راجہ ثروت نے مستقل طور پر ہیلی کاپٹر پائلٹ ملازم رکھا ہوا تھا لیکن زیادہ تر ہیلی کاپٹر وہ خود اڑایا کرتا تھا۔ کروش ٹاپو کے انچارج مائٹ کو گو اس نے فون پر ہدایات دے دی تھیں کہ مال بردار جہاز پر سوار اغوا شدہ عورتوں کو وہ کروش ٹاپو کے تہہ خانوں میں چھپا کر اس وقت تک رکھے جب تک کہ سرکاری آدمی جہاز کو چیک کر کے

اسے کلیئر نہ کر دیں۔ ان سرکاری آدمیوں کے بارے میں اسے اطلاع نیوی کمانڈر نے دی تھی اور اسے اطلاع ملی تھی کہ مال بردار جہاز خود کروش نہیں آیا بلکہ اس نے مخصوص لانچوں پر ان عورتوں کو سوار کر کے کروش ٹاپو بھجوایا تھا کیونکہ مال بردار جہاز کے کیپٹن ہنری مارتھ کا کہنا تھا کہ اگر مال بردار جہاز اپنے منظور شدہ روٹ سے ہٹ گیا تو نہ صرف سیٹلائٹ کے ذریعے اسے چیک کیا جائے گا بلکہ اسے اقوام متحدہ کی فورس بھی گھیر سکتی ہے۔ گو مائٹ نے بتایا تھا کہ سب عورتیں پہنچ گئی ہیں اور اس نے انہیں بڑے تہہ خانے میں پہنچا کر چھپا دیا ہے لیکن چونکہ اس معاملے میں راجہ ثروت کو خطرے کا احساس ہوا تھا اس لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنی نگرانی میں اس مشن کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ چنانچہ اس نے ہیلی کاپٹر پر کروش ٹاپو پر پہنچنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس وقت وہ ہیلی کاپٹر پر سوار کروش ٹاپو ہی جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے دور سے کروش ٹاپو نظر آنا شروع ہو گیا تھا۔ راجہ ثروت نے ہیلی کاپٹر کی رفتار اور بلندی کم کر دی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کا ہیلی کاپٹر کروش ٹاپو کی سطح پر بنے ہوئے ایک مخصوص ہیلی پیڈ پر اتر گیا تو راجہ ثروت سر پر چڑھائے ہوئے ہیڈ فون اتار کر ہیلی کاپٹر سے نیچے اترا تو سامنے گینڈے جیسے جسم کا مالک مائٹ کسی کیکڑے کی طرح ٹانگیں پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کے سر پر سپرنگ نما بال تھے۔ آنکھوں میں سرخی اس قدر زیادہ تھی جیسے اس نے باقاعدہ آنکھوں میں سرخ رنگ ڈال رکھا

ہو۔ راجہ ثروت کو نیچے اترتے دیکھ کر مائٹی نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔

''کیا ہو رہا ہے مائٹی۔ اغوا شدہ عورتیں ٹھیک ہیں نا''...... راجہ ثروت نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ سب اوکے ہے البتہ دو عورتوں کی حالت بے حد خراب ہوگئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو گولی مار کر ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی ہیں''...... مائٹی نے مڑ کر آگے چلتے ہوئے راجہ ثروت کو بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے انہیں خود چیک کیا تھا کہ وہ بیمار ہیں''...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ ایکس بیمار عورتوں کی علیحدہ کشتی آئی تھی۔ ان میں دو عورتوں کی حالت خراب ہوگئی تو انہیں ان کے انجام تک پہنچا دیا''...... مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک آفس نما کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ مائٹی کا آفس تھا۔ چونکہ راجہ ثروت اکثر یہاں آتا جاتا رہتا تھا اس لئے اسے یہاں کے تمام سیٹ اپ کا بخوبی علم تھا۔

''آپ ان عورتوں کو دیکھیں گے''...... مائٹی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ ہاں۔ ان کے منہ پر ٹیپس کو وقتاً فوقتاً چیک کرتے رہنا

ورنہ یہاں شور اور ہنگامہ ہو جائے گا''...... راجہ ثروت نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میں نے پہلے ہی اس بات کا خیال رکھا ہے۔ ان کے منہ پر ٹیپس لگوا دی گئی ہیں اور ان کے ہاتھ پشت پر سولو رسی سے باندھ دیئے گئے ہیں تاکہ کلائیوں پر رسی کے نشانات نہ پڑ سکیں''۔ مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی میز پر موجود ٹرانسمیٹر کی سیٹی بج اٹھی تو مائٹی نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر اٹھا لیا۔

''ہنری مارتھ کی کال ہے جناب''...... مائٹی نے راجہ ثروت سے مخاطب ہو کر کہا۔

''خود بات کر کے میری بات کراؤ''...... راجہ ثروت نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس چیف''...... مائٹی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن پریس کر کے رابطہ کر لیا۔

''ہیلو ہیلو۔ ہنری مارتھ کالنگ۔ اوور''...... مال بردار بحری جہاز کے کیپٹن ہنری مارتھ کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ مائٹی اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چیکنگ سٹاف چلا گیا ہے۔ ہم نے چیکنگ کر لی ہے۔ وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے ہیں۔ تم تمام عورتوں کو کشتیوں میں لاد کر

فوراً بھجوا دو۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے کہا۔

''ان بیمار عورتوں کو بھی بھجوانا ہے۔ ویسے ان میں سے دو عورتوں کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ انہیں میں نے ہلاک کر کے ان کی لاشیں سمندر میں پھینکوا دی ہیں۔ اوور''...... مائٹی نے کہا۔

''باقی بیمار عورتوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کرو۔ ہم پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکے ہیں اس لئے اب میرے پاس انہیں ہلاک کر کے سمندر میں پھینکنے کا وقت نہیں ہے۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ چیف راجہ صاحب یہاں کروش میں موجود ہیں۔ ان سے بات کرو۔ اوور''...... مائٹی نے کہا اور ٹرانسمیٹر راجہ صاحب کو دے کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر آ گیا۔

''ہیلو۔ راجہ کالنگ۔ اوور''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''یس چیف۔ ہنری مارتھ بول رہا ہوں۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''چیکنگ کرنے والے کتنے افراد تھے۔ اوور''...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

''دو۔ شاید کسی ایجنسی کے لوگ تھے۔ باقی آٹھ میری ٹائم فورس کے تھے۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے جواب دیا۔

''کیسے چیکنگ کی انہوں نے۔ اوور''...... راجہ نے پوچھا۔

''وہ بے حد ہوشیار اور چالاک افراد تھے۔ اگر میں اس جہاز کا

کیپٹن نہ ہوتا تو لامحالہ انہوں نے کوئی نہ کوئی ایسی شہادت تلاش کر لینی تھی کہ ہم سب بری طرح پھنس جاتے لیکن میں نے ایسے انتظامات کئے تھے کہ باوجود شدید کوشش کے ان کو کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے فاخرانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ تمہیں اس کا سپیشل انعام دیا جائے گا۔ اب ان لوگوں کی واپسی کا تو کوئی امکان نہیں ہے۔ اوور''...... راجہ نے کہا۔

''نہیں جناب۔ اب وہ ہر لحاظ سے مطمئن ہو کر گئے ہیں۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ جب تم دوبارہ آگے سکاترا کے لئے روانہ ہونے لگو تو مجھے اطلاع کروش میں ہی دینا۔ میں اس وقت یہاں سے واپس جاؤں گا جب ہر چیز او کے ہو جائے گی۔ اوور''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''یس چیف۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے کہا تو راجہ ثروت نے ''اوور اینڈ آل'' کہہ کر رابطہ ختم کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو آف کر کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ پھر اس نے خود ہی اٹھ کر سامنے ریک میں پڑی ہوئی شراب کی بوتلوں میں سے ایک بوتل اٹھائی اور اسے کھول کر دوبارہ کرسی پر آ بیٹھا اور بوتل کا دہانہ منہ سے لگا لیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد مائٹی اندر داخل ہوا۔

''کیا رپورٹ ہے''...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

''عورتیں جہاز پر پہنچ چکی ہیں''...... مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ان بیمار عورتوں کا کیا ہوا''...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

''باقی انیس عورتوں کو بھی ہلاک کر کے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی گئی ہیں چیف''...... مائٹی نے جواب دیا۔ اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی مخصوص آواز سنائی دینے لگی تو راجہ ثروت نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو ہیلو۔ ہنری مارتھ کالنگ۔ اوور''...... ہنری مارتھ کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ راجہ اٹنڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور''...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

''چیف۔ عورتوں کو مخصوص خانوں میں سیٹ کر دیا گیا ہے اور اب ہم سکاترا جزیرے کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے میں نے آپ کے حکم کے مطابق کال کی ہے۔ اوور''...... ہنری مارتھ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر بھی ہر طرح سے محتاط رہو اور سکاترا پہنچ کر جب ان عورتوں کو بسطام کے حوالے کر دو تو تم میرے نمبر پر فون کر کے اطلاع دینا۔ اوور''...... راجہ ثروت نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''یس چیف۔ اوور''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوور اینڈ آل''...... راجہ ثروت نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں اب واپس جا رہا ہوں۔ دو روز بعد اسلحے کی شپمنٹ آ رہی ہے۔ تم نے اس کا خصوصی طور پر خیال رکھنا ہے''...... راجہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''یس چیف۔ مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ آپ بے فکر رہیں''۔ مائٹی نے جواب دیا تو راجہ ثروت نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر مڑ کر آفس سے باہر آیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر واپس دارالحکومت کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا لیکن اب پائلٹ اسے اڑا رہا تھا جبکہ راجہ ثروت بڑے مطمئن انداز میں سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

راجہ ثروت کی محل نما کوٹھی کے ایک بڑے کمرے میں صدیقی اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ عمران اور ٹائیگر بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

''یہ تو بہت بڑا محل ہے۔ یہاں تو ملازم اور گارڈز بھی کافی ہوں گے''...... عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''دس گارڈز تھے اور پانچ ملازم۔ ان سب کو بے ہوش کر کے ہم اندر داخل ہوئے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ راجہ ثروت ہماری آمد سے پہلے یہاں سے نکل گیا تھا۔ ہم آپ کے منتظر تھے ورنہ ہم اس کے تعاقب میں نکل جاتے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کب گیا ہے وہ اور کس نے بتایا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''ایک آدمی کو ہوش میں لا کر اس کے شعور کو ختم کر کے لاشعوری طور پر پوچھ گچھ کی گئی تا کہ جلد از جلد معلومات مل سکیں۔

اس نے بتایا ہے کہ ہمارے آنے سے پہلے راجہ ثروت اپنا ذاتی ہیلی کاپٹر لے کر کروش ٹاپو پر گیا ہے اور اس کی ابھی تک واپسی نہیں ہوئی''...... صدیقی نے جواب دیا۔

''کروش ٹاپو کہاں ہے۔ اس کی کیا تفصیل ہے''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''اسے تفصیل کا علم نہ تھا۔ وہ صرف کھلے سمندر کا نام لیتا رہا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ خود کبھی وہاں نہیں گیا''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی وہ زندہ ہے یا ختم ہو گیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ تو ختم ہو گیا ہے۔ کیوں''...... صدیقی نے چونک کر کہا۔

''اب کسی اور سے معلومات حاصل کرنا پڑیں گی۔ میں اس بات پر حیران ہوں کہ ڈیسی اور کالیا دونوں نے مل کر عورتوں کو مال بردار جہاز وائٹ برڈ پر سوار کرایا ہے لیکن جب کھلے سمندر میں ہم نے اس جہاز کو چیک کیا تو کوئی عورت تو ایک طرف وہاں ان کی موجودگی کا بھی کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ چھاپوں سے بچنے کے لئے انہوں نے یہ چکر چلا رکھا ہو کہ مال بردار جہاز کروش ٹاپو پر عورتوں کو ڈراپ کر کے خالی سکاترا جزیرے پر چلا جائے تا کہ اگر چیکنگ ہو تو وہ خالی ہو۔ پھر دوسرے روز دوسرا جہاز بھیج کر کروش ٹاپو سے ان عورتوں کو سکاترا جزیرے پر پہنچایا جائے''...... عمران نے ذہنی طور پر تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن جو لوگ یہاں بے ہوش پڑے ہیں۔ یہ عام سے لوگ ہیں۔ وہ آدمی یہاں اس کوٹھی کا مینجر تھا''...... صدیقی نے کہا۔

''میں معلوم کر لیتا ہوں''...... عمران نے کہا اور پھر ساتھ پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سی ٹریولز کا نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری کا بتایا ہوا نمبر پریس کرنا شروع کر دیا۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''سی ٹریولز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''مینجر اکرم سے بات کرا دیں۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران ظاہر ہے اپنا تعارف کرانے کا عادی تھا اس نے کرا دیا۔

''جج۔ جج۔ جی۔ مم۔ مگر۔ یس سر ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی فون پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''مینجر سی ٹریولز اکرم بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک

مردانہ آواز سنائی دی۔

''علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے ایک بار پھر تفصیل سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ فون سیکرٹری نے مجھے بتایا تھا کہ کوئی صاحب ہیں جو نام کی جگہ ڈگریاں بتا رہے ہیں۔ اس نے آپ کا نام سنا ہی نہیں تھا''...... دوسری طرف سے مینجر اکرم نے ہنستے ہوئے کہا۔

''چلو تم نے سن لیا ہے میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ یہ بتاؤ کہ کھلے سمندر میں کوئی کروش نام کا ٹاپو موجود ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ایک چھوٹا سا ٹاپو ہے لیکن وہ تو ویران ٹاپو ہے۔ وہاں تو درخت بھی نہیں ہیں۔ میں نے ایک بار وہاں سے گزرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں''...... مینجر اکرم نے کہا۔

''میں وہاں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تمہارے ہاں سے لانچ مل جائے گی بغیر کیپٹن''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ ہمارا تو کام ہی یہی ہے۔ کہاں بھجواؤں لانچ''۔ مینجر اکرم نے کہا۔

''سپر گھاٹ پر۔ ہم وہاں پہنچ رہے ہیں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ وہاں کے انچارج سے ہماری فرم کا نام لیں گے تو وہ ہمارے آدمی سے آپ کو ملوا دے گا۔ آپ اس سے رسید لے کر اسے معاوضہ دے دیں گے۔ معاوضہ ہم تک پہنچ جائے گا۔ واپسی پر آپ لانچ بے شک گھاٹ انچارج کے حوالے کر کے چلے جائیں۔ لانچ ہم تک پہنچ جائے گی''...... مینجر اکرم نے کہا۔

''کتنی رقم دینا پڑے گی''...... عمران نے کہا۔

''صرف ایک لاکھ روپیہ''...... مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گارینٹڈ چیک مل جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے جناب''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''ان بے ہوش افراد کا کیا کرنا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''سب لوگ عام سے ملازم ہیں جو اصل آدمی تھا وہ ختم کر دیا گیا ہے۔ ان کا کیا کیا جائے''...... صدیقی نے کہا۔

''ان سب کا خاتمہ کر دو کیونکہ یہ لوگ ہوش میں آ کر ایک بار پھر ہمارے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں''...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب دو کاروں میں سوار سپر گھاٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ وہاں عمران نے گھاٹ کے انچارج سے رابطہ کیا۔ اس نے ایک

آدمی کو بلایا جس کے پاس سی ٹریولز کا جاری کردہ اتھارٹی لیٹر تھا۔ انچارج نے بھی اس کی رقم بتائی تو عمران نے اسے ایک لاکھ روپے کا گارینٹڈ چیک دے دیا اور اس آدمی نے ایک بڑی اور طاقتور لانچ ان کے حوالے کر دی اور تھوڑی دیر بعد لانچ خاصی تیز رفتاری سے کھلے سمندر میں آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عمران نے گھاٹ پر موجود کئی لوگوں سے کروش ٹاپو کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔

''عمران صاحب۔ آپ نے اسلحے کا کیا بندوبست کیا ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

''تمہاری جیبوں میں مشین پسٹلز موجود ہیں جبکہ میری جیب میں ایک سپیشل گیس پسٹل موجود ہے اس لئے بے فکر رہو۔ بس یہ دعا کرو کہ ہم ان اغوا شدہ عورتوں کو پا لیں تاکہ انہیں اس آنے والے عذاب سے بچا سکیں''...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ لانچ کو عمران چلا رہا تھا۔ پھر دور سے کروش ٹاپو نظر آنا شروع ہو گیا تو وہ سب چوکنے ہو کر بیٹھ گئے۔

''عمران صاحب۔ آپ نے کیا پلاننگ کی ہے۔ یہ ویسے تو ہمیں ٹاپو پر نہ جانے دیں گے''...... خاور نے کہا۔

''ہماری لانچ پر جو جھنڈا لہرا رہا ہے یہ اس بات کی نشانی ہے کہ ہم سیاح ہیں اس لئے ہم بطور سیاح اس غیر آباد ٹاپو پر پہنچ جائیں گے تب بھی ہم پر شک نہ ہو سکے گا۔ اس کے بعد جیسے

حالات ہوں ویسے ہی کر لیا جائے گا''۔۔۔۔۔۔عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ یہ ہیلی کاپٹر شاید اس کروش ٹاپو سے اڑا ہے''۔۔۔۔۔۔نعمانی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ وہیں سے اڑا ہو لیکن ہیلی کاپٹر میں تمام عورتوں کو تو نہیں لے جایا جا سکتا اور پھر اس ہیلی کاپٹر کا رخ بین الاقوامی سمندر کی بجائے دارالحکومت کی طرف ہے۔ اس لئے یہ ہم سے متعلق نہیں ہے''۔۔۔۔۔۔عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ راجہ ثروت بھی تو ہیلی کاپٹر پر کہیں گیا ہوا ہے۔ اسی کا ہیلی کاپٹر نہ ہو''۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

''ہاں۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ یہ وہی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اب پہلے ٹاپو کو چیک کرنا ہو گا''۔۔۔۔۔۔عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی لانچ ٹاپو تک پہنچ گئی۔ عمران نے اسے ایک مناسب جگہ موڑ کر ایک باہر کو نکلی ہوئی چٹان کے ساتھ ہک کر دیا تاکہ وہ لہروں کے ساتھ کھلے سمندر میں نہ پہنچ جائے اور پھر ایک ایک کر کے وہ پانچوں ٹاپو پر پہنچ گئے۔ یہ چھوٹا سا ٹاپو تھا اور واقعی مکمل طور پر ویران تھا۔ وہاں اونچی اونچی گھاس تھی یا جھاڑیاں تھیں لیکن کوئی درخت موجود نہ تھا۔

''ہم فرنچ سیاح ہیں اس لئے فرنچ میں بات ہو گی''۔۔۔۔۔۔عمران نے فرنچ زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کا خیال ہے کہ ہماری گفتگو یہاں سنی جا رہی ہو گی''۔۔۔۔۔صدیقی نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ اس قدر بھیانک جرائم کرنے والے اس قدر سادہ لوح اور بے خبر نہیں ہو سکتے۔ ہمیں یقیناً نہ صرف سکرین پر دیکھا جا رہا ہو گا بلکہ ہماری گفتگو بھی سنی جا رہی ہو گی۔ اب ہم نے ادھر ادھر پھیل کر نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں کو تلاش کرنا ہے''۔۔۔۔۔۔عمران نے کہا اور پھر آہستہ آہستہ اس طرح چلنے لگا جیسے چہل قدمی کر رہا ہو۔ اس کی تیز نظریں گھاس اور جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک ایک جگہ اسے ایک جھاڑی کے نچلے حصے میں موجود جھاڑی کے رنگ کی ایک چوکور پلیٹ نظر آئی جو گھاس میں خاص طور چھپائی گئی تھی لیکن اس کا ایک کنارہ باہر کو نکلا ہوا تھا جو عمران کو نظر آ گیا۔ عمران اس پلیٹ کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا ایک پیر اٹھا کر اس پلیٹ کے کنارے پر رکھ کر اسے دبایا لیکن کوئی رزلٹ سامنے نہ آیا تو عمران نے پیر کو دائیں طرف گھمایا۔ پھر بائیں طرف گھمایا اور اس کے ساتھ ہی کرر کی ہلکی سی آواز سے ایک مستطیل شکل کی چٹان اوپر کو اٹھتی چلی گئی۔ نیچے ڈھلوان تھی جس کے اختتام پر ایک فولادی دروازہ موجود تھا۔ عمران کے تمام ساتھی بھی یہ راستہ کھلنے پر وہیں اکٹھے ہو گئے تھے۔ عمران کی نظریں اس ڈھلوان کی چھت اور سائیڈوں پر دوڑ رہی تھیں لیکن وہاں کسی قسم کا کوئی آلہ یا گنیں اسے نظر نہ آئیں تو اس نے جیب سے گیس

پسٹل نکالا اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا اس ڈھلوان پر اترتا چلا گیا۔ چونکہ جانے سے پہلے اس نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو وہیں رکنے کا اشارہ کر دیا تھا اس لئے وہ سب وہیں رکے ہوئے تھے۔ عمران نیچے اتر کر جب دروازے کے قریب پہنچا تو اسے فولادی دروازے میں ہلکی سی کڑکڑاہٹ کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ دروازہ اندر سے کھولا جا رہا ہے۔ وہ تیزی سے سائیڈ پر ہوا اور اسی لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا ہی تھا کہ عمران بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے دروازہ کھول کر باہر آنے والا ایک آدمی سینے پر عمران کی لات کی ضرب کھا کر چیختا ہوا اچھل کر اندر گیلری میں جا گرا۔ عمران نے اسے لات مار کر گراتے ہی ہاتھ میں پکڑے ہوئے گیس پسٹل کا رخ اندر کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا اور کٹک کٹک کی آواز کے ساتھ ہی یکے بعد دیگر چار کیپسول نکل کر اندر فرش سے ٹکرائے اور گہرے سفید رنگ کا دھواں پھیلنے لگا تو عمران نے سانس روکا اور تیزی سے مڑ کر دوڑتا ہوا واپس ٹاپو کی سطح پر پہنچ گیا جہاں اس کے ساتھی پہلے ہی موجود تھے۔

''سانس روک لو''...... عمران نے آہستہ سے کہا تو سب نے سانس روک لئے۔ وہ چونکہ کھلی فضا میں موجود تھے اس لئے ان پر گیس کا فوری اثر نہ ہوا تھا اور عمران وہاں سے اس لئے اوپر آ گیا تھا کہ وہاں سانس روکنے کے باوجود بند جگہ کی وجہ سے تیز اثر گیس کے اثرات ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے سانس

لینا شروع کر دیا اور اس کے ساتھی بھی سانس لینے لگے۔

''آؤ۔ اب اندر چیک کریں''...... عمران نے گیس پسٹل واپس جیب میں ڈال کر مشین پسٹل ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا اور ڈھلوان پر اترتا چلا گیا۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی تھے۔

راجہ ثروت کا ہیلی کاپٹر جب واپس دارالحکومت کو چلا گیا تو مائٹی واپس اپنے آفس میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ شراب پینے کا عادی تھا اس لئے اس نے قریبی ریک میں پڑی ہوئی شراب کی بوتلوں میں سے ایک شراب کی بوتل اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر اسے منہ سے لگا لیا۔ ایک لمبا گھونٹ لے کر اس نے بوتل کو منہ سے ہٹایا ہی تھا کہ سامنے میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی سیٹی بج اٹھی۔ اس نے بوتل میز پر رکھی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس پر ابھر آنے والی فریکوئنسی دیکھی تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ کال بسطام کی تھی جو جزیرہ سکاترا میں راجہ ثروت کا خاص آدمی تھی اور اغوا شدہ عورتیں وصول کرنے سے لے کر انہیں نیلام کرنے تک کی ذمہ داری اس کی ہوتی تھی۔ دو تین بار اس کی بسطام سے پرسنل ملاقات بھی ہو چکی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ بسطام کالنگ مائٹی۔ اوور"...... بسطام کی آواز سنائی

دی۔

"یس۔ مائٹی اٹنڈنگ یو۔ اوور"...... مائٹی نے کہا۔

"مائٹی یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ عورتیں کہاں ہیں۔ جہاز کو اب تک سکاترا پہنچ جانا چاہئے تھا لیکن وہ ابھی نہیں پہنچا۔ جس کو کال کرتا ہوں کھل کر کوئی بات نہیں کرتا۔ راجہ صاحب کال ہی اٹنڈ نہیں کر رہے۔ آخر اس بار یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اوور"...... بسطام نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم اپنی جگہ سچے ہو۔ تمہیں پریشان ہونا چاہئے لیکن یہاں حالات خراب ہو گئے تھے۔ کچھ سرکاری ایجنسیوں کو کسی نے مخبری کر دی کہ وائٹ برڈ مال بردار بحری جہاز میں اغوا شدہ عورتیں لے جائی جا رہی ہیں۔ ان ایجنسیوں نے جہاز پر چھاپہ مارا لیکن ہمیں بھی پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ اس لئے تمام عورتوں کو پہلے ہی جہاز سے اتار کر کروش ٹاپو پر پہنچا دیا گیا۔ اس طرح ان کا چھاپہ ناکام ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے اور عورتوں کو دوبارہ جہاز پر سوار کر کے بھجوا دیا گیا اور اب جہاز جزیرہ سکاترا کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ اوور"...... مائٹی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ راجہ صاحب کے ہوتے ہوئے یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ اوور"...... بسطام نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"راجہ صاحب ابھی ٹاپو سے واپس دارالحکومت گئے ہیں۔ اب وہ یہی کام کریں گے۔ ان لوگوں کو ٹریس کر کے ان کا باقاعدہ

بندوبست کریں گے تاکہ آئندہ ایسی کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئے۔ اوور''...... مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ اوور اینڈ آل''...... بسطام نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف ہو گیا تو مائٹی نے ٹرانسمیٹر واپس میز پر رکھا اور شراب کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگا لی۔ ابھی اس نے گھونٹ بھرا ہی تھا کہ پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے بوتل واپس میز پر رکھ کر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... مائٹی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ اپنے ماتحتوں سے اسی انداز میں بات کرتا تھا۔

''جیمز بول رہا ہوں چیف۔ سیاحوں کی ایک لانچ ٹاپو کی طرف آ رہی ہے''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''سیاح ہیں تو گھوم پھر کر واپس چلے جائیں گے البتہ ان کی نگرانی ہوتی رہے گی۔ اگر وہ مشکوک حرکات کریں تو پھر مجھے کال کرنا''...... مائٹی نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا اور انٹرکام رکھ کر ایک بار پھر شراب کی بوتل اٹھا لی۔ اس اطلاع نے اس کے ذہن پر کوئی دباؤ نہ ڈالا تھا کیونکہ اکثر سیاح اس ٹاپو پر آ جایا کرتے تھے اور پھر گھوم پھر کر واپس چلے جاتے تھے۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد انٹرکام کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

''باس۔ پانچ سیاح ہیں۔ وہ فرنچ زبان بول رہے ہیں حالانکہ ہیں مقامی آدمی اور وہ ٹاپو کی اس طرح چیکنگ کر رہے ہیں جیسے انہیں کسی خاص چیز کی تلاش ہو''...... جیمز کی آواز سنائی دی۔

''یہ تو واقعی مشکوک لوگ ہیں۔ مقامی ہونے کے باوجود فرنچ بول رہے ہیں۔ ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ جان بوجھ کر ہم سے اپنی گفتگو چھپانا چاہتے ہیں۔ تم ایسا کرو کہ آؤٹ گیٹ اوپن کروا کر مالو اور بخشو کو باہر بھیج دو۔ وہ دونوں ان پانچوں کو آسانی سے ہلاک کر دیں گے''...... مائٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ اب وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ جیمز کی طرف سے اطلاع کا منتظر تھا تاکہ وہ مطمئن ہو سکے کہ سیاح ہلاک کر دیئے گئے ہیں لیکن اچانک اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی نامانوس سی بُو اس کی ناک سے ٹکرائی ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن یکلخت کسی لٹو کی طرح گھومنے لگ گیا۔ اس نے اپنے ذہن کو قابو کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن چند لمحوں بعد اس کے تمام احساسات تاریکی میں ڈوبتے چلے گئے۔ پھر جیسے گھرے سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی ہے اس طرح اس کے تاریک ذہن پر بجلی چمکی اور پھر یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس کا شعور جاگ اٹھا اور اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا کیونکہ اس کا جسم رسی کی مدد سے کرسی پر بندھا ہوا تھا۔ اس نے

حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا تو اسے پہلی بار معلوم ہوا کہ وہ مشین روم میں موجود ہے جہاں جیمز اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ وہ اس انداز میں پڑے نظر آ رہے تھے جیسے انہیں بے ہوشی کے عالم میں گولیاں ماری گئی ہوں۔ سامنے موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر ایک آدمی بیٹھا بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہارا نام مائٹی ہے''...... اس آدمی نے کہا۔

''ہاں مگر تم کون ہو اور یہ سب کیا ہے۔ یہ کیسے ہو گیا''۔ مائٹی نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر سخت لہجے میں کہا۔

''ٹاپو پر تم سمیت اکیس افراد تھے جن میں بیس کو ہلاک کر دیا گیا جبکہ تمہیں صرف اس لئے زندہ رکھا گیا ہے کیونکہ ایک آدمی کو ہوش میں لا کر اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے تمہارا نام اور عہدہ بتا دیا اور تمہارے کام کے بارے میں بھی بتا دیا اس لئے اب تمہیں ہوش میں لایا گیا ہے تاکہ باقی تمام معلومات تم سے حاصل کی جا سکیں''...... اس آدمی نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

''تم۔ تم نے سب کو ہلاک کر دیا۔ تم ہو کون''...... اس بار مائٹی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے''...... سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا تو مائٹی کا ذہن واقعی چکرا سا گیا کیونکہ اتنا لمبا نام اس سے پہلے اس نے کبھی

نہ سنا تھا۔

''یہ تم اکیلے کا نام ہے یا تمہارے سارے خاندان کا بھی ہے''...... مائٹی نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''راجہ ثروت کا ہیلی کاپٹر کب یہاں سے واپس گیا تھا''۔ اس بار عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم ہو کون اور تم نے مجھے باندھنے کی جرأت کیسے کی۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میرا نام مائٹی ہے''...... مائٹی کو عمران کے لہجے پر حقیقتاً غصہ آ گیا تھا۔ وہ طویل عرصے سے ایسے لہجے کا عادی نہ رہا تھا۔ اس سے تو راجہ ثروت بھی نرم لہجے میں بات کرتا تھا۔

''معلوم ہے کہ تمہارا نام مائٹی ہے لیکن میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب تو تمہیں دینا پڑے گا''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو مائٹی کے جسم میں جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اس نے یکلخت چیخ ماری اور اس طرح ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا جیسے دیو اٹھتا ہے اور اس کے جسم سے بندھی ہوئی رسیاں یکلخت ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر نیچے گر گئیں اور مائٹی نے ایک اور زور دار چیخ مارتے ہوئے ابھی تک کرسی پر اطمینان سے بیٹھے ہوئے عمران پر چھلانگ لگا دی لیکن عمران کی پھرتی واقعی ناقابل یقین تھی۔ جیسے ہی مائٹی اس پر حملہ کرنے کے لئے اچھلا، عمران بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے اچھل کر سائیڈ پر ہو گیا۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ مائٹی اپنے آپ کو روک ہی نہ سکا اور سیدھا سینے کے بل خالی

کرسی پر جا گرا اور پھر کرسی سمیت ایک زور دار دھماکے سے فرش پر جا گرا۔ مائٹی نے فوراً اٹھنے کے لئے الٹی قلابازی کھانے کی کوشش کی تاکہ عمران کے حملے سے اپنے آپ کو بچا سکے اور دوسرا عمران کی رینج سے بھی فوری طور پر نکل جائے کیونکہ عمران جس طرح آخری لمحے میں کرسی سے اچھل کر سائیڈ پر ہوا تھا اس سے مائٹی کو احساس ہو گیا تھا کہ عمران بے حد پھرتیلا اور مارشل آرٹ کا ماہر ہے اس لئے اس نے عمران کے حملے سے اپنے آپ کو بچانے اور عمران پر خود حملہ کرنے کے لئے الٹی قلابازی کھانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اسے واقعی یہ معلوم نہ تھا کہ عمران اس کی توقع سے بھی زیادہ تیز اور پھرتیلا ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی فائٹ کا ماہر بھی ہے چنانچہ وہ اپنے ہی داؤ میں خود پھنس گیا۔ جیسے ہی الٹی قلابازی کھانے کے لئے اس کی دونوں ٹانگیں اس کے سر کی طرف مڑیں اور پھر وہ سر کے قریب جا کر فرش سے لگیں اس کے اوپری جسم نے جھٹکے سے سیدھا ہونا چاہا لیکن اسی لمحے سائیڈ پر گرنے والا عمران زور دار دھماکے سے اس کی مڑی ہوئی کمر پر گرا اور مائٹی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کی تمام ہڈیاں یکلخت ٹوٹ گئی ہوں۔ اس کے منہ سے بے اختیار کربناک چیخ نکل گئی اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سارے جسم میں خون کی بجائے شعلے دوڑتے پھر رہے ہوں۔ یہ احساس بھی صرف چند لمحوں کے لئے ہوا۔ پھر اس کا ذہن ایک بار پھر تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا لیکن ایک بار پھر جیسے اندھیرے

میں جگنو چمکتے ہیں اس طرح اس کے تاریک ذہن پر جگنو چمکنے لگے اور آہستہ آہستہ یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے پورے جسم میں معمولی سی حرکت بھی نہ ہوئی البتہ بھڑکتے شعلے ابھی تک اس کے جسم میں دوڑتے پھر رہے تھے۔

”تم نے اپنا حشر دیکھ لیا ہے مائٹی۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر تمہیں ٹھیک نہیں کر سکتا سوائے میرے“...... عمران کی آواز مائٹی کے کانوں میں پڑی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو عمران سامنے کسی فاتح کی طرح کھڑا تھا جبکہ وہ خود ٹیڑھے میڑھے انداز میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔

”مم۔ مم۔ مجھے ٹھیک کر دو۔ پلیز ٹھیک کر دو۔ میں ساری عمر تمہاری غلامی کروں گا“...... مائٹی نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی اپنی حالت پر رونا آ رہا تھا۔ وہ زندہ تھا لیکن اس کے جسم میں معمولی سی حرکت نہ تھی البتہ اس کا ذہن کام کر رہا تھا۔ گردن کا اوپر والا حصہ کام کر رہا تھا۔

”تم مجھے ان عورتوں کے بارے میں سب کچھ بتا دو۔ میں تمہیں تمام غموں سے آزاد کر دوں گا“...... عمران نے کہا تو مائٹی کو یوں محسوس ہوا جیسے واقعی عمران اس کے دکھوں کا درماں ہے چنانچہ اس نے وائٹ برڈ مال بردار بحری جہاز پر لدی ہوئی ڈھائی سو عورتوں کی کشتیوں میں منتقلی اور پھر تلاشی کے بعد ان کی واپسی البتہ

اکیس عورتوں کو بیمار ہونے کی وجہ سے ہلاک کر کے ان کی لاشیں سمندر میں پھینکوانے تک ساری تفصیل بتا دی۔

''اب یہ مال بردار جہاز کہاں ہے''...... عمران نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم کہاں ہو گا البتہ اس نے جزیرہ سکاترا پہنچنا ہے''...... مائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہاں کا کیا نظام ہے۔ کون کون وہاں اس دھندے میں ملوث ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''میں تو ایک ہی آدمی کو جانتا ہوں۔ اس کا نام بسطام ہے اور وہاں کے تمام انتظامات وہی کرتا ہے''...... مائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جہاز کے کیپٹن ہنری مارتھ کی ٹرانسمیٹر فریکوئنسی کیا ہے''۔ عمران نے کہا تو مائی نے فریکوئنسی بتا دی۔ عمران نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے رابطے کا بٹن دبا دیا۔

''ہیلو ہیلو۔ مائی کالنگ۔ اوور''...... عمران کے منہ سے اپنی آواز اور لہجہ سن کر مائی حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی اس کی آواز اور لہجے کی اس قدر کامیاب نقل بھی کر سکتا ہے۔ اب یہ شخص عمران اسے کسی اور سیارے کا انسان محسوس ہونے لگ گیا تھا۔

''یس ہنری مارتھ اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... دوسری طرف سے

ہنری مارتھ کی آواز سنائی دی۔ ایک بار تو مائی کو خیال آیا کہ وہ اونچا بول پڑے اور ہنری مارتھ کو خبردار کر دے کہ وہ خود بات نہیں کر رہا بلکہ اس کی آواز اور لہجے کی نقل کی جا رہی ہے لیکن پھر وہ اس لئے خاموش رہا کہ پھر عمران اسے ٹھیک نہیں کرے گا اور اس کی باقی زندگی کا ہر لمحہ اس کے لئے عبرتناک بن کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے ذہن میں ابھر آنے والی شدید خواہش کو زبردستی دبا دیا۔

عمران، ہنری مارتھ سے پوچھ رہا تھا کہ مال بردار بحری جہاز کب تک سکاترا جزیرے پر پہنچے گا۔

''دو گھنٹے بعد ہم اس وے میں داخل ہو جائیں گے جو سکاترا جزیرے کا راستہ ہے''...... دوسری طرف سے ہنری مارتھ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ گڈ بائی اینڈ اوور اینڈ آل''...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس جیب میں رکھ لیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ابھی ان عورتوں کو چھڑانے کے لئے وقت ہے''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا۔

''مجھے مت مارو۔ میں نے تو تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ مجھے ٹھیک کر دو''...... مائی نے چیختے ہوئے کہا۔

''تم انتہائی غلیظ اور بھیانک جرم میں ملوث ہو مائی۔ تمہاری معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے''...... عمران نے سرد لہجے میں جواب

دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ مجھے چھوڑ دو گے''...... مائی نے کہا۔

''میں نے کہا تھا کہ تمہیں تمام غموں سے آزاد کر دوں گا اور میں واقعی ایسا کر رہا ہوں''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی تڑتڑاہٹ ہوئی اور مشین پسٹل سے نکلنے والے شعلے اس کے سینے میں گرم سلاخوں کی طرح اترتے چلے گئے اور مائی کا سانس یکلخت پتھر بن کر اس کے حلق میں پھنس کر رہ گیا اور اس کے ساتھ ہی مائی کا ذہن ایک بار پھر تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا ہمیشہ کے لئے۔

وائٹ برڈ مال بردار بحری جہاز اپنی پوری رفتار سے بحیرہ عرب کے بین الاقوامی سمندر میں تیرتا ہوا جزیرہ سکاترا کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ کیپٹن آفس میں ہنری مارتھ اونچی نشست کی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔

''اس بار عورتیں زیادہ صحت مند اور خوبصورت ہیں۔ لمبا مال ملے گا''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے سیٹلائٹ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے پہلے ٹرانسمیٹر استعمال کئے جاتے تھے لیکن اب سیٹلائٹ فون استعمال ہوتے تھے۔ آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں موجود ہوں سیٹلائٹ فون کے ذریعے دنیا بھر میں کسی سے بھی فونک رابطہ کیا جا سکتا تھا۔

''یس۔ کیپٹن ہنری بول رہا ہوں''...... ہنری مارتھ نے کہا۔

''چیف نیول کمانڈر انٹرنیشنل اعظم خان بول رہا ہوں''۔ دوسری

طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی اور یہ آواز سن کر کیپٹن ہنری مارتھ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ انٹرنیشنل سمندر میں چیف نیول کمانڈر کو جہازوں کے بارے میں وسیع اختیارات حاصل ہیں اور یہ اختیارات اقوام متحدہ کے تحت انہیں حاصل ہیں لیکن آج سے پہلے اس نے کبھی ان سے رابطہ نہ کیا تھا اس لئے آج اچانک اس کا فون سن کر کیپٹن ہنری مارتھ بے اختیار اچھل پڑا تھا۔

''یس سر۔ کیپٹن ہنری مارتھ بول رہا ہوں۔ کیپٹن آف وائٹ برڈ''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کا جہاز مال بردار ہے یا مسافر بردار''...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''مال بردار جناب''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ اس وقت کہاں موجود ہیں اور آپ کی قریبی منزل کون سی ہے''...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں اس وقت جزیرہ سکاترا سے ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر ہوں اور میری منزل بھی سکاترا ہے لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں سر۔ کوئی خاص بات''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے آخر کار پوچھ ہی لیا۔

''بعد میں بتائیں گے۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کے جہاز میں کتنا کریو ہے اور کیا ان سب کے کاغذات تصدیق شدہ ہیں اور

مکمل ہیں''...... اعظم خان نے سخت لہجے میں کہا۔

''ہمارے جہاز کے عملے میں مجھ سمیت بائیس آدمی ہیں اور سب پرانے تجربہ کار اور منجھے ہوئے ہیں۔ سب کے کاغذات موجود ہیں سر''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا۔

''ہمیں مصدقہ اطلاع ملی ہے کہ ایک بین الاقوامی مجرم آپ کے کریو میں شامل ہو کر سفر کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ نے اسے ہر صورت میں گرفتار کرانا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''نہیں سر۔ یہ غلط ہے۔ ہمارے آدمی تو سب پرانے ہیں نیا ایک آدمی بھی نہیں ہے۔ کسی نے غلط اطلاع دی ہے''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے بڑے پُریقین لہجے میں کہا۔

''ہمیں چونکہ چیکنگ کا حکم ملا ہے اس لئے ہمارا انٹرنیشنل جنگی جہاز آپ کی چیکنگ کے لئے آ رہا ہے۔ آپ اپنا جہاز اس وقت وہیں روک دیں ورنہ آپ کے جہاز کو ہی راکٹ مار کر سمندر برد کیا جا سکتا ہے''...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

''یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا تو دوسری طرف سے او کے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا۔

''یہ جنگی جہاز پر کیوں آ رہے ہیں جبکہ یہ ہیلی کاپٹر پر بھی آ سکتے تھے ایک آدمی کی چیکنگ کے لئے''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے ایک بار پھر خود کلامی کے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ عورتوں کی واپسی کے لئے جہاز لے آ رہے ہیں۔ وری بیڈ''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سامنے موجود ایک مائیک کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو رابرٹ۔ کیپٹن کالنگ یو''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس کیپٹن۔ حکم''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''انٹرنیشنل اسکواڈ ہمارے جہاز کی چیکنگ کے لئے آ رہا ہے۔ ویسے تو ان کے چیف نے کہا ہے کہ انہیں اطلاع ملی ہے کہ ایک بین الاقوامی مجرم ہمارے کریو میں شامل ہے لیکن تم جانتے ہو کہ ہم سب طویل عرصہ سے اکٹھے ہیں اور ایسے کھیلوں میں نئے آدمی رکھے بھی نہیں جا سکتے اس لئے میرا خیال ہے کہ انہیں کہیں سے عورتوں کے بارے میں معلومات مل چکی ہیں اس لئے وہ ایک آدمی کو چیک کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر پر آنے کی بجائے بحری جنگی جہاز لا رہے ہیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کو واپس لے جانے کے لئے جہاز لا رہے ہیں''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کیا کیا جائے۔ یہ تو بہت برا ہو گا۔ ہماری باقی ساری عمر جیلوں میں گزر جائے گی''...... رابرٹ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''انہیں یہاں آنے میں ایک گھنٹہ لازماً لگ جائے گا چاہے وہ کتنی ہی تیزی سے آئیں اور ہم اگر ان عورتوں کو کشتیوں میں لاد کر

جہاز سے علیحدہ جزیرے پر پہنچا دیں اور جہاز کو یہیں روک لیں تو انہیں کوئی ثبوت نہیں ملے گا اور ہمارا کام بھی ہو جائے گا۔ تم فوری انتظامات کراؤ اور پھر مجھے اطلاع دو اور ہاں۔ کرونی کو کہہ دو کہ جہاز کو یہاں لنگر انداز کرنے کا حکم بھی ملا ہے''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو کیپٹن ہنری مارتھ نے مائیک آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رابرٹ بے حد تیز اور پھرتیلا آدمی ہے اور اب تو وہ بھی خوفزدہ بھی ہے اس لئے اور بھی زیادہ تیزی دکھائے گا۔ پھر واقعی بہت تھوڑی دیر بعد میز پر موجود انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا۔

''رابرٹ بول رہا ہوں۔ چار کشتیوں پر عورتیں اور ان کا سامان لاد دیا گیا ہے۔ کرونی نے جہاز کو بھی لنگر انداز کر دیا ہے۔ اب کیا حکم ہے''...... رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

''فوری طور پر ان کشتیوں کو سکاترا لے جاؤ۔ میں بسطام کو کال کر کے کہہ دیتا ہوں لیکن عام گھاٹ کی طرف نہیں جانا۔ سپیشل گھاٹ کی طرف لے جانا ہے''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا۔

''یس چیف۔ اور کوئی ہدایت''...... رابرٹ نے کہا۔

''تمام عورتوں کو بحفاظت پہنچنا چاہئے اور جس قدر تیزی سے

کشتیاں لے جا سکتے ہو لے جاؤ''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے سیٹلائٹ فون کا رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''بسطام بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی بسطام کی آواز سنائی دی۔

''وائٹ برڈ کا کیپٹن ہنری مارتھ بول رہا ہوں''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے کہا۔

''اوہ آپ۔ کہاں ہیں آپ۔ کہیں راستہ تو نہیں بھٹک گئے۔ مجھے آپ کی بہت فکر ہے''...... بسطام نے کہا۔

''میری ساری عمر جہاز رانی میں گزری ہے اس لئے راستہ تو نہیں بھول سکتا البتہ اس بار دھندے میں رکاوٹیں بہت پیش آ رہی ہیں لیکن ہم بھی ہمت والے لوگ ہیں۔ پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں''...... کیپٹن ہنری مارتھ نے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

''ہوا کیا ہے۔ تفصیل تو بتائیں''...... بسطام نے پوچھا تو ہنری مارتھ نے اسے پہلے عورتوں کی چیکنگ سے لے کر انہیں کروش ٹاپو بھجوانا اور پھر ان کی واپسی کی ساری تفصیل بتا دی۔

''تو اب تو کوئی مسئلہ نہیں رہا یا کوئی ہے''...... بسطام نے پوچھا تو کیپٹن ہنری مارتھ نے انٹرنیشنل اسکواڈ کی چیکنگ کے لئے آمد کے بارے میں بتا دیا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ کرونی کو بڑی کشتیوں میں عورتوں کو لاد کر سکاترا جزیرے کے سپیشل گھاٹ کی طرف بھجوا دیا

ہے۔

''اوہ اچھا۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں انہیں سنبھال لوں گا''۔ بسطام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ سکاترا میں بھی چیکنگ کریں۔ اس لئے جب تک وہ لوگ مطمئن ہو کر واپس نہ چلے جائیں، ان عورتوں کو چھپا کر رکھنا''...... کیپٹن نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔ میں انہیں ایسی جگہ رکھوں گا کہ وہ لوگ ساری عمر سر پٹختے رہیں انہیں تلاش نہ کر سکیں گے''...... بسطام نے کہا۔

''اوکے''...... ہنری مارتھ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

''ہم ہیلی کاپٹر پر جائیں گے عمران صاحب ورنہ یہ لوگ عورتوں کو کہیں پہنچا دیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''میں نے دانستہ ہیلی کاپٹر کی بات نہیں کی تاکہ وہ عورتوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور اس کے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

''نقصان۔ کیا مطلب''...... سب نے چونک کر پوچھا۔

''پہلے بھی اکیس عورتیں بیمار پڑ گئیں تو ان ظالموں نے ان کا علاج کرانے کی بجائے کروش ٹاپو پر انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دیں۔ اب بھی یہ لوگ ایسا کر سکتے تھے۔ جب تک ہم ہیلی کاپٹر پر وہاں پہنچیں گے یہ ہر قسم کا ثبوت ہی ختم کر سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔ وہ سب اس وقت چیف نیول کمانڈر انٹرنیشنل سی اعظم خان کے آفس سے ملحقہ ریٹائرنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تیز رفتار جنگی جہاز سفر کے لئے

تیار کیا جا رہا تھا جس پر انہوں نے وائٹ برڈ مال بردار بحری جہاز تک پہنچنا تھا۔ گو خود نیول چیف نے انہیں بڑا ہیلی کاپٹر مہیا کرنے کی بات کی تھی لیکن عمران نے انکار کر دیا تھا اور پھر ریٹائرنگ روم میں پہنچتے ہی صدیقی نے ہیلی کاپٹر کی بات کر دی جس کے جواب میں عمران نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ چیف کمانڈر نیول انٹرنیشنل سی اعظم خان اس طرح کے چھاپے کے لئے تیار ہی نہ ہو رہا تھا چنانچہ عمران نے سر سلطان کو فون کیا۔ سر سلطان چونکہ پاکیشیا کے سینئر ترین سیکرٹری ہونے کی وجہ سے چیف سیکرٹری سے بھی زیادہ اختیارات کے حامل تھے۔ انہوں نے سیکرٹری دفاع سے بات کی اور سیکرٹری دفاع نے جب چیف نیول کمانڈر کو فون کر کے کہا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اگر اہمیت نہ دی گئی تو نیول ہیڈکوارٹر کی پوری چین کو فوری طور پر جیل میں ڈالا جا سکتا ہے تو اعظم خان فوراً ہی عمران کی مرضی کے مطابق کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسے شاید احساس ہو گیا تھا کہ بظاہر مسخرہ سا نوجوان دراصل اس قدر اہمیت کا مالک ہے کہ چیف سیکرٹری اور سیکرٹری خارجہ جیسے طاقتور اور با اختیار آفیسرز اس کی بات پر عمل کرنے کے پابند ہیں تو اس کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد انہیں کال کر لیا گیا اور تقریباً دس منٹ بعد وہ سب ایک جنگی بحری جہاز میں سوار تیزی سے کھلے سمندر کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

''وائٹ برڈ کو روکا گیا ہے یا نہیں''...... عمران نے نیول

ہیڈکوارٹر کے ایک سپیشل آفیسر سے مخاطب ہو کر کہا جسے اس آپریشن کے لئے خصوصی طور پر عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ بھجوایا گیا تھا۔

''یس سر۔ سیٹلائٹ سے باقاعدہ اور مسلسل چیکنگ کی جا رہی ہے جس جگہ وائٹ برڈ نے کال رسیو کی ہے اسی جگہ پر وہ لنگر انداز ہے''...... سپیشل آفیسر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن جو خدشات عمران کے ذہن میں تھے اور جن کی وجہ سے اس نے ہیلی کاپٹر استعمال نہ کیا تھا وہ خدشات اب بھی وقوع پذیر ہو گئے تھے کیونکہ جہاز سے ڈھائی سو اغوا شدہ عورتیں تو ایک طرف ایک عورت بھی نہ ملی تھی۔

''یہ کیسے ممکن ہوا عمران صاحب۔ جہاز بھی سمندر میں رکا ہوا ہے۔ جزیرہ بھی یہاں سے دو گھنٹوں کے سفر پر ہے اور ڈھائی سو جیتی جاگتی عورتیں ہیں۔ موم کی گڑیا نہیں ہیں کہ جہاں اٹھا کر رکھ دی جائیں پڑی رہیں گی۔ پھر وہ کہاں اور کیسے غائب ہو گئیں''۔ صدیقی نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے شاید غصہ اس بات پر تھا کہ اگر ہم ہیلی کاپٹر پر آ جاتے تو ان عورتوں کو چیک کیا جا سکتا تھا۔

''جہاں بھی ہوں گی زندہ سلامت ہوں گی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ اس کیپٹن سے اگلوانا پڑے گا۔ اسے سب

کچھ معلوم ہو گا''...... چوہان نے کہا۔

''یہاں اس وقت نہیں۔ ایک تو نیول کا سپیشل آفیسر ہمارے ساتھ ہے دوسرا یہاں بین الاقوامی سمندر اور بین الاقوامی قانون نافذ ہے۔ اس لئے یہاں کسی پر کسی قسم کے تشدد کا مطلب پوری دنیا میں اپنے خلاف واویلا پیدا کرنے سے کم نہیں ہے۔ البتہ تم فکر مت کرو۔ بغیر کسی تشدد کے آئی ٹی آئی سے کیپٹن کے ذہن سے میں سب کچھ معلوم کر لوں گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا آئی ٹی آئی کا عمل ہر شخص پر کیا جا سکتا ہے یا اس کی بھی کچھ حدود ہوتی ہیں۔ آئی ٹی آئی کا مطلب آپ نے ''آئیڈیاز ٹرانسفر بائی آئیز'' یعنی آنکھوں کے ذریعے خیالات کی منتقلی ہی بتایا تھا نا''...... خاور نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن یہ انتہائی سخت عمل ہے۔ اگر کسی ماہر کی سرپرستی میں اسے نہ سیکھا جائے تو اپنا ذہن پلٹ جاتا ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے کس سے سیکھا تھا''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آغا سلیمان پاشا سے''...... عمران نے جواب دیا تو سب بے اختیار اچھل پڑے۔ ان کے شاید ذہن کے کسی گوشے میں بھی نہ تھا کہ عمران، سلیمان کا نام لے گا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ عمران کسی فارن یونیورسٹی کے پروفیسر کا نام لے گا۔

"آغا سلیمان پاشا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"...... تقریباً سب نے ہی یک زبان ہو کر کہا۔

"اصل مسئلہ تو منتقلی ہے۔ رقم کی ہو یا آئیڈیاز کی۔ میں فلیٹ میں جہاں بھی رقم چھپاؤں، آغا سلیمان پاشا کو وہ رقم خودبخود منتقل ہو جاتی ہے"...... عمران نے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔ اسی لمحے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

"سر۔ ہیلی کاپٹر پہنچ گیا ہے"...... اس آدمی نے کہا کیونکہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے سپیشل آفیسر کو جنگی بحری جہاز کے ذریعے واپس بھجوا دیا تھا جبکہ اپنے لئے عمران نے فون پر اعظم خان سے بات کر کے نیوی کا ہیلی کاپٹر منگوا لیا تھا اور وہ سب اس کے انتظار میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"کیپٹن صاحب کہاں ہیں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اپنے آفس میں ہیں سر"...... اس آدمی نے جواب دیا۔

"چلو ان سے مل لیں۔ انہیں ہماری وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑی"...... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ آیئے سر"...... اس آدمی نے کہا اور واپس مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب کیپٹن آفس کے سامنے پہنچ گئے۔

"تم سب یہیں رکو گے۔ میں اکیلا ہیلو ہیلو کر کے آ رہا ہوں"...... عمران نے اطلاع دینے والے آدمی اور اپنے ساتھیوں

سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ سب رک گئے جبکہ عمران آگے بڑھا اور اس نے آفس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا کیپٹن بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرانسمیٹر تھا جس سے وہ کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھ دیا۔

"سر آپ نے مجھے بلوا لیا ہوتا"...... کیپٹن نے آگے بڑھ کر قدرے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے معذرت کرنے آیا ہوں کہ آپ کو ناحق تکلیف ہوئی۔ آپ مجھے دو منٹ دیں گے۔ آپ سے چند باتیں کرنی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"تشریف رکھیں۔ پہلے یہ فرمائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے"...... کیپٹن نے پہلے کی طرح خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"ہیلی کاپٹر آ گیا ہے۔ ہم نے واپس جانا ہے۔ میرے ساتھی باہر میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں آپ سے صرف چند سرسری سی باتیں کرنا چاہتا ہوں"...... عمران نے کہا۔ وہ دونوں اب آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

"جی فرمایئے"...... کیپٹن نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اب کیپٹن کی پلکیں نہ جھپک رہی تھیں۔ وہ آنکھیں کھولے عمران کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کی نظریں عمران کے چہرے سے چپک کر رہ گئی

ہوں۔ عمران خود بھی پلکیں نہ جھپکا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آہستہ آہستہ سرخی نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی اور پھر کچھ دیر بعد عمران نے یکلخت ایک جھٹکے سے سر کو دائیں طرف گھما دیا تو کیپٹن کے جسم اور سر نے جھٹکا کھایا اور اس نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو سہلا رہا ہو۔ عمران اٹھا اور بغیر کوئی لفظ بولے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا جبکہ اس دوران کیپٹن ویسے ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا تھا۔

''کیا ہوا عمران صاحب۔ آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں''...... آفس کے باہر موجود عمران کے ساتھیوں نے چونک کر کہا۔

''کچھ نہیں۔ ابھی سب نارمل ہو جائے گا۔ آئی ٹی آئی میں ایسا ہو جاتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کچھ معلوم بھی ہوا ہے''...... صدیقی نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس کیپٹن نے سوچا کہ ہم نے اگر صرف عملے کے ایک آدمی کو چیک کرنا تھا تو جنگی جہاز کی بجائے ہیلی کاپٹر پر آتے۔ اس لئے اس نے فوری طور پر تمام عورتوں کو بڑی کشتیوں میں سوار کر کے سکاترا جزیرے پر بھجوا دیا جہاں ان کے گروپ بسطام نے وہاں ان عورتوں کے بارے میں سارے انتظامات کرنے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''یہ بسطام کون ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ان اغوا کاروں کے نیٹ ورک کا ایک مہرہ ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو اب آپ اسے تلاش کریں گے''...... صدیقی نے کہا۔ وہ سب باتیں کرتے ہوئے اس طرف کو بڑھ رہے تھے جہاں نیوی کا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔

''جزیرہ سکاترا پر یمان کا کنٹرول ہے اور ان کے اپنے قوانین ہیں۔ ہمیں وہاں کوئی کارروائی کرنے کے لئے یمان سے باقاعدہ اجازت لینا پڑے گی اور اس اجازت کے لئے سر سلطان سے بات کرنا ہو گی''...... عمران نے کہا۔

''اس دوران چاہے وہ عورتوں کو فروخت کر دیں''...... صدیقی نے کہا۔

''ایسے نہیں کہ عورتوں کو بازار میں کھڑی کر کے نیلام کر دیا جاتا ہے بلکہ یہ ساری کارروائی خفیہ طور پر ہوتی ہے اور ہمیں وہاں خفیہ اڈوں اور نیلام گھروں پر چھاپے مارنے پڑیں گے۔ اس کے لئے یمان حکام اور سفارتی حکام کی معاونت بے حد ضروری ہے۔ تم فکرمت کرو۔ ہم شاید آج ہی واپس سکاترا پہنچ جائیں''...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

راجہ ثروت کا ہیلی کاپٹر اس کی محل نما کوٹھی میں بنے ہوئے ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ یہاں سے کروش ٹاپو جاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو وہ خود پائلٹ کر رہا تھا لیکن اب واپسی پر اس نے یہ ذمہ داری ہیلی کاپٹر پائلٹ پر ڈال دی تھی جبکہ وہ خود سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ایک باتصویر رسالہ دیکھنے میں مصروف رہا۔ کیونکہ کروش ٹاپو جا کر اسے مکمل طور پر اطمینان ہو گیا تھا کہ اغوا شدہ عورتیں چیک نہیں ہو سکیں۔ ہیلی پیڈ پر جیسے ہی ہیلی کاپٹر رکا راجہ ثروت باہر آ گیا لیکن دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ ہیلی پیڈ سے کچھ فاصلے پر دو افراد زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اب بھی مشین گنیں موجود تھیں لیکن انہیں گولیاں ماری گئی تھی اور وہ ہلاک ہو چکے تھے۔

”یہ کیا ہوا ہے“...... راجہ ثروت نے چیختے ہوئے کہا۔

”سر۔ سر۔ اور بھی لاشیں پڑی ہیں“...... پائلٹ نے نیچے اتر کر سہمے ہوئے لہجے میں کہا یہ دو اور لاشیں تھیں۔

”جاؤ اور پوری عمارت میں گھوم کر معلوم کرو کہ یہ سب کیا ہوا ہے۔ کیوں ہوا ہے اور کس نے کیا ہے“...... راجہ ثروت نے چیختے ہوئے کہا۔

”یس سر“...... پائلٹ نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے ایک لاش کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹی اور پھر دوڑتا ہوا سامنے موجود عمارت میں داخل ہو گیا۔

”یہ کس نے کیا ہو گا اور کیوں کیا ہو گا“...... راجہ ثروت نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پائلٹ واپس آ گیا۔

”سر۔ تمام افراد کو گولیاں مار دی گئی ہیں۔ کوئی آدمی زندہ نہیں ہے“...... پائلٹ نے کہا۔

”میں پوری حکومت کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ میں پولیس کے کمانڈر کو نوکری سے نکلوا دوں گا“...... راجہ ثروت نے جب سنا کہ اب وہاں کوئی آدمی زندہ نہیں رہا تو اس نے چیختے ہوئے انداز میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

”یہ میں کیا کر رہا ہوں۔ یہ سارے معاملات میڈیا میں آ جائیں گے۔ پھر میں کیا جواب دوں گا۔ یہ میڈیا والے تو سب پس منظر نکال لاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں عذاب میں پھنس جاؤں“۔ ایک کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک اور خیال کے تحت خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے سائیڈ تپائی پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس

کرنے شروع کر دیئے۔

''جانو بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''راجہ ثروت بول رہا ہوں''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''اوہ۔ آپ جناب عالی۔ آپ حکم دیں جناب''...... دوسری طرف سے ایسے لہجے میں کہا گیا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اسے راجہ ثروت خود بھی فون کر سکتا ہے۔

''تم نے میری کوٹھی تو دیکھی ہوئی ہے''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''جی جناب۔ بہت اچھی طرح جناب''...... جانو نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میں ہیلی کاپٹر پر دارالحکومت سے باہر ایک کام گیا ہوا تھا۔ اب واپس آیا ہوں تو یہاں میرے گارڈوں اور ملازمین کا قتل عام ہوا پڑا ہے۔ تم اپنے دس آدمیوں سمیت یہاں آؤ۔ ان لاشوں کو بھی ٹھکانے لگاؤ اور محل کی حفاظت کا بھی بندوبست کرو۔ تم جو مانگو گے تمہیں مل جائے گا''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''جی جناب۔ آپ بے فکر رہیں۔ جانو سارے کام کرے گا۔ آپ نے جانو پر اعتماد کیا ہے تو جانو آپ کے لئے جان بھی دے سکتا ہے''...... جانو نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آ جاؤ''...... راجہ ثروت نے کہا اور رسیور رکھ کر

اس نے باہر موجود پائلٹ کا نام لے کر زور سے آواز دی تو پائلٹ کمرے میں داخل ہوا۔

''یس سر۔ حکم سر''...... پائلٹ نے کہا۔

''جانو کو تو تم جانتے ہو۔ وہ ڈرگ اڈے والا''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''یس سر۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں''...... پائلٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اسے میں نے کال کیا ہے۔ وہ اپنے آدمیوں سمیت یہاں آئے گا۔ وہ یہاں سے تمام لاشیں بھی اٹھا کر لے جائے گا اور انہیں ٹھکانے بھی لگا دے گا اور اب آئندہ وہی اس کوٹھی کی نگرانی اور حفاظت کرے گا۔ وہ جب آئے تو تم نے اس کی مدد کرنی ہے''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''یس سر''...... پائلٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے جاؤ اور جانو کی آمد کا انتظار کرو''...... راجہ ثروت نے کہا تو پائلٹ سلام کر کے مڑا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔

''جن لوگوں نے یہ سب کیا ہے وہ کون ہو سکتے ہیں۔ انہیں کیسے ٹریس کیا جائے اور کیسے سزا دی جائے''...... راجہ ثروت نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک خیال کے تحت وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ گزشتہ مہینے سیکورٹی کے جدید ترین آلات بنانے والی ایک غیر ملکی کمپنی کے مقامی نمائندے نے اس سے

ملاقات کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ انہوں نے ایسا شارٹ سرکٹ کیمرہ ایجاد کیا ہے جو کسی کو نظر نہیں آئے گا لیکن وہ لمحہ لمحہ کی تصاویر اتارتا رہے گا اور اس کے اندر دو ماہ کی تصاویر جمع ہو سکتی ہیں۔ یہ تصاویر اس قدر واضح ہوں گی کہ ان تصاویر کی مدد سے ان افراد کو آسانی سے پہچانا جائے گا اور اس پر راجہ ثروت نے انہیں اپنی کوٹھی میں کیمرہ لگانے کا بطور ٹیسٹ حکم دے دیا کہ دو ماہ بعد وہ اسے چیک کرے گا۔ اگر واقعی تصاویر درست ہوئیں تو وہ اس نظام کو پوری کوٹھی میں پھیلا دے گا۔ چنانچہ کمپنی نے ایک ایسی جگہ کیمرہ نصب کر دیا جسے چیک نہ کیا سکتا تھا لیکن وہ کوٹھی میں آنے جانے والوں کی تصاویر اتار سکتا تھا۔ یہ کیمرہ بظاہر ایک چھوٹے سے بٹن جتنا تھا لیکن اس کے اندر انتہائی جدید مشینری نصب کی گئی تھی۔ راجہ ثروت نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ریڈ سٹار سیکورٹی''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''راجہ ثروت بول رہا ہوں۔ ایک صاحب میرے پاس آئے تھے جن کا نام عارف الطاف تھا اس سے میری بات کرائیں''۔ راجہ ثروت نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ عارف الطاف بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک

مردانہ آواز سنائی دی۔

''مسٹر عارف۔ میں راجہ ثروت بول رہا ہوں۔ آپ میری کوٹھی میں جدید خفیہ کیمرہ لگا کر گئے تھے۔ کیا آپ کو یاد ہے''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''یس سر۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ دو ماہ بعد اسے چیک کر کے آپ کو اطلاع دی جائے اور دو ماہ میں ابھی دس دن باقی رہتے ہیں۔ اس لئے میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ آپ فرمائیں کیا حکم ہے''...... عارف الطاف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مجھے اس کیمرے میں موجود تصاویر کی فوری ضرورت ہے۔ آپ کوٹھی پر آئیں اور اسے آپریٹ کر کے تصاویر مجھے پیش کریں۔ آپ کو اتنا انعام بھی ملے گا کہ آپ کی زندگی بدل جائے گی''۔ راجہ ثروت نے کہا۔

''یس سر۔ میں نصف گھنٹے میں پہنچ رہا ہوں''...... عارف الطاف نے کہا تو راجہ ثروت نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد پائلٹ اندر داخل ہوا۔

''جناب۔ جانو اور اس کے دس آدمی آئے ہیں''...... پائلٹ نے کہا۔

''جانو کو میرے پاس بھیج دو''...... راجہ ثروت نے کہا تو پائلٹ واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بھینسے نما جسم کا مالک جس نے جینز کی پینٹ اور سرخ رنگ کی دھاریوں والی شرٹ پہن رکھی تھی۔

وہ اپنے انداز اور چہرے مہرے سے کوئی بڑا بدمعاش دکھائی دے رہا تھا اندر داخل ہوا اور راجہ ثروت کے سامنے پہنچ کر رکوع کے بل جھک گیا۔

''جانو اب تم میرے نمبر ٹو ہو گے۔ جن لوگوں نے یہاں قتل عام کیا ہے ان کی تصویریں مجھے تھوڑی دیر بعد مل جائیں گی وہ میں تمہیں دے دوں گا۔ تم اپنے گروپ کے ذریعے انہیں موت کے گھاٹ اتروا دینا''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''جی جناب۔ حکم کی فوری اور مکمل تعمیل ہو گی''...... جانو نے کہا۔

''تو جاؤ اور سیکورٹی سنبھال لو تم۔ سنو۔ ریڈ سٹار سیکورٹی کمپنی کا آدمی عارف الطاف آئے گا۔ اسے لے کر میرے پاس آ جانا''۔ راجہ ثروت نے جانو کے ساتھ ہی پائلٹ کو بھی ہدایات دیتے ہوئے کہا اور وہ دونوں سلام کر کے واپس چلے گئے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ وہ اپنے لباس اور انداز سے ہی کسی کمپنی کا نمائندہ نظر آ رہا تھا۔

''سلام راجہ صاحب''...... نوجوان نے سر جھکا کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''آؤ عارف۔ آ گئے ہو''...... راجہ ثروت نے چونک کر کہا۔

''یس راجہ صاحب۔ اب اجازت دیں تو میں اس کیمرے کی فلمیں چیک کروں''...... عارف نے کہا۔

''کیا وہ فلمیں کیمرے سے نکال کر ڈویلپ کی جا سکتی ہیں''۔ راجہ ثروت نے پوچھا۔

''یس سر۔ میں ڈویلپر ساتھ لے آیا ہوں۔ صرف پانچ منٹ دے دیں۔ تمام تصاویر آپ کے سامنے ہوں گی''...... عارف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا''...... راجہ ثروت نے کہا تو عارف سلام کر کے مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

''ایک بار مجھے علم ہو جائے کہ کن بدبختوں نے میرے آدمیوں کا قتل عام کیا ہے تو میں انہیں عبرت کا نمونہ بنا دوں گا''...... راجہ ثروت نے سامنے موجود ریک سے شراب کی چھوٹی بوتل اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا اور پھر بوتل کا ڈھکن ہٹا کر اس نے اس کا دہانہ منہ سے لگا لیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے کے بعد عارف اندر داخل ہوا اور اس نے راجہ ثروت کو سلام کیا۔

''کیا ہوا''...... راجہ ثروت نے اشتیاق آمیز لہجے میں چونک کر کہا۔

''یہ تصاویر دیکھیں۔ چھ افراد واضح طور پر نظر آ رہے ہیں''۔ عارف نے تصاویر کا ایک بنڈل راجہ ثروت کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور راجہ ثروت جھک کر ان تصاویر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں پھر تمہیں فون کر دوں گا۔ فی الوقت میں مصروف ہوں۔ پھر میں تمہیں آرڈر بھی دوں گا اور انعام بھی''۔

راجہ ثروت نے اچانک سر اٹھاتے ہوئے ساتھ کھڑے عارف سے کہا تو عارف سلام کر کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

''یہ واقعی چھ افراد ہیں لیکن میں تو ان میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ پھر انہوں نے میری کوٹھی پر حملہ کیوں کیا اور میرے ملازمین کا قتل عام کیوں کیا''...... راجہ ثروت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... راجہ ثروت نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مارٹن بول رہا ہوں بندر گاہ سے''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''کیوں فون کیا ہے''...... راجہ ثروت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کروش ٹاپو پر مائٹی اور اس کے تمام ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ کیا آپ نے انہیں ہلاک کرایا ہے''...... مارٹن نے کہا تو راجہ ثروت بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ وہاں تو کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ کیا تم نشے میں ہو''...... راجہ ثروت نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''میں اس وقت مائٹی کے آفس میں موجود ہوں اور مائٹی کے فون سے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں''...... مارٹن نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

''کیا۔ کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو۔ کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ تم وہاں کیسے پہنچ گئے''...... اس بار راجہ ثروت نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''مائٹی نے مجھ سے وقت طے کیا ہوا تھا کہ وہ مجھے بندر گاہ پر ملے گا اور پھر ہم اکٹھے کھانا کھائیں گے اور اکٹھے ہی رات گزاریں گے لیکن جب وقت پر مائٹی نہیں پہنچا تو میں نے لانچ لی اور کروش ٹاپو پہنچ گیا اور یہاں کی جو صورت حال ہے وہ میں نے آپ کو بتا دی ہے''......مارٹن نے کہا۔

''وہاں خفیہ کیمرے نصب تھے۔ کیا تم انہیں آپریٹ کر سکتے ہو''...... راجہ ثروت نے کہا۔

''جی ہاں۔ میرے پوائنٹ پر بھی خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ انہیں میں ہی آپریٹ کرتا ہوں''...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''خفیہ کیمرے چیک کر کے مجھے بتاؤ کہ یہ کون لوگ تھے''۔ راجہ ثروت نے کہا۔

''یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی''......مارٹن نے جواب دیا تو راجہ ثروت نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ چوہے بلی کا کھیل کھیلا

جا رہا ہے اور میں اس گیم میں چوہا بن چکا ہوں۔ گینگ کے تقریباً تمام بڑے کسی نہ کسی انداز میں ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ میری کوٹھی پر بھی حملہ ہوا۔ میں اگر کوٹھی میں موجود ہوتا تو مجھے بھی گولی مار دی جاتی لیکن یہ کون لوگ ہیں۔ کرامت نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا''...... راجہ ثروت نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ کرامت کا خیال آتے ہی اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''کرامت بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''فوراً میری کوٹھی پہنچو۔ فوراً''...... راجہ ثروت نے سخت لہجے میں کہا اور ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ اسے خیال آ گیا تھا کہ کرامت کے انڈرگراؤنڈ لوگوں سے وسیع تعلقات تھے۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ صرف تصاویر دیکھ کر فوراً اصل لوگوں کو پہچان لے گا۔ اس طرح شناخت ہونے کے بعد میں ان کا حشر کر دوں گا۔ وہ بیٹھا یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو راجہ ثروت نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... راجہ ثروت نے تیز لہجے میں کہا۔

''مارٹن بول رہا ہوں کروش ٹاپو سے جناب''...... مارٹن نے کہا۔

''ہاں۔ کیا کچھ پتہ چلا ہے خفیہ کیمروں سے''...... راجہ ثروت نے چونک کر کہا۔

''یہ چھ افراد تھے۔ ان میں سے ایک کو میں ذاتی طور پر میں پہچانتا ہوں۔ یہ کنگ روڈ پر ایک فلیٹ پر رہنے والا آدمی ہے جس کا نام عمران ہے۔ اس کا شاگرد ٹائیگر بھی انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ اس عمران کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق کسی بڑی سرکاری تنظیم سے ہے اور وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے''...... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا حلیہ کیا ہے۔ تفصیل سے بتاؤ''...... راجہ ثروت نے کہا تو دوسری طرف سے مارٹن نے عمران کے حلیئے کی تفصیل بتانا شروع کر دی۔

''ٹھیک ہے۔ میرے پاس اس کی تصویر پہنچ گئی ہے لیکن یہ لوگ اپنا پروپیگنڈا بہت کرتے ہیں۔ رہائشی فلیٹ میں رہتے ہیں۔ اتنی حیثیت نہیں کہ وہ اپنی رہائش کے لئے کوٹھی خرید سکیں۔ ہونہہ۔ خطرناک ہونہہ''...... راجہ ثروت نے ایک بار پھر خود کلامی کے انداز میں کہا اور رسیور رکھ دیا اسی لمحے اسے خیال آیا کہ وہ کیپٹن ہنری سے بات کرے تاکہ معلوم ہو کہ اغوا شدہ عورتیں محفوظ ٹھکانوں پر پہنچ گئی ہیں یا نہیں۔ اس نے رسیور اٹھایا اور سیٹلائٹ فون کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''وائٹ برڈ''...... رابطہ ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

''پاکیشیا دارالحکومت سے راجہ ثروت بول رہا ہوں۔ کیپٹن سے بات کراؤ''...... راجہ ثروت نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہولڈ کریں سر"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا گیا۔

"یس سر۔ میں کیپٹن ہنری مارتھ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کیپٹن ہنری مارتھ کی آواز سنائی دی۔

"کیپٹن۔ تمہارا جہاز وائٹ برڈ اس وقت کہاں ہے"...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

"بحیرہ عرب میں ہم موجود ہیں اور ہماری پہلی منزل سکاترا جزیرہ ہے جناب"...... کیپٹن ہنری مارتھ نے جواب دیا۔

"جہاز کا مال ٹھیک ہے۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں"...... راجہ ثروت نے پوچھا۔

"مال تو میں نے پہلے ہی کشتیوں کے ذریعے سکاترا بسطام کو پہنچا دیا تھا اور اس سے فون پر بات بھی ہو چکی ہے۔ اس نے کسی سپیشل ایریا میں انہیں رکھا ہوا ہے۔ تاکہ چیکنگ نہ ہو سکے"۔ کیپٹن ہنری مارتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے خود ہی چیکنگ کے بہانے جنگی جہاز کا آنا اور پھر اس سے پہلے ان عورتوں کو جہاز سے نکال کر سکاترا بھجوانے سے لے کر آنے والوں کی خالی ہاتھ واپسی کی تفصیل بتا دی۔

"یہ اس بار میری گیم میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو خواہ مخواہ میرے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ہم کوئی چور ڈاکو ہیں جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ تو بزنس ہے۔ اوکے۔ میں ان سب کو دیکھ لوں

گا"...... راجہ ثروت نے کہا اور رسیور رکھ کر ایک بار پھر سامنے پڑی ہوئی ان تصاویر کو دیکھنے لگا جو عارف اسے دے گیا تھا۔

"یہ چھ افراد یہاں پہنچے اور یہی چھ افراد کروش پہنچے اور مائٹی، ڈیسی اور دیگر تمام اہم افراد کو بھی انہوں نے ہی ہلاک کیا ہو گا"...... راجہ ثروت نے اپنی عادت کے مطابق بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن کیپٹن ہنری مارتھ سے بات کر کے وہ بے حد مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ اسے اطمینان اس بات کا تھا کہ اغوا شدہ عورتیں صحیح سلامت ان کے اڈے پر پہنچ گئی ہیں اور یہ لوگ جو ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کچھ حاصل نہ کر سکے ہیں اور نہ کر سکیں گے۔

ٹیکسی ایک ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑ کر ایک سائیڈ پر رک گئی۔ عقبی سیٹ پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے پاکیشیائی دارالحکومت سے ایک فلائٹ کے ذریعے سکاترا پہنچا تھا اور ائیر پورٹ سے وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر ریڈ روز نامی ہوٹل میں آیا تھا۔ وہ چونکہ پہلے بھی کئی بار یہاں آ چکا تھا اس لئے اسے یہاں کے بارے میں خاصی معلومات حاصل تھیں۔ اس کے علاوہ یہاں کی انڈر ورلڈ کے لوگوں سے بھی اس کی خاصی گہری واقفیت تھی۔ عمران نے اسے کال کر کے اس کے ذمے لگایا کہ اغوا شدہ عورتوں کو سکاترا پہنچا دیا گیا ہے لیکن ابھی تک کسی کو معلوم نہیں کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے چونکہ یہ جزیرہ یمان کے تحت ہے اس لئے یمان کا ہی قانون یہاں نافذ ہے اور یمان حکومت یہاں کے معاملات میں اس وقت تک مداخلت نہ کرتی تھی جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ یمان حکومت کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے اس لئے عمران نے

ٹائیگر کو سکاترا بھیجا تھا تاکہ ٹائیگر انڈر ورلڈ سے رابطہ کر کے اس سپاٹ کی نشاندہی کرا سکے جہاں اغوا شدہ عورتوں کو رکھا جا رہا ہے لیکن عمران نے اسے اپنے طور پر کسی قسم کی کارروائی کرنے سے منع کر دیا تھا کیونکہ عمران کے بقول اغوا کاروں کی نفسیات ایسی ہوتی ہیں کہ جب انہیں پکڑے جانے کا خدشہ ہوتا ہے تو وہ اغوا شدہ کو ہلاک کر دیتے ہیں اور یہی خطرہ یہاں بھی تھا کہ وہ ان ڈھائی سو عورتوں کو ہلاک کر کے سمندر میں پھینکوا سکتے ہیں۔ پہلے بھی بیمار عورتوں کے ساتھ وہ ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ سلوک کر چکے ہیں اور یہ بات ٹائیگر کی سمجھ میں بھی آ گئی تھی اس لئے وہ ہر طرح سے محتاط تھا۔ ہوٹل ریڈ روز کا اسسٹنٹ مینجر وارث اس کا خاصا دوست تھا اور جب بھی وارث پاکیشیا آتا تھا تو ٹائیگر سے خصوصاً ملاقات کرتا تھا۔ ٹائیگر نے اسے اپنی آمد کا بتا دیا تھا۔ گو وارث نے اصرار کیا تھا کہ وہ ائیر پورٹ پر کار بھجوا دے گا لیکن ٹائیگر نے اسے یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ اس نے پہلے کسی اور جگہ جانا ہے اور پھر وہاں سے فارغ ہو کر وہ ہوٹل آئے گا۔ ٹائیگر ہوٹل کے مین ہال میں داخل ہوا تو ہال تقریباً خالی تھا کیونکہ ابھی دوپہر کا وقت تھا اور ایسے ہوٹلوں کے فنکشن رات کو ہی منعقد کئے جاتے ہیں۔ ٹائیگر سیدھا کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ جہاں تین لڑکیاں کام کر رہی تھیں۔

”یس سر“...... ٹائیگر کے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی ایک لڑکی نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

''اسسٹنٹ مینجر وارث سے کہو کہ پاکیشیا سے ٹائیگر یہاں تمہارے ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچ چکا ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر۔ کیا صرف ٹائیگر''...... لڑکی نے قدرے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''صرف ٹائیگر''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو لڑکی نے کاؤنٹر پر پڑے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

''یس''...... ہلکی سی آواز ٹائیگر کے کانوں میں پڑی۔

''کاؤنٹر سے بلی بول رہی ہوں جناب۔ پاکیشیا سے ایک صاحب آئے ہیں مسٹر ٹائیگر۔ کیا حکم ہے''...... لڑکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''انہیں فوراً بھجواؤ''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو لڑکی نے یس سر کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''سپروائزر آ جاتا ہے تو میں اس کے ساتھ آپ کو بھجواتی ہوں صاحب نے اجازت دے دی ہے''...... کاؤنٹر گرل نے کہا۔

''ڈونٹ وری۔ میں خود چلا جاتا ہوں۔ میں کئی بار پہلے بھی ان کے آفس میں جا چکا ہوں''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور سائیڈ راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں اسسٹنٹ مینجر وارث کا آفس تھا۔ آفس کا دروازہ بند تھا۔ ٹائیگر نے دروازے پر ہاتھ سے

دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ ٹائیگر آفس میں داخل ہوا تو میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے اور رسمی فقرات کی ادائیگی کے بعد وارث نے ٹائیگر کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا اور خود انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے ایک بٹن پریس کر کے کسی کو ایپل جوس کا گلاس آفس میں لانے کا کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کس لئے آئے ہو۔ یہاں تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے''...... وارث نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے بہت جلدی ہے تمہیں''...... ٹائیگر نے کہا تو وارث ہنس پڑا۔

''ہاں۔ میں نے نصف گھنٹے بعد ایک اہم میٹنگ اٹنڈ کرنی ہے۔ کوئی لمبی بات ہو تو رات کو آ جانا''...... وارث نے کہا۔

''کوئی لمبی بات نہیں۔ یہاں ایک آدمی جس کا نام بسطام ہے پاکیشیا سے اغوا شدہ لڑکیاں اور عورتیں یہاں لائی جاتی ہیں اور پھر انہیں خفیہ طور پر نیلام کر دیا جاتا ہے اور اس ساری کارروائی کا چیف بسطام ہے۔ میری پارٹی اس سے سودا کرنا چاہتی ہے لیکن وہاں کسی کو اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''بسطام۔ اغوا شدہ عورتیں۔ ان کی نیلامی۔ یہ سب کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عورتیں نیلام کی جائیں۔ کیا وہ بھیڑ بکریاں ہیں''...... وارث نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور ٹائیگر اس

کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وارث ایکٹنگ کر رہا ہے۔

''تمہیں اگر معلوم نہیں تو کوئی ٹپ ہی دے دو تاکہ کم از کم میرا خرچہ تو نکل آئے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مجھے سوچنے دو''...... وارث نے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں ایپل جوس کا بند ڈبہ رکھا ہوا تھا جو نوجوان نے ٹائیگر کے سامنے رکھ دیا اور خالی ٹرے اٹھائے واپس مڑ گیا۔ ٹائیگر نے ڈبے کے ساتھ چپکے ہوئے سٹرا کو ڈبے سے علیحدہ کیا اور پھر سٹرا کو ڈبے میں ڈال کر اس نے ایپل جوس سپ کرنا شروع کر دیا جبکہ وارث نے کچھ دیر سوچنے کے بعد فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا اور دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز ٹائیگر تک بھی پہنچ رہی تھی۔

''قاسم بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''وارث بول رہا ہوں ریڈ روز کلب سے''...... وارث نے کہا۔

''اوہ آپ۔ حکم فرمایئے''...... قاسم نے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ایک لاکھ ڈالر کمانا چاہتے ہو''...... وارث نے سامنے بیٹھے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ایک لاکھ ڈالر کو کم از کم قاسم تو انکار نہیں کر سکتا۔ مجھے کیا کرنا ہو گا''...... قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چند معلومات چاہئیں۔ یہاں انڈر ورلڈ میں کوئی آدمی بسطام نام کا ہے صرف اس کے بارے میں معلومات چاہئیں کہ وہ کہاں مل سکے گا۔ یہ بتا دوں کہ یہ بسطام عورتوں کے اغوا اور ان کی نیلامی میں ملوث ہے''...... وارث نے کہا۔

''آپ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں''...... قاسم نے کہا۔

''میرے دوست نے کافرستان سے فون پر یہ بات پوچھی ہے۔ وہ اس سے کوئی بڑا سودا کرنا چاہتا ہے۔ دو لاکھ ڈالر انہوں نے مجھے بھجوائے ہیں۔ ان میں سے ایک لاکھ ڈالر تمہیں بھی مل جائیں گے ورنہ اور بھی راستے ہیں۔ یہ ایک لاکھ ڈالر بھی بچ جائیں گے''...... وارث نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے آپ پر اعتماد ہے۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ آپ رقم مجھے بھجوا دیں''...... قاسم نے کہا۔

''ہاں بتاؤ لیکن تمہاری طرف سے لیکج نہیں ہونی چاہئے''۔ وارث نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔ بسطام شیخ عافی کا خاص آدمی ہے''۔ قاسم نے کہا تو وارث بے اختیار چونک پڑا۔

''شیخ عافی وہی جو اسلحے کا کنگ ہے''...... وارث نے کہا۔

''ہاں وہی۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا ایرو کلب میں ہے۔ اس وقت

بھی وہ وہیں موجود ہو گا۔ اگر نہ ہو گا تو آ جائے گا‘‘...... قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اوکے۔ رقم میں بھجوا دوں گا‘‘...... وارث نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

’’بسطام کا حلیہ تو معلوم کر لیتے تاکہ اس سے ایرو کلب میں ملاقات ہو جاتی‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’ایسے لوگوں کو ویٹر اور سپروائزر سب جانتے ہیں البتہ یہ بتا دوں کہ شیخ عافی انتہائی سفاک فطرت آدمی ہے۔ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو انتہائی توہین آمیز انداز میں مخاطب کرتا ہے۔ یہاں یمان کی حکومت کا ہاتھ اس کے سر پر ہے۔ اس لئے تم خود نہ اس پر ہاتھ ڈال دینا‘‘...... وارث نے کہا۔

’’میں نے صرف معلومات مہیا کرنی ہیں‘‘...... ٹائیگر نے کہا اور پھر جیب سے چیک بک نکال کر اس نے دو لاکھ ڈالر کا چیک لکھ کر اس پر دستخط کر کے وہ چیک وارث کی طرف بڑھا دیا۔

’’اوہ دو لاکھ ڈالرز۔ میرا نام سے چیک کیوں کاٹا ہے‘‘۔ وارث نے چونک کر کہا۔

’’تمہاری وجہ سے معلومات ملی ہیں۔ اوکے۔ اب میں چلتا ہوں‘‘...... ٹائیگر نے کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وارث نے جس انداز میں بات کی تھی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ایک لاکھ ڈالر وہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہے اور ٹائیگر کے لئے رقم کوئی

اہمیت نہ رکھتی تھی۔ وہ کسی بھی کلب میں گیم مشین کے ذریعے دس پندرہ لاکھ ڈالرز آسانی سے حاصل کر سکتا تھا۔

’’ایرو کلب چلو‘‘...... ٹائیگر نے کلب سے باہر موجود ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’’یس سر‘‘...... ڈرائیور نے کہا اور ٹیکسی کار آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک تین منزلہ عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔ اس پر ایرو کلب کا جہازی سائز کا نیون سائن موجود تھا۔ ٹائیگر نے ٹیکسی سے نیچے اتر کر کرائے کے ساتھ ٹپ دی اور پھر مڑ کر وہ کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کلب کا ہال تقریباً خالی تھا۔ شاید ابھی لوگوں کے آنے کا وقت نہ تھا۔ ٹائیگر ایک کونے میں خالی میز پر جا کر بیٹھ گیا۔

’’یس سر‘‘...... ایک نوجوان نے ویٹر نے قریب آ کر پوچھا۔

’’یہاں ہاٹ کافی مل جائے گی‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’یس سر‘‘...... ویٹر نے جواب دیا۔

’’تو لے آؤ۔ اور ہاں ایک منٹ‘‘...... ٹائیگر نے کہا تو مڑتا ہوا ویٹر واپس ہو گیا۔

’’یس سر‘‘...... ویٹر نے چونک کر کہا۔

’’میں بسطام سے ملنا چاہتا ہوں لیکن میری ان سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ تم صرف ان کی نشاندہی کر دو۔ یہ تمہارا‘‘۔ ٹائیگر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑی مالیت کے نوٹ کی

جھلک دکھاتے ہوئے کہا۔
''یہاں تو اکثر لوگوں کے نام بسطام ہیں جناب''...... ویٹر نے کہا۔
''وہ بسطام جس کا تعلق شیخ عافی سے ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔
''یس سر۔ وہ آنے والے ہیں۔ میں نشاندہی کر دوں گا''۔ ویٹر نے کہا تو ٹائیگر نے نوٹ اسے دے دیا۔ اس نے نوٹ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جیب میں منتقل کر لیا اور واپس مڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ویٹر نے آ کر ہاٹ کافی کے برتن رکھ دیئے۔ ٹائیگر نے کافی کی پیالی تیار کی اور پھر کافی سپ کرنے لگا۔ ہال میں لوگ آ بھی رہے تھے اور جا بھی رہے تھے۔ ٹائیگر خاموش بیٹھا کافی سپ کرتا رہا۔ اسی لمحے نوجوان ویٹر تیز قدم اٹھاتا ہوا ٹائیگر کے قریب آ گیا۔
''وہ سامنے کی ٹیبل پر دو آدمی موجود ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں''...... ویٹر نے جھک کر آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
''ہاں۔ ایک کی شرٹ سرخ ہے جبکہ دوسرے کی نیلی دھاریوں والی''...... ٹائیگر نے کہا۔
''سرخ شرٹ والا شیخ عافی کا خاص آدمی بسطام ہے اور نیلی دھاریوں والی شرٹ والے کا نام روبن ہے۔ وہ بسطام کا اسسٹنٹ ہے''...... ویٹر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔
''تھینک یو۔ اس کافی کا بل لے آؤ''...... ٹائیگر نے کہا۔
''یہ میری طرف سے ہو گئی جناب''...... ویٹر نے کہا اور برتن

ٹرے میں رکھ کر وہ واپس مڑا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ ویٹر نے جسے بسطام قرار دیا تھا وہ لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی تھا۔ نوجوان تھا لیکن اس کے چہرے سے خشونت اور ریاکاری جیسے ٹپک رہی تھی۔ ٹائیگر اٹھا اور اس میز کی طرف بڑھ گیا جس پر بسطام اور اس کا ساتھی موجود تھا۔
''میرا نام ٹائیگر ہے اور میرا تعلق کافرستان کی انڈر ورلڈ سے ہے۔ کیا میں آپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں''...... ٹائیگر نے قریب جا کر بڑے نرم لہجے میں کہا۔
''بیٹھیں اور فرمائیں کیا مسئلہ ہے''...... بسطام نے قدرے سخت لہجے میں کہا جبکہ اس کا ساتھی ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا تھا۔ ٹائیگر نے چیک بک نکال کر سامنے رکھ لی۔
''یہ گارینٹڈ چیک بک ہے۔ اس پر اگر دس کروڑ ڈالرز بھی لکھ دیئے جائیں تو وہ لازماً ادا کئے جائیں گے۔ آپ سے چند معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اس کے عوض آپ جتنے کا گارینٹڈ چیک لیں گے آپ کو مل جائے گا البتہ بات اکیلے میں کرنی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔
''آپ کو میرے بارے میں کس نے بتایا ہے''...... بسطام نے کہا۔
''آپ معروف آدمی ہیں۔ شیخ عافی صاحب کی وجہ سے آپ کا تعارف سب سے ہے اور یہاں تو بچہ بچہ آپ کو جانتا ہے''۔ ٹائیگر

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''روبن۔ تم ہمیں اکیلا چھوڑ دو۔ مجھے ان صاحب کی باتوں میں دلچسپی پیدا ہو رہی ہے''...... بسطام نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''او کے۔ گڈ بائی''...... روبن نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''آپ کیا پینا پسند کریں گے مسٹر ٹائیگر''...... بسطام نے کہا۔

''میں ابھی ہاٹ کافی پی چکا ہوں۔ شکریہ''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ اب بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں''...... بسطام نے کہا۔

''میں صرف ٹریسنگ کا کام کرتا ہوں۔ انڈر ورلڈ کی ایک پارٹی ہے جسے فور برادرز کہا جاتا ہے۔ وہ انتہائی حساس اسلحہ پورے علاقے میں ڈیل کرتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''فور برادرز۔ ہاں خاصی بڑی اور پرانی پارٹی ہے۔ آپ کا اس سے کیا تعلق ہے''...... بسطام نے چونک کر کہا۔

''میں نے بتایا ہے کہ میں ٹریسر ہوں اور فور برادرز نے مجھے انگیج کیا ہے۔ ان کا انتہائی قیمتی اسلحے سے بھرا ہوا چھوٹا جہاز یہاں سکاٹرا آئی لینڈ کے قریب اچانک غائب ہو گیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو بسطام چونک پڑا۔

''بحری جہاز غائب ہو گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا''۔ بسطام

نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ نے برمودا ٹرائی اینگل کے بارے میں سنا ہوا ہو گا جس میں بحری جہاز لانچیں، کشتیاں اوپر سے گزرنے والے ہوائی جہاز سب غائب ہو جاتے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''جی ہاں۔ سنا تو ہوا ہے کہ اس سمندر کی تہہ میں اس قدر کشش موجود ہے کہ سب کچھ سمندر کی تہہ میں غائب ہو جاتا ہے لیکن آپ تو کہہ رہے تھے کہ سکاٹرا جزیرہ کے قریب ایسا ہوا ہے''۔ بسطام نے کہا۔

''میں کہہ رہا تھا کہ برمودا ٹرائی اینگل جیسا معاملہ نہیں ہے۔ حساس اسلحے سے بھرے ہوئے جہاز کا رابطہ کافرستان میں تھا۔ رابطہ ٹوٹ گیا پھر پتہ چلا کہ جہاز کو قزاقوں نے گھیر لیا اور وہاں سے تمام اسلحہ لے گئے۔ کریو اور دیگر افراد کو ہلاک کر دیا گیا اور جہاز کو سمندر کی تہہ میں اتار کر غائب کر دیا گیا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ کب کی بات ہے''...... بسطام نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک ہفتہ پہلے کی۔ میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ جو رقم چاہیں مجھ سے لے لیں۔ ہمیں ان قزاقوں کے بارے میں کوئی ٹپ دے دیں تاکہ میری پارٹی ان سے کم از کم اپنا اسلحہ تو واپس لے لے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں نے یہاں قزاقوں کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔ آپ کی

پارٹی کو غلط معلومات دی گئی ہیں''...... بسطام نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہاں ڈنشار نام کی کوئی پارٹی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں ہاں۔ خاصی بڑی پارٹی ہے۔ اسلحے کا کام کرتی ہے۔ کیوں کیا آپ کا خیال ہے کہ اس نے یہ کام کیا ہے''...... بسطام نے چونک کر کہا۔

''نہیں۔ بلکہ ان کے قزاقوں سے رابطے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہو سکتا ہے۔ پھر آپ ان سے مل لیں''...... بسطام نے کہا۔

''میں آپ کی پناہ لینا چاہتا ہوں۔ میں یہاں اکیلا ہوں۔ مجھے ہلاک بھی تو کرایا جا سکتا ہے۔ آپ اس کے عوض دس لاکھ ڈالرز مجھ سے لے لیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''دس لاکھ ڈالرز آپ دیں گے مجھے''...... بسطام نے ایسے کہا جیسے ایسا ہونا ناممکن ہو۔

''میرے پاس گارینٹڈ چیک بک ہے۔ دس کروڑ ڈالرز کا چیک بھی کیش ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے اپنے سامنے رکھی ہوئی چیک بک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے کرنا کیا پڑے گا''...... بسطام نے کہا۔

''کسی ایسی جگہ بیٹھتے ہیں جہاں ڈسٹربنس نہ ہو۔ پھر تفصیل سے بات ہو گی۔ اس کلب میں سپیشل روم تو ہوں گے''...... ٹائیگر نے

کہا۔

''نہیں۔ یہاں نہیں ہیں۔ اس کلب میں کیا، کسی کلب میں بھی نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ میری رہائش گاہ پر چلیں۔ وہاں اطمینان سے بات ہو جائے گی''...... بسطام نے از خود آفر کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ زیادہ درست آئیڈیا ہے۔ وہاں واقعی کوئی ڈسٹربنس نہیں ہو سکتی''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو بسطام نے ویٹر کو بل لانے کے لئے کہا۔ ویٹر بل لے آیا تو بسطام نے اس پر دستخط کر دیئے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اب بل اس کے کلب اکاؤنٹ میں جمع ہو جائے گا اور پھر اکٹھی ادائیگی کر دی جائے گی۔ ہوٹلوں میں معزز افراد کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ کلب سے باہر پارکنگ میں ایک سلیٹی رنگ کی جدید ماڈل کی بڑی کار کھڑی تھی۔ بسطام نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جبکہ سائیڈ سیٹ پر ٹائیگر بیٹھ گیا۔

''میں نے گارینٹڈ چیک کے بارے میں سنا تو ہوا تھا لیکن میں سوچتا تھا کہ ایسا کس طرح ممکن ہے۔ اکاؤنٹ میں رقم نہ ہو اور بینک اتنی بڑی مالیت کے چیک پر ادائیگی کر دے''...... بسطام نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ بسطام کی اس بات سے ہی ٹائیگر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بسطام کارکن اچھا ثابت ہو سکتا ہے لیکن سیکرٹری اچھا نہیں بن سکتا۔

''بینک اسے گارینٹڈ چیک بک دیتے ہیں جن کے اثاثے

اربوں کھربوں ڈالرز میں ہوں اور جو اپنے اپنے شعبے کے آئی کون ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ''...... بسطام نے آپ کہہ کر بات شروع ہی کی تھی کہ ٹائیگر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

''اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کو آئندہ تم کہوں گا اور آپ بھی مجھے تم کہیں گے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوکے۔ پھر بتاؤ کہ تم کس شعبے کے آئی کون ہو جو تمہیں گارینٹڈ چیک بک جاری کی گئی ہے''...... بسطام نے کہا۔

''میں کافرستان انڈر ورلڈ کا سب سے بڑا ٹریسر سمجھا جاتا ہوں۔ بہت بڑے بڑے معاوضے لیتا ہوں۔ اس لئے مجھے تم ٹریسنگ آئی کون کہہ سکتے ہو''...... ٹائیگر نے کہا تو اس بار بسطام بے اختیار ہنس پڑا۔

''میں ٹریسنگ کی نوعیت نہیں سمجھا''...... بسطام نے کہا۔

''مثال تمہارے سامنے ہے۔ اسلحے سے بھرا ہوا جہاز غائب ہو گیا۔ پارٹی نے مجھے اسے ٹریس کرنے کا مشن دیا اور میں اس وقت اس کام کے سلسلے میں تم تک پہنچا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا تو بسطام اس طرح سر ہلانے لگا جیسے اب بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک گنجان آباد کالونی کی ایک کوٹھی کے سامنے رکی اور بسطام نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن دیا تو پھاٹک کی چھوٹی سائیڈ کھلی اور ایک مسلح آدمی باہر آ گیا۔ بسطام نے اسے

پھاٹک کھولنے کا اشارہ کیا تو وہ آدمی سلام کر کے واپس مڑ گیا اور چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھل گیا اور بسطام کار اندر لے گیا۔ سائیڈ پر پورچ تھا جو خالی تھا۔ بسطام نے کار وہاں روکی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

''آؤ میرے ساتھ''...... بسطام نے کہا اور پھر اندرونی عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ مسلح دربان پھاٹک بند کر کے اب ان کی طرف آ رہا تھا۔

''ماشو۔ مہمان کے لئے کچھ پینے کے لئے لے آؤ''...... بسطام نے کہا۔

''مجھے پینے کا کوئی شوق نہیں''...... ٹائیگر نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں شراب کی بات نہیں کر رہا۔ لوکل مشروب کی بات کر رہا ہوں''...... بسطام نے کہا۔

''پھر ایپل جوس منگوا لو''...... ٹائیگر نے کہا تو بسطام نے اپنے ملازم ماشو کو حکم دے دیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک میٹنگ روم کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں پہنچ گئے۔

''بیٹھو۔ میں لباس تبدیل کر کے آ رہا ہوں''...... بسطام نے کہا اور مڑ کر ایک دروازے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم نے ٹائیگر کے سامنے ایپل جوس کا ڈبہ رکھ دیا اور مڑ کر واپس چلا گیا۔ ٹائیگر نے اطمینان سے جوس سپ کیا لیکن بسطام واپس نہ آیا تھا۔

''کپڑے تبدیل کرنے میں اتنی دیر تو نہیں لگ سکتی''...... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے بسطام کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں تھے۔ قریب آ کر اچانک اس نے ایک ہاتھ میں پکڑی ہوئی کوئی چیز ٹائیگر کے سامنے فرش پر مار دی۔ چٹاک کی آواز کے ساتھ ہی گہرے سفید رنگ کا دھواں تیزی سے اٹھا اور ٹائیگر کو چند لمحوں تک تو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کو کسی تیزی سے گھومتے ہوئے پنکھے کے ساتھ باندھ دیا ہو۔ اس نے اپنے ذہن پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جس طرح گہرے سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی ہے اس طرح ٹائیگر کے ذہن میں بھی روشنی کی آڑھی ترچھی لکیریں آنے لگ گئیں جن کی روشنی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

پھر جیسے ہی ٹائیگر کو ہوش آیا اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا کیونکہ اس کے جسم کو رسی کی مدد سے کرسی کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہ کوئی اور کمرہ تھا۔ سامنے چار کرسیاں پڑی تھیں۔ کمرہ خالی تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ بسطام نے بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے اسے بے ہوش کیا اور اب وہ یہاں بندھا ہوا بیٹھا ہے۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ بسطام نے کیوں ایسا کیا ہے۔ اگر اس نے چیک بک کے لئے ایسا کیا ہے تو چیک بک اس کے کسی کام کی نہیں تھی۔ اس پر اس کے دستخط ہوں گے تب چیک کیش ہو گا ورنہ نہیں۔ ابھی

ٹائیگر اس نئی صورت حال کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ سامنے کمرے کا دروازہ کھلا اور بسطام اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے مشین گنوں سے مسلح دو افراد موجود تھے۔

''اوہ۔ اسے ازخود ہوش کیسے آ گیا۔ اس گیس کے اثرات تو بہت دیر تک رہتے ہیں''...... بسطام نے ٹائیگر کو ہوش میں دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

''ہمیں تو علم نہیں باس''...... ایک آدمی نے جواب دیا۔

''اگر یہ فارم ہاؤس آتے ہوئے گاڑی میں ہوش میں آ جاتا تو یہ پاگلوں کی طرح اودھم مچا دیتا۔ بہرحال موت تو اب اس کا مقدر بن چکی ہے''...... بسطام نے کہا۔

''تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا ہے بسطام''...... ٹائیگر نے براہ راست سامنے کرسی پر بیٹھے بسطام سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تم نے میرے ساتھ جھوٹ بولا ہے۔ رہائش گاہ میں لباس تبدیل کر کے واپس آنے میں اس لئے دیر ہو گئی کہ میں تمہارے بارے میں کنفرمیشن چاہتا تھا کیونکہ صرف چند معلومات حاصل کرنے کے لئے دس لاکھ ڈالرز کی آفر میرے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ چنانچہ میں نے لباس تبدیل کرنے کے بعد کافرستان کے ایک بڑے سے بات کی۔ اس نے بتایا کہ ٹائیگر تو پاکیشیا انڈر ورلڈ کا آدمی ہے اور وہاں ٹریننگ کا کام کرتا ہے اور اس کا استاد خطرناک پاکیشیائی ایجنٹ عمران نامی آدمی ہے۔ پاکیشیا کا ذکر ہوتے

ہی میں سمجھ گیا کہ تم بھی ان لوگوں کے ساتھی ہو جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو چن چن کر ہلاک کیا ہے۔ چنانچہ میں تمہیں بے ہوش کر کے رہائش گاہ سے یہاں ویران علاقے میں بنے ہوئے فارم ہاؤس میں لے آیا ہوں۔ یہاں اب تمہاری چیخیں سننے والا کوئی نہیں ہو گا اور میں دھوکہ دینے والوں کو آرے سے کاٹ دیا کرتا ہوں''۔ بسطام نے کہا۔

''تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ بولو۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا''...... ٹائیگر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ جب سے اسے ہوش آیا تھا اس نے رسی کی گانٹھوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا تھا لیکن ابھی تک وہ گانٹھیں کھولنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔

''تم خصوصی طور پر مجھ سے کیوں ملے۔ صاف صاف بتا دو۔ ورنہ ہڈیاں توڑ دی جائیں گی''...... بسطام نے کہا۔

''مجھے بتایا گیا تھا کہ تمہارا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اسلحہ سے بھرا ہوا جہاز لوٹ لیا ہے اور تمہیں ان دنوں رقم کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے میں گارینٹڈ چیک بک جیب میں رکھ کر تم سے ملا تھا اور اب بھی میری آفر قائم ہے۔ تم اس پارٹی کے بارے میں ٹپ دو تو میں تمہیں پچاس لاکھ ڈالرز کا چیک دے سکتا ہوں ورنہ تم مجھے مار کر کیا حاصل کرو گے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ویری سوری مسٹر ٹائیگر۔ جو اقدام ایک بار کر لیں اسے واپس نہیں کیا جاسکتا۔ اب میں تمہیں لاکھ یقین دلاؤں لیکن تم نے مجھ پر

اٹیک لازماً کرنا ہے کیونکہ میں نے تمہیں بے ہوش کر کے یہاں باندھ رکھا ہے''...... بسطام نے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا، ایک نوجوان دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا تو بسطام چونک پڑا۔

''لاروش کی کال ہے باس''...... آنے والے نے ایک کارڈلیس فون بسطام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یس۔ بسطام بول رہا ہوں''...... بسطام نے کارڈلیس فون لے کر کہا۔ پھر دوسری طرف سے آنے والی آواز سننے لگ گیا۔

''گھبراؤ مت۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ میں آدھے گھنٹے تک پہنچ جاؤں گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے''...... بسطام نے کہا اور فون آف کر کے واپس اس نوجوان کی طرف بڑھا دیا جو اسے لے آیا تھا اور وہ فون لے کر تیزی سے واپس چلا گیا۔

''تم مجھے انتہائی پراسرار آدمی لگتے ہو اس لئے میں تمہاری اچھی طرح چھان بین کروں گا۔ فی الحال ایک ایمرجنسی ہے۔ میں جا رہا ہوں''...... بسطام نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میں نے جو کچھ بتایا ہے درست بتایا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہارڈ''...... بسطام نے ٹائیگر کی بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے اپنے پیچھے کھڑے دونوں مسلح دربانوں میں سے ایک سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''یس باس''...... اس آدمی نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''تم یہیں رکو گے۔ اگر یہ کوئی غلط حرکت کرے تو میری طرف سے اجازت ہے گولیوں سے اسے بھون دینا۔ میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے تک واپس آجاؤں گا اور ہاں۔ یہ تمہیں چکر دے کر باہر بھجوا سکتا ہے تاکہ یہ کوئی کام دکھا سکے لیکن تم نے میری واپسی تک اس کمرے میں ہی رہنا ہے''...... بسطام نے کہا۔

''تم میرے ساتھ آؤ الفرڈ''...... بسطام نے دوسرے دربان سے کہا اور پھر وہ دونوں مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

''سن لیا تم نے۔ کوئی غلط حرکت یا غلط بات نہ کرنا ورنہ میں واقعی ایک لمحے میں تمہیں گولیوں سے بھون ڈالوں گا''...... ہارڈ نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور پھر وہ سامنے پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مشین گن اس نے اپنے زانوں پر رکھ لی۔ ادھر ٹائیگر اس دوران بڑی گانٹھ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور وہ اسے آسانی سے کھول بھی سکتا تھا لیکن اسے چند منٹ چاہئیں تھے ورنہ ہارڈ اس طرح سامنے بیٹھا اسے دیکھتا رہا تو ٹائیگر کی رہائی مشکل ہو جائے گی۔

''تمہارا نام ہارڈ ہے یا تمہاری سخت مزاجی کی وجہ سے تمہیں ہارڈ کہا جاتا ہے''...... ٹائیگر نے ہارڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہی سوال میں تم سے بھی کرسکتا ہوں کہ تمہارا نام ٹائیگر ہے یا تم ٹائیگر کی طرح غراتے رہتے ہو''...... ہارڈ نے جواب دیا تو ٹائیگر

بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

''اچھا جواب ہے۔ یہاں اس کمرے میں پانی تو موجود ہو گا۔ ایک گلاس پلوا دو۔ شدید ترین پیاس محسوس ہو رہی ہے''...... ٹائیگر نے اس بار قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''یہاں تو پانی نہیں ہے۔ دوسرے کمرے سے لانا پڑے گا اور باس مجھے حکم دے گئے ہیں کہ چاہئے کچھ بھی ہو جائے، میں نے یہاں سے باہر نہیں جانا''...... ہارڈ نے جواب دیا۔

''اتنے ہارڈ مت بنو کہ ایک انسان پیاس کی شدت سے مر جائے۔ میں تو بندھا ہوا ہوں۔ میں تو بے بس ہوں پانی پلا دو گے تو تمہاری شان میں کوئی کمی تو واقع نہیں ہو جائے گی اور نہ ہی تمہارے باس کو اس کا علم ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم کیوں مجھے بھجوانا چاہتے ہو۔ کہیں تم نے رسیاں تو نہیں کھول لیں''...... ہارڈ نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''اٹھ کر چیک کر لو۔ میں معمولی سی بھی حرکت نہیں کرسکتا اور تم ڈر رہے ہو۔ بندھے ہوئے آدمی سے ڈرتے ہو''...... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میں ہارڈ اور تم سے ڈروں گا۔ تم جیسے دس مل کر بھی میرے مقابلے پر آ جائیں پھر بھی جیت ہارڈ کی ہی ہو گی''...... ہارڈ نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''ہنستے کیوں ہو''...... ہارڈ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم بندھے ہوئے آدمی سے ڈر رہے ہو۔ دو منٹ کے لئے باہر جانے سے ڈرتے ہو کہ شاید میں رسیاں سمیت فضا میں اڑ کر غائب ہو جاؤں گا“...... ٹائیگر نے کہا تو ہارڈ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ میں لے آتا ہوں پانی۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ تم بے شک کسی بھی طرح آزاد ہو جاؤ۔ تب بھی میں تمہیں مکھی کی طرح کچل کر رکھ دوں گا“...... ٹائیگر کی توقع کے عین مطابق ہارڈ کو آخر کار بزدل کہلوانے پر غصہ آ گیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کی مشین گن وہیں کرسی کے ساتھ پڑی رہ گئی تھی۔ اس کے دروازے کی طرف مڑتے ہی ٹائیگر نے ایک رسی کو کھینچ کر گانٹھ کھول دی اور پھر تیزی سے اس نے اپنے جسم کے گرد موجود رسی کے بل علیحدہ کر لئے۔ ٹائیگر یہ کام انتہائی تیزی سے کر رہا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہارڈ جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرے گا لیکن رسیوں کے بل اس کے جسم کے گرد موجود تھے۔ بہرحال اس کی تیزی کام آ گئی اور وہ آخری بل نکال کر اٹھنے کے لئے پر تول رہا تھا کہ ہارڈ تیزی سے اندر داخل ہوا۔

”تم موجود ہو۔ میں سمجھا تھا کہ تم غائب ہو چکے ہو گے۔ مجھے پانی کی بوتل لینے تہہ خانے جانا پڑا تھا“...... ہارڈ نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر کو اسی طرح کرسی پر

بیٹھا دیکھ کر وہ ذہنی اور نفسیاتی طور پر ہر طرح مطمئن ہو گیا تھا اس لئے اس نے غور سے اسے دیکھا ہی نہ تھا کہ رسی کے بل جو اس کے جسم کے گرد موجود تھے وہ غائب ہو گئے تھے۔

”اوہ تم خواہ مخواہ ڈر رہے تھے۔ اب یہ پانی مجھے پلا دو تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں اور یقین کرو میں تمہاری تعریف تمہارے باس سے بھی ضرور کروں گا“...... ٹائیگر نے کہا تو ہارڈ ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑے اس کے قریب آ گیا۔ پھر بوتل کا ڈھکن ابھی وہ کھول ہی رہا تھا کہ ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور پھر اس سے پہلے کہ ہارڈ کچھ سمجھتا ٹائیگر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آ گیا اور دوسرے لمحے ہارڈ ہوا میں قلابازی کھا کر فرش پر پشت کے بل ایک دھماکے سے جا گرا اور ساکت ہو گیا کیونکہ اس کی گردن میں بل آ گیا تھا اور شہ رگ دب گئی تھی۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ اس کے سر پر اور دوسرا اس کے کاندھے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو ہارڈ کے ساکت پڑے ہوئے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور اس کا تیزی سے مسخ ہوتا ہوا چہرہ دوبارہ بحال ہونے لگ گیا۔ ٹائیگر سمجھتا تھا کہ یہ بے ہوش رہے گا اور چھ گھنٹوں سے پہلے اسے از خود ہوش نہیں آ سکتا اور اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ مڑا اور اس نے کرسی کے ساتھ رکھی ہوئی مشین گن اٹھائی اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر باہر اسے برآمدے میں کرسیوں پر دو آدمی بیٹھے دکھائی دیئے۔

دونوں مسلح تھے اور آپس میں اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔ ٹائیگر نے مشین گن کا رخ ان کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی یہ دونوں کرسیوں سمیت چیختے ہوئے نیچے گرے اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ مشین گن کی فائرنگ نے انہیں چھلنی کر دیا تھا۔ پھر ٹائیگر نے اس پورے فارم ہاؤس کا راؤنڈ لگایا۔ یہاں باقاعدہ ٹارچنگ روم بنے ہوئے تھے۔ ایک تہہ خانے میں دیواروں کے ساتھ زنجیریں لٹک رہی تھیں۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ فارم ہاؤس ٹارچنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جبکہ ٹائیگر کو پورا یقین ہو گیا کہ اب اس فارم ہاؤس میں سوائے اس ہارڈ کے اور کوئی زندہ آدمی نہیں بچا تو وہ واپس اس کمرے میں آ گیا جہاں اسے باندھا گیا تھا۔ ہارڈ اسی طرح فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ابھی ٹائیگر دروازے میں ہی تھا کہ اس کے کانوں میں دور سے فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے مڑا اور چند لمحوں بعد وہ آواز کے رخ پر چلتا ہوا اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں میز پر ایک کارڈلیس فون پڑا ہوا تھا۔ یہ کمرہ اس جگہ سے نزدیک تھا جہاں دو آدمی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے تھے۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے فون اٹھا کر آن کر دیا۔

''یس۔ ہارڈ بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے ہارڈ کی آواز اور لہجے میں کہا۔ وہ عمران کی رہنمائی میں دوسروں کی آواز اور لہجے کی نقل

اتارنے کی مشقیں کرتا رہتا تھا۔

''تمہارے گلے کو کیا ہوا ہے''...... دوسری طرف سے بسطام کی آواز سنائی دی۔

''کچھ نہیں باس۔ بہت یخ پانی پی لیا تھا''...... ٹائیگر نے بات بناتے ہوئے کہا۔

''تم اس وقت کہاں اور کس کمرے میں ہو''...... بسطام نے پوچھا۔

''اسی کمرے میں باس جہاں وہ غیر ملکی کرسی پر بندھا بیٹھا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن فون تو دوسرے کمرے میں ہوتا ہے۔ پھر تم نے فون کیسے اٹنڈ کر لیا''...... بسطام واقعی دور اندیش بلکہ وہمی آدمی تھا۔

''باس۔ میں نے فون اپنے پاس منگوا لیا تھا۔ الفرڈ دے گیا تھا تاکہ آپ کی کال آئے تو میں اسے سن سکوں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر الفرڈ کا نام لے دیا تھا تاکہ اگر بسطام ابھی تک وہم میں ہو تو اس کا وہم دور ہو جائے۔

''اوکے تو سنو۔ میں فوری طور پر واپس نہیں آ سکتا۔ یہاں ایک اہم کام میں مصروف ہوں۔ تم اس ٹائیگر کو گولی مار کر ہلاک کر دو اور فارم سے ملحقہ خالی اراضی میں اس کی لاش دبا دو''...... بسطام نے کہا۔

''یس باس۔ حکم کی تعمیل ہو گی''...... ٹائیگر نے کہا تو دوسری

طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ ٹائیگر نے فون آف کیا اور پھر فون اٹھائے وہ اس کمرے سے نکل کر واپس اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ہارڈ ابھی تک فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے کرسی کی سائیڈوں میں پڑی ہوئی رسیاں سمیٹیں اور پھر اس نے ہارڈ کو اٹھا کر کرسی پر ڈالا اور رسیوں کی مدد سے اس نے اسے اچھی طرح کرسی سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہارڈ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا اور اسے ہاتھ میں اس انداز میں پکڑ لیا جیسے کسی بھی لمحے اسے استعمال کرنے کا ارادہ ہو۔ چند لمحوں بعد ہارڈ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے اس کی کوشش ناکام رہی۔ ٹائیگر سامنے کھڑا تھا۔ ہارڈ کی نظریں اس طرح ٹائیگر پر جم گئیں جیسے وہ اسے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

''تم نے دھوکہ کیا میرے ساتھ۔ ہارڈ کے ساتھ۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں''...... ہارڈ نے باقاعدہ دانت پیستے ہوئے کہا تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ ہارڈ عام سا موٹے دماغ کا مالک بدمعاش ہے۔ اس لئے یہ آسانی سے نہیں بتائے گا اور ٹائیگر زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا نہ چاہتا تھا کیونکہ کسی بھی وقت کوئی یہاں آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس کا

بازو حرکت میں آیا اور ہارڈ کے منہ سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا ابھی اس کی چیخ کی بازگشت فضا میں موجود تھی کہ ٹائیگر کا بازو ایک بار پھر گھوما اور اس بار بھی ہارڈ کے حلق سے کربناک چیخ نکلی۔ اس کا دوسرا نتھنا بھی آدھے سے زیادہ کٹ چکا تھا۔ ہارڈ دائیں بائیں سر پٹخنے لگا۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... ٹائیگر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''مم۔ مم۔ میرا۔ میرا نام ہارڈ ہے''...... ہارڈ کے منہ سے الفاظ اس طرح نکلے جیسے کوئی زبردستی انہیں اندر سے دھکیل کر باہر نکال رہا ہو۔

''بسطام کیا کام کرتا ہے''...... ٹائیگر نے پہلے کی طرف سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا تاکہ ہارڈ کا لاشعور جواب دینے پر آمادہ ہو سکے۔

''باس اسلحے کی سمگلنگ اور عورتوں کی سمگلنگ کا بڑے پیمانے پر دھندہ کرتا ہے''...... ہارڈ نے کہا۔

''کہاں کی عورتیں۔ تفصیل سے بتاؤ''...... ٹائیگر نے لہجے کو مزید سخت کرتے ہوئے کہا۔

''یہ بہت وسیع کاروبار ہے۔ ہر تین چار ماہ بعد زیادہ تر پاکیشیا، کافرستان اور دوسرے ملکوں سے خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں اغوا کر کے یہاں لائی جاتی ہیں جنہیں نیلام کیا جاتا ہے اور پوری دنیا سے لوگ آ کر نیلامی میں عورتیں خرید کر ساتھ لے جاتے ہیں''۔

ہارڈ نے جواب دیا۔

''یہ کام صرف بسطام کرتا ہے یا کوئی اور بھی شامل ہے''۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم''...... ہارڈ نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس کی آواز کہیں گہرائی میں ڈوبتی چلی جا رہی ہو تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ لاشعور بھی اب مزید دباؤ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو اس کے دل میں اتار دیا کیونکہ اب اس کی زندگی اس کے لئے عبرتناک بن جاتی۔ ہارڈ کے مرتے ہی اس نے خنجر باہر کھینچا اور ہارڈ کے لباس سے اچھی طرح صاف کر کے اسے جیب میں رکھ کر وہ اس کمرے سے باہر آیا۔ یہاں ایک جیپ موجود تھی اور اس کی چابیاں اس کے اگنیشن میں موجود تھیں۔ ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ ایمرجنسی میں اسے فوری سٹارٹ کیا جاسکے۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر جیپ میں سوار شہر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

عمران کے فلیٹ میں فورسٹارز موجود تھے جبکہ سلیمان نے انہیں نہ صرف خوش آمدید کہا تھا بلکہ ان کی چائے اور بسکٹ سے تواضع بھی کی تھی۔

''کمال ہے۔ مجھے آج تک ایک بسکٹ تو کیا، بسکٹ کے ریزے تک نہیں ملے اور انہیں بسکٹوں کے ڈبے کھلائے جا رہے ہیں''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

'بسکٹ معزز لوگوں کی خوراک ہے''...... سلیمان نے جواب دیتا تو صدیقی اور اس کے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

''تمہارے نزدیک میں معزز نہیں ہوں۔ کیوں''...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ پورا بسکٹ منہ میں ڈال لیتے ہیں اوپر سے چائے کا گھونٹ لیتے ہیں۔ کیا معزز لوگ اس طرح کرتے ہیں''...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اور تم جو بسکٹ کو چائے میں ڈبو ڈبو کر کھا رہے ہوتے ہو۔ کیوں''...... عمران نے کہا۔

''وہ تو خصوصی طور پر بنائے گئے بسکٹ ہیں۔ ڈپ اینڈ ایٹ فار یہ ان دنوں کا جدید فیشن ہے''......سلیمان نے کہا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا گیا۔

''عمران صاحب۔ اغوا شدہ عورتوں والے کیس میں آپ خاموش ہو گئے ہیں۔ اس راجہ ثروت پر بھی ہاتھ نہیں ڈالا گیا''۔ صدیقی نے کہا۔

''مجھے ٹائیگر کی کال کا انتظار ہے۔ میں نے اسے سکاترا بھیجا ہے۔ وہ جلد ہی ساری صورت حال معلوم کر کے مجھے کال کرے گا۔ پھر ہم وہاں جائیں گے تاکہ تم جیسے معزز لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صدیقی سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''آپ ہم پر طنز کر رہے ہیں جبکہ یہ قصور سلیمان کا ہے کہ اس نے ہمیں معزز بنا دیا ہے آپ کو نہیں''...... صدیقی نے کہا تو ایک بار پھر سب ہنس پڑے۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) غیر معزز بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو صدیقی اور اس کے ساتھی بے اختیار مسکرا دیئے۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ سکاترا سے''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو عمران نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''تم نے بہت دیر کر دی۔ کیا رزلٹ ہے''...... عمران نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

''باس۔ تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دیر ہو گئی ہے''۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔ ٹائیگر کی آواز سن کر صدیقی اور اس کے ساتھی کال کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''کیا تفصیل معلوم ہوئی ہے۔ تفصیل سے ہی بتاؤ''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے ریڈ روز کلب میں وارث سے ملنے اور اس سے معلوم ہونے والی معلومات کے تحت بسطام کو ٹریس کرنے اور پھر بسطام کے ساتھ اس کی رہائش گاہ پر جانے اور وہاں سے بے ہوش ہو کر فارم ہاؤس پہنچنے وہاں سے بسطام کے باہر چلے جانے سے لے کر سچویشن کو تبدیل کرنے اور پھر ہارڈ سے معلومات ملنے تک پوری تفصیل بتا دی۔

''میں نے تمہیں یہ نہیں کہا کہ طلسم ہوشربا سنانا شروع کر دو جو سو راتوں میں بھی مکمل نہ ہو۔ میرا مطلب ہے کہ اہم پوائنٹس تفصیل سے بتاؤ''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ مجھے اس ہارڈ سے معلوم ہوا ہے کہ بسطام اغوا شدہ عورتوں کی نیلامی کا دھندہ بھی کرتا ہے تو میں نے وہ جگہ ٹریس کرنے کی کوشش شروع کر دی جہاں یہ عورتیں موجود ہو سکتی ہیں

تا کہ پہلے ان عورتوں کو بچایا جائے پھر مجرموں پر ہاتھ ڈالا جائے ورنہ پکڑے جانے کے خوف سے وہ ان عورتوں کو ہلاک کر کے سمندر میں بھی پھینک سکتا ہے یا کچھ اور بھی کر سکتا ہے۔ میک اپ کر کے میں سکاترا کی انڈرگراؤنڈ دنیا میں گھومتا پھرتا رہا اور آخر کار میں معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حتمی معلومات کے مطابق یہ عورتیں ساحل پر موجود شیخ عافی نامی ایک رئیس کی محل نما کوٹھی کے نیچے تہہ خانوں میں رکھی گئی ہیں۔ یہ چونکہ ان کا مستقل کاروبار ہے اس لئے اس جگہ کو اس انداز میں بنایا گیا ہے کہ یہاں عورتیں رہ بھی سکیں اور ان پر کوئی منفی اثرات بھی نہ ہوں تا کہ وہ بیمار بھی نہ پڑیں یا ان کی موت واقع نہ ہو جائے البتہ ہر عورت کے پیر میں ایک خصوصی حلقہ ڈال دیا جاتا ہے جس میں ایک خصوصی ساخت کا بم موجود ہوتا ہے جسے ریموٹ کنٹرول سے فائر کیا جا سکتا ہے۔ بم اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ جس عورت کے پیر میں موجود ہو، اس عورت کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ تمام عورتوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ایک عورت کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اس تہہ خانے کا خفیہ راستہ ہے۔ باقی محل نما کوٹھی کی حفاظت کے لئے بہت سے مسلح افراد تعینات ہیں حتیٰ کہ کوٹھی کے چاروں کونوں میں مچانیں بنائی گئی ہیں جن میں ہر وقت پہرے دار موجود ہوتے ہیں اور دور مار رائفلوں سے لے کر اینٹی ایئر کرافٹ گنوں تک تمام اسلحہ موجود ہے۔ جہاں تک خفیہ راستے کا تعلق ہے، میں نے اسے

بھی ٹریس کر لیا ہے۔ اب ہم آسانی سے اس تہہ خانے تک پہنچ سکتے ہیں لیکن مسئلہ ان بموں کا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بیک وقت سب کو فائر کر دیں''...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہاری معلومات حتمی ہیں یا کسی شک و شبہ کی گنجائش ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''حتمی ہیں باس۔ میں نے باقاعدہ کنفرمیشن کی ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیسے کنفرم کیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''شیخ عافی کے حفاظتی دستے میں ایک آدمی سے میرا رابطہ ہوا۔ میں نے اسے بھاری معاوضہ دے کر معلومات خریدیں۔ پھر مزید معاوضہ دینے کے وعدہ پر وہ مجھے اس خفیہ راستے سے تہہ خانے میں لے گیا۔ وہاں واقعی عورتیں موجود تھیں اور واقعی سب کے پیروں میں لوہے کے حلقے پڑے ہوئے تھے جن میں بم موجود تھے۔ اس طرح میں نے کنفرم کیا اور اب میں نے آپ کو کال کی ہے''۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری گڈ۔ تم نے تو واقعی کارنامہ انجام دیا ہے لیکن تم نے جو کچھ بتایا ہے اس کے لئے خصوصی انتظامات کرنے پڑیں گے ورنہ ان لوگوں نے واقعی عورتوں کو ہلاک کر دینا ہے تا کہ ان کے خلاف ثبوت ہی ختم ہو جائے اور چونکہ عورتوں کی تعداد بہت بڑی ہے اس لئے عام انداز میں کام نہیں کیا جا سکتا۔ تم وہاں ایک رہائش گاہ اور

دو کاروں کا بندو بست کر لو۔ ہم ضروری انتظامات کر کے وہاں پہنچ جائیں گے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’یس باس‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

’’ایکسٹو‘‘...... رابطہ ہوتے ہی ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

’’علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ انتہائی اہم معاملات سامنے آگئے ہیں عورتوں کے اغوا کے سلسلے میں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’تمہید مت باندھا کرو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ تمہاری تمہید سنتا رہوں۔ پرابلم بتاؤ‘‘...... ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا۔

’’سوری سر۔ تمہید کے بغیر میں اپنی سچوئیشن سمجھا نہیں سکتا۔ بہرحال پرابلم یہ ہے کہ پاکیشیا سے اغوا کی گئی ڈھائی سو عورتوں کو سکاترا جزیرے پر پہنچا دیا گیا ہے۔ ہم نے انہیں راستے میں روکنے کی کوشش کی لیکن یہ لوگ بے حد تیز ہیں۔ انہیں پیشگی اطلاع مل جاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ سکاترا جزیرہ یمان کے تحت ہے۔ یمان کا گورنر وہاں کا حاکم ہے اور یمان حکومت کو درمیان میں ڈالے بغیر وہاں سے ان عورتوں کو زندہ اور سلامت نہیں لایا جا سکتا۔ میرا تو یمان میں کوئی واقف نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میں آپ کو

تکلیف نہ دیتا کیونکہ کہتے ہیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے والا خود بھی بے پناہ تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے‘‘...... عمران کے زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

’’تمام انتظامات مکمل کئے جا رہے ہیں اور شاید اب تک مکمل بھی ہو چکے ہوں۔ تم اب کال کر رہے ہو۔ سر سلطان سے رابطہ کرو‘‘...... ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران رسیور پکڑے بت بنا بیٹھا ہوا تھا جبکہ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر حیرت تھی کیونکہ ان کی فلیٹ میں موجودگی میں ٹائیگر کی کال آئی تھی اور اس کال کے بعد ہی انتظامات مکمل کئے جانے تھے جبکہ یہاں چیف کہہ رہا تھا کہ پہلے سے انتظامات مکمل کر لئے گئے ہیں۔

’’عمران صاحب۔ چیف کو ہر بات کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے کیا انہیں الہام ہوتا ہے یا کشف ہوتا ہے‘‘...... صدیقی نے کہا تو عمران کا ساکت جسم ایک جھٹکا کھا کر حرکت میں آ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

’’تم نے پوچھا ہے۔ میں تو خود حیران ہوں کہ چیف اور سر سلطان کو کیسے علم ہوا‘‘...... عمران نے صدیقی کی بات کا جواب

دیتے ہوئے کہا۔

''ہیلو''...... اچانک دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خود بول رہا ہوں۔ سر سلطان سے میری بات کراؤ''...... عمران نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''لیں''...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی بھاری آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے ایک بار پھر اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''عمران تم۔ کوئی خاص بات ہوگئی ہے کہ سرکاری فون پر کال کی ہے تم نے''...... سر سلطان نے کہا۔

''میں نے دانستہ ایسا کیا ہے تاکہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کسی غلط آدمی تک نہ پہنچ جائے اور نتیجے میں سینکڑوں کی تعداد میں اغوا شدہ عورتیں ہلاک کر دی جائیں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ کیا بات ہوگئی ہے۔ کھل کر بتاؤ''...... سر سلطان نے کہا۔

''سکاترا جزیرے پر ہمارا ایک مشن مکمل ہونا ہے جس کی سرپرستی وہاں کی حکومت کرے تو معاملات بخیر وخوبی انجام پا سکتے ہیں ورنہ

بہت زیادہ خون بہہ سکتا ہے۔ میں نے چیف سے بات کی تو جواب میں چیف نے کہا کہ انہوں نے آپ کو احکامات دے دیئے ہیں اور امید ہے انتظامات مکمل ہو گئے ہوں گے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ تمہارے چیف نے مجھے فون کر کے بتایا تھا کہ میں سکاترا جزیرے کے گورنر سے رابطہ کر کے عمران اور فورسٹارز کے مشن میں سہولت پیدا کراؤں اور اغوا شدہ عورتوں کو صحیح سلامت واپس لایا جا سکے۔ چنانچہ میں نے یمان کے چیف سیکرٹری شیخ عابد سے بات کی۔ انہیں جب میں نے بتایا کہ پاکیشیا اور دیگر ملکوں سے عورتیں اور لڑکیاں اغوا کر کے جزیرہ سکاترا لائی جاتی ہیں اور پھر وہاں سے کسی خفیہ مقامات پر ان کی نیلامی ہوتی ہے تو وہ بے حد پریشان ہو گئے۔ انہیں چونکہ مجھ پر اعتماد تھا اس لئے انہوں نے میری بات پر یقین کر لیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ پاکیشیا کی ایک سرکاری ایجنسی اس پر کام کر رہی ہے البتہ انہیں سکاترا میں سرکاری سرپرستی چاہئے تاکہ مجرموں کو حکومت کے حوالے کر دیں اور اغوا شدہ عورتوں کو صحیح سلامت ان کے گھروں میں واپس پہنچایا جا سکے۔ ساتھ ہی میں نے انہیں کہا کہ اسے انتہائی سختی سے راز رکھا جائے ورنہ سینکڑوں عورتیں ہلاک کر دی جائیں گی۔ شیخ عابد نے میری بات سے اتفاق کیا اور انہوں نے کہا کہ وہ دو گھنٹوں بعد مجھے خود فون کر کے تفصیل بتائیں گے۔ پھر دو گھنٹے بعد شیخ عابد کا فون آ گیا۔ انہوں نے بتایا کہ سکاترا کے گورنر شیخ اعظم کو تفصیلی ہدایات

دے دی گئی ہیں تو میں نے تمہارا نام انہیں بتا دیا کہ لیڈ تم کرو گے۔ اس لئے اب تمہیں ضرورت پڑے تو گورنر سکاترا کو فون کر کے بطور کوڈ تم نے میرا نام لینا ہے۔ وہ تمہاری ہر طرح سے مدد کرے گا''...... سر سلطان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''لیکج تو نہیں ہو جائے گی''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ شیخ عابد بے حد سمجھ دار آدمی ہیں''...... سر سلطان نے کہا۔

''ان کا فون نمبر بتا دیں''...... عمران نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سر سلطان نے شیخ عابد اور شیخ اعظم دونوں کے فون نمبرز لکھوا دیئے۔

''او کے جناب۔ بے حد شکریہ۔ آپ جیسے بزرگوں کے دم سے دنیا قائم ہے۔ اللہ حافظ''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''فور سٹارز کا مشن منطقی انجام تک پہنچانے والی پٹڑی پر چڑھ چکا ہے۔ اب آخری سین کے بعد پردہ گرانا ہو گا۔ اس لئے کل دس بجے کی فلائٹ پر ہم سکاترا جائیں گے''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''او کے عمران صاحب۔ اب ائیر پورٹ پر ملاقات ہو گی۔ اللہ حافظ''...... صدیقی نے کہا اور دوسروں نے رسمی فقرے بولے اور مڑ کر سٹنگ روم سے باہر چلے گئے۔

''سلیمان دروازہ بند کر دو''...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

''جی صاحب۔ بند کر دیا ہے''...... سلیمان نے گیلری سے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ایکسٹو''...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''معاملات بے حد نازک سطح پر پہنچ گئے ہیں۔ مجبوراً ہمیں وہاں کی انتظامیہ کی خدمات حاصل کرنا پڑی ہیں لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا۔ وہ بے چاری مظلوم عورتیں کہیں ہماری اور مجرموں کی لڑائی میں ہلاک نہ کر دی جائیں''...... عمران نے کہا۔

''آپ کے کہنے پر تو میں نے سر سلطان سے کہا تھا کہ وہ انتظامات کریں۔ اب آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''میں نے اس لئے تمہیں کال کر کے سر سلطان کے ذریعے انتظامات کرانے کا کہا تھا کہ اس وقت گو ٹائیگر نے ابتدائی رپورٹ دی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ معاملات زیادہ گھمبیر ہو جائیں گے۔ ہمیں فائدہ یہ ہو گا کہ وہاں ہمیں سرکاری سرپرستی حاصل ہو جائے گی۔ اس سے ان اغوا شدہ عورتوں کو بھی فائدہ ہو گا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو اب پریشانی کیا ہے۔ کیا سر سلطان نے انتظامات نہیں کرائے یا آپ کی توقع کے خلاف ہیں۔ کیا مسئلہ ہے''...... بلیک

زیرو نے کہا۔

"سکاترا کے گورنر شیخ اعظم کو یقیناً اس ساری واردات کا علم ہو گا اور وہاں مرکزی ملزم ایک آدمی بسطام نامی ہے۔ تمام انتظامات بسطام سر انجام دیتا ہے۔ اس کا ہیڈ سکاترا میں رہنے والا شیخ عافی ہے اور شیخ عافی کے تعلقات گورنر شیخ اعظم سے ہوں گے اور میں چاہتا ہوں کہ باقی کچھ ہو یا نہ ہو، اسے بعد میں بھی دیکھا جا سکتا ہے لیکن اغوا شدہ عورتیں صحیح سلامت واپس اپنے گھروں کو پہنچ جائیں"...... عمران نے کہا۔

"تو عمران صاحب ایک حل اور بھی ہے کہ ہم بسطام تک پہنچیں اور پھر اسے قابو میں کر کے سب سے پہلے ہم ان اغوا شدہ عورتوں کو آزاد کرائیں۔ اس کے بعد ان صاحب سے نمٹا جا سکتا ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹائیگر اور بسطام ایک دوسرے سے ٹکرا چکے ہیں۔ وہ تو چاہتا تھا کہ وہ اکیلا ہی شیخ عافی کے محل پر چھاپہ مارے لیکن میں نے اسے منع کر دیا کیونکہ اکیلا آدمی وہاں زیادہ دور تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس نے نشاندہی کر دی ہے۔ یہی کافی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"تو اب آپ نے کیا سوچا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"سوچنا کیا ہے۔ ہم کل دس بجے کے قریب جو بھی فلائٹ مل جائے سکاترا جائیں گے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے ساتھ کون جا رہا ہے"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"یہ فور سٹارز کا کیس ہے۔ انہوں نے ہی اسے چیک کیا اور وہی اس پر کام کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ مجھ جیسے لٹل سٹار کو ساتھ لے لیتے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

شاندار انداز میں سجے ہوئے آفس میں میز کے پیچھے اونچی پشت کی ریوالونگ چیئر پر ایک اُدھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا۔ اس کے سامنے ایک فائل پڑی ہوئی تھی اور وہ اس پر جھکا ہوا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس آدمی نے رسیور اٹھا لیا۔

''شیخ اعظم بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''شیخ عافی بول رہا ہوں سر۔ حکم''...... شیخ عافی نے نرم اور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''شیخ عافی۔ آپ کا عورتوں کے اغوا اور ان کی خفیہ نیلامی سے کوئی سلسلہ تو نہیں ہے''...... شیخ اعظم نے کہا تو شیخ عافی بے اختیار چونک پڑا۔

''ایسا رذیل جرم میں کیوں کروں گا جناب البتہ اسلحے کی سمگلنگ

کا آپ کو علم ہے اور ہم صرف اسے یہاں سکاترا میں سٹور کرتے ہیں۔ پھر اسے پوری دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے''...... شیخ عافی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں نے اسی لئے فون کیا تھا''...... شیخ اعظم نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو شیخ عافی کے چہرے پر گہرے تشویش کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے کریڈل دبایا اور پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس چیف''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''بسطام کو میرے آفس میں بھجوا دو''...... شیخ عافی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا اور بسطام اندر داخل ہوا۔ اس نے سلام کیا۔

''بیٹھو''...... شیخ عافی نے کہا تو بسطام سامنے کرسی پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔

''اس بار عورتوں کے سلسلے میں مسلسل رکاوٹیں آ رہی ہیں حالانکہ اس سے پہلے کبھی کوئی رکاوٹ نہیں آئی تھی۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے''...... شیخ عافی نے کہا۔

''معمولی سی رکاوٹیں بعض اوقات سامنے آ جاتی ہیں۔ اس بار بھی ایسا ہوا ہے لیکن ہمارے گینگ کے آدمیوں نے تمام رکاوٹیں ختم کر کے عورتوں کو ہم تک پہنچا دیا ہے۔ اب تو صرف نیلامی کی جانی ہے''...... بسطام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی شیخ اعظم کا فون آیا تھا۔ وہ پوچھ رہے تھے کہ کہیں میں عورتوں کے کاروبار میں تو ملوث نہیں ہوں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''شیخ اعظم کو کیسے اس معاملے کا علم ہوا''...... بسطام نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

''شیخ اعظم کو ہمارے اسلحے کے کاروبار کا تو بخوبی علم ہے اور اسے حصہ بھی باقاعدگی سے ملتا ہے لیکن عورتوں کے اس بزنس کا تو انہیں علم نہیں تھا۔ پھر اب کیسے ہو گیا یہی بات پوچھنے کے لئے میں نے تمہیں کال کیا ہے''...... شیخ عافی نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''چیف۔ یہ ہمارے لئے خطرناک ہے چاہے جس طرح بھی انہیں معلومات ملی ہوں ان کا فون کر کے پوچھنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ سرکاری آدمیوں نے اگر ہماری نگرانی شروع کر دی تو معاملات خراب ہو سکتے ہیں۔ اس وقت بڑی تعداد میں عورتیں یہاں موجود ہیں اور ایک لحاظ سے ہم اس وقت بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے ہیں''...... بسطام نے کہا۔

''یہی بات میرے ذہن میں آئی ہے لیکن موجودہ صورت حال میں کیا کیا جائے۔ نیلامی کا پروسیس تو آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے۔ کیا ان عورتوں کو ہلاک کر دیا جائے''...... شیخ عافی نے کہا۔

''چیف۔ آپ گورنر صاحب کو اعتماد میں لیں۔ انہیں بڑا حصہ دینے کا وعدہ کر لیں۔ اس طرح ہم معاملات پر قابو پا سکتے ہیں''۔ بسطام نے کہا۔

''اب کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے انہیں کہہ دیا ہے کہ میرا اس رذیل دھندے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب اگر میں نے اعتراف کر لیا تو وہ یہ سمجھیں گے کہ میں نے ان سے پہلے بھی جھوٹ بولا تھا''...... شیخ عافی نے کہا۔

''تو پھر آپ جیسے حکم دیں''...... بسطام نے کہا۔

''تم نے پہلی نیلامی کی کوئی تاریخ مقرر کی ہے''...... شیخ عافی نے پوچھا۔

''نہیں۔ ایک دو روز میں نیلامی کے بارے میں طے کر لیں گے''...... بسطام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی ایک ہفتہ مزید ٹھہر جاؤ۔ گو خرچہ ہمارا کافی ہو جائے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئے البتہ اس راستے کی نگرانی مزید سخت کر دو جس سے ان عورتوں تک پہنچا جا سکتا ہے''...... شیخ عافی نے کہا۔

''یس سر۔ میں نے پہلے سے زیادہ سخت انتظامات کئے ہیں۔ اب مزید سخت کر دیتا ہوں''...... بسطام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جاؤ اور خیال رکھنا۔ معمولی سی لیک بھی نہ ہو۔ اگر ہو تو پھر میری طرف سے اجازت ہے کہ سب عورتوں کا خاتمہ کر دو۔ ہماری عزت پر کوئی انگلی نہ اٹھائے''...... شیخ عافی نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا چیف''...... بسطام نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر

سلام کر کے مڑا اور آفس سے باہر چلا گیا تو شیخ عافی نے ایک طویل سانس لیا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''سٹار کلب''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''شیخ عافی بول رہا ہوں۔ آسٹن سے بات کراؤ''...... شیخ عافی نے کہا۔

''ہولڈ کریں جناب''...... دوسری طرف سے اس بار انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ آسٹن بول رہا ہوں شیخ صاحب''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''آسٹن۔ تمہارا گروپ کام کر رہا ہے یا نہیں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''کون سا گروپ شیخ صاحب''...... آسٹن نے چونک کر پوچھا۔

''تمہیں تو معلوم ہے کہ ہم اسلحے کے ساتھ ساتھ اغوا شدہ عورتوں کو فروخت کرنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ ہمارے خلاف کوئی گروپ کام کر رہا ہے۔ انہوں نے شیخ اعظم کو شاید عورتوں کے کاروبار کے بارے میں اطلاعات دی ہیں کہ شیخ اعظم نے فون پر مجھ سے بات کی ہے۔ میں نے انہیں تو انکار کر دیا لیکن میں ان اطلاعات مہیا کرنے والوں کو ٹریس کر کے ان کا خاتمہ کرنا چاہتا

ہوں۔ کیا تم یہ کام کر سکو گے۔ منہ مانگا معاوضہ دوں گا''...... شیخ عافی نے کہا۔

''آپ سے کب بات ہوئی ہے شیخ اعظم کی''...... آسٹن نے پوچھا۔

''ابھی ایک گھنٹہ پہلے''...... شیخ عافی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر تو فوری معلومات مل سکتی ہیں۔ صرف ایک گھنٹہ دے دیں۔ معاوضہ ایک لاکھ ڈالر ہو گا''...... آسٹن نے کہا۔

''مل جائے گا''...... شیخ عافی نے لاپرواہ سے لہجے میں کہا۔

''او کے۔ میں ایک گھنٹے بعد خود آپ کو فون کروں گا''۔ آسٹن نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو شیخ عافی نے رسیور رکھ دیا۔

''کم از کم پتہ تو چلے کہ رکاوٹیں ڈالنے والے لوگ ہیں کون''۔ شیخ عافی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو شیخ عافی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ شیخ عافی بول رہا ہوں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''آسٹن بول رہا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے آسٹن کی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کیا معلومات ملی ہیں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''یمان کے چیف سیکرٹری شیخ عابد نے سکاترا کے گورنر شیخ اعظم کو فون کر کے کہا کہ سکاترا میں اغوا شدہ عورتوں کو نیلام کرنے کا

دھندہ ہو رہا ہے۔ پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سرسلطان نے انہیں فون کر کے بتایا تھا اور آپ کا نام لیا گیا ہے جس پر شیخ اعظم نے آپ کو فون کیا۔ آپ کے جواب کے بعد انہوں نے شیخ عابد کو کہا کہ ایسا نہیں ہو رہا اور نہ ہی ہونے دیا جائے گا۔ شیخ اعظم کو بتایا گیا کہ کچھ افراد اس سلسلے میں پاکیشیا سے سکاترا آ رہے ہیں۔ وہ سرسلطان کا کوڈ استعمال کریں گے۔ ان سے شیخ اعظم نے مکمل تعاون کرنا ہے اور ابھی تک یہ لوگ پہنچے نہیں ہیں کیونکہ ابھی تک شیخ اعظم سے ان کا رابطہ نہیں ہوا''...... آسٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اتنی جلدی اتنی تفصیلی معلومات کیسے مل گئیں''...... شیخ عافی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہمارا تو بزنس یہی ہے شیخ صاحب۔ گورنر شیخ اعظم کی سیکرٹری ہمارے گروپ کی ہے۔ اس سے گورنر ہاؤس کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی''...... آسٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ایک کام اور کرو''...... شیخ عافی نے کہا۔

''حکم کریں''...... آسٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب جب بھی اس سلسلے میں کوئی کلیو ملے یا کوئی شخص ان سے رابطہ کرے تو فوراً مجھے اطلاع دو گے''...... شیخ عافی نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی۔ آپ معاوضہ بھجوا دیں۔ پہلے کام کا ایک لاکھ اور دوسرے ٹاسک کا دو لاکھ ڈالرز''...... آسٹن نے کہا۔

''او کے''...... شیخ عافی نے کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

''یس باس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''سٹار کلب کے آسٹن کو تین لاکھ ڈالرز کا چیک بھجوا دو''...... شیخ عافی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

دو کاریں تیز رفتاری سے سکاترا کے شمال مشرق میں ایک محل نما رہائش گاہ کی طرف بڑھی جا رہی تھیں۔ پہلی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر اور سائیڈ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا جبکہ عقبی سیٹ پر صدیقی اور چوہان موجود تھے جبکہ عقبی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی اور سائیڈ سیٹ پر خاور موجود تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی سکاترا پہنچنے کے بعد ائیرپورٹ سے ٹائیگر کی رہنمائی میں اس رہائش گاہ پر پہنچے تھے جو عمران کے کہنے پر ٹائیگر نے ہائر کی ہوئی تھی۔ وہاں ٹائیگر نے انہیں تفصیل سے بتایا کہ شیخ عافی کی محل نما رہائش گاہ میں بڑے بڑے خفیہ تہہ خانے ہیں اور ان تہہ خانوں میں اغوا شدہ عورتیں موجود ہیں جن کی ٹانگوں کے ساتھ باقاعدہ بم باندھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس راستے کے بارے میں بھی بتایا جس راستے سے وہ ان خفیہ تہہ خانوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا۔ چنانچہ عمران نے اغوا شدہ عورتوں کے تحفظ کے لئے باقاعدہ منصوبہ

بندی کی اور اس منصوبہ بندی کے تحت دونوں کاریں شیخ عافی کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ پھر دور سے انہیں ایک سائیڈ پر بنی ہوئی محل نما رہائش گاہ نظر آنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں اس رہائش گاہ کے جہازی سائز کے پھاٹک کے سامنے پہنچ کر رک گئیں۔ عمران اور اس کے ساتھی ٹائیگر سمیت یورپی میک اپ میں تھے۔ اپنی رہائش گاہ سے روانگی سے پہلے عمران نے فون پر شیخ عافی سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے بتایا گیا کہ شیخ عافی کسی اجنبی سے براہِ راست بات نہیں کرتے۔ پہلے اس کے سیکرٹری رامش سے بات ہو گی۔ پھر اگر رامش مطمئن ہو گا تو وہ شیخ عافی سے بات کرا دے گا۔ چنانچہ عمران کا رابطہ بھی رامش سے ہوا تو عمران نے یورپی لارڈ جیفرے بن کر بات چیت کی اور اس نے شیخ عافی سے منہ مانگی قیمت پر ایک سو عورتیں خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا بشرطیکہ اسے تمام عورتوں میں سے سو عورتوں کے انتخاب کا موقع دیا جائے۔ رامش نے اپنے طور پر اطمینان کر کے اس کی ملاقات شیخ عافی سے فون پر کرا دی تھی اور شیخ عافی نے انہیں اپنی رہائش گاہ پر آنے کی دعوت دے دی۔ اس دعوت کے پیش نظر عمران اور اس کے ساتھی شیخ عافی کی محل نما کوٹھی پر پہنچے تو پھاٹک کے باہر دو مسلح دربان موجود تھے۔ ان میں سے ایک تیزی سے کار کی طرف آیا۔

”شیخ صاحب سے کہو کہ لارڈ جیفرے اپنے ساتھیوں سمیت آیا

ہے''...... عمران نے دربان سے کہا تو دربان سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور پھر اس نے جیب سے ریموٹ کنٹرول نما آلہ نکال کر اسے آپریٹ کیا تو بڑا پھاٹک میکانکی انداز میں خود بخود کھلتا چلا گیا۔

''تشریف لے جائیں۔ جناب رامش آپ کے منتظر ہیں''۔

دربان نے کہا تو ٹائیگر نے کار آگے بڑھا دی۔ وسیع و عریض لان کے ایک طرف پارکنگ تھی جس میں اس وقت بھی چار جدید ترین ماڈل کی قیمتی کاریں موجود تھیں۔ اصل عمارت کے باہر بیس کے قریب مشین گنوں سے مسلح افراد گھوم پھر رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی کاریں پارکنگ میں رکیں اور وہ نیچے اترے تو سامنے عمارت میں سے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کے عقب میں مشین گنوں سے مسلح دو افراد آ رہے تھے۔

''میرا نام رامش ہے''...... آنے والے نے قریب آ کر کہا۔

''لارڈ جیفرے''...... عمران نے آگے بڑھتے ہوئے خالصتاً یورپی لہجے میں کہا۔ پھر دونوں نے مصافحہ کیا۔

''آیئے ادھر ڈرائینگ روم میں تشریف لائیں''...... رامش نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب ایک وسیع ہال نما ڈرائینگ روم میں پہنچ گئے۔ چند لمحوں بعد انہیں شراب کی آفر کی گئی لیکن عمران نے یہ کہہ کر شراب پینے سے انکار کر دیا کہ وہ صرف رات کو سونے سے پہلے شراب پینے کا اصول رکھتے ہیں تو رامش کے حکم پر انہیں

لوکل مشروب سرو کر دیئے گئے۔

''آپ نے فون پر کہا تھا کہ آپ سو عورتیں خریدنا چاہتے ہیں''...... رامش نے کہا۔

''ہاں۔ بشرطیکہ ہمیں انتخاب کا موقع دیا جائے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ اتنی تعداد میں کیوں خریدنا چاہتے ہیں اور وہ بھی ایشیائی عورتیں''...... رامش نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''مجھے مشرقی حسن پسند ہے''...... عمران نے بڑے لاڈ بھرے انداز میں کہا۔

''لیکن اتنی بڑی تعداد کا آپ کیا کریں گے''...... رامش نے کہا۔

''مسٹر رامش۔ جس رہائش گاہ میں آپ اس وقت موجود ہیں اس سے تین گنا زیادہ بڑا ہمارا محل ہے۔ ہم جدی پشتی لارڈ ہیں اور آئر لینڈ کی حکومت کی طرف سے باقاعدہ لارڈ شپ کا گولڈن بیج ہمیں ملا ہوا ہے''...... عمران نے کہا۔

''سوری لارڈ۔ میرا مقصد آپ کی توہین نہ تھا۔ آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آئر لینڈ سے تصدیق کر چکے ہیں کہ آپ واقعی لارڈ ہیں۔ میں تو صرف تعداد کی وجہ سے پوچھ رہا تھا''۔ اس بار رامش نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو ہمیں بتائیں کہ کیا معاوضہ لیں گے آپ''...... عمران نے

کہا۔

''اس کا فیصلہ شیخ صاحب کیا کرتے ہیں۔ میں انہیں اطلاع دے دیتا ہوں اور انتخاب کے لئے بھی انتظامات کرا دیتا ہوں''۔ رامش نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ان عورتوں کو یہاں سے آئر لینڈ پہنچانا بھی آپ کو ہی ہو گا۔ اس کا معاوضہ بھی ہم پیشگی ادا کرنے کے لئے تیار ہیں''...... عمران نے کہا تو رامش نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر مڑا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں سے اس انداز میں باتیں کرنا شروع کر دیں جیسے انتخاب کے بارے میں ساتھیوں سے مشورہ لے رہا ہو۔ اس کے ساتھی سمجھ گئے کہ عمران ہر لحاظ سے محتاط رہنا چاہتا ہے اس لئے انہوں نے بھی انتخاب کے بارے میں ہی باتیں شروع کر دیں۔ کچھ دیر بعد چار مشین گنوں سے مسلح افراد اندر داخل ہوئے اور پھر سائیڈ دیوار کے ساتھ پشت لگا کر بڑے چوکنا انداز میں کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ایک اُدھیڑ عمر آدمی جس نے سوٹ پہنا ہوا تھا البتہ اس کے سر پر رومال عربی سٹائل میں بندھا ہوا تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے رامش تھا۔

''جناب شیخ عافی''...... رامش نے اندر داخل ہوتے ہی کہا تو عمران اور اس کے ساتھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''لارڈ جیفرے اپنے ساتھیوں سمیت آپ کا استقبال کرتا ہے''۔

عمران نے آگے بڑھ کر شیخ عافی سے مصافحہ کیا۔

''تشریف رکھیں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''آپ بیٹھیں۔ آپ پہلے کبھی نیلامی میں شامل نہیں ہوئے۔ آپ کو کس نے اس بارے میں بتایا ہے''...... شیخ عافی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''آپ ریاست سبولش کے شیخ محمود کو تو جانتے ہوں گے''۔ عمران نے کہا۔

''ہاں۔ انہیں کون نہیں جانتا''...... شیخ عافی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''وہ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ ان کے محل میں جب میں نے مشرقی عورتوں کو دیکھا تو میں مشرقی حسن سے بے حد متاثر ہوا۔ میں نے شیخ محمود سے پوچھا تو انہوں نے آپ کا نام لیا اور نیلامی وغیرہ کے بارے میں بتایا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں لیکن یہ بتا دوں کہ اگر آپ انتخاب کریں گے تو فی عورت آپ کو بیس لاکھ ڈالرز ادا کرنا ہوں گے۔ اگر آپ نیلامی میں حصہ لینا چاہیں تو پھر نیلامی اس سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی''...... شیخ عافی نے کہا۔

''یہ تو آپ بہت زیادہ بتا رہے ہیں۔ مجھے شیخ محمود نے بتایا تھا کہ ایک لاکھ ڈالرز میں خوبصورت، صحت مند اور کم عمر عورت مل جاتی ہے۔ آپ انتخاب کی وجہ سے اسے ڈبل کر لیں''...... عمران

نے کہا۔

''نہیں سوری۔ پھر آپ نیلامی میں حصہ لیں۔ انتخاب کرنے پر تو زیادہ معاوضہ ہوگا''...... شیخ عافی نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نیلامی کب ہوگی''...... عمران نے پوچھا۔

''آپ اپنا فون نمبر رامش کو دے دیں۔ وہ آپ کو مطلع کر دے گا۔ تاریخ سے بھی اور مقام نیلامی سے بھی۔ اب مجھے اجازت دیں''...... شیخ عافی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے ارے بیٹھیں۔ مزید بات کر لیتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں سوری۔ بیس لاکھ ڈالرز فی عورت منظور ہو تو ٹھیک ہے۔ معاوضہ پیشگی ادا کر دیں اور سو عورتوں پر اپنا نام لکھوا دیں۔ یہ عورتیں آپ کے حوالے کر دی جائیں گی۔ اس سے ایک ڈالر بھی کم نہیں ہوگا''...... شیخ عافی نے کھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے لیکن آپ پہلے مجھے عورتیں دکھا دیں تاکہ مجھے معلوم ہو سکے کہ ان عورتوں کی کیا پوزیشن ہے''۔ عمران نے کہا۔

''آپ معاوضہ کیسے ادا کریں گے''...... شیخ عافی نے واپس کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''گارینٹڈ چیک کے ذریعے''...... عمران نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

''اوکے۔ کاٹ دیں چیک۔ پھر رامش آپ کو وہاں لے جائے گا جہاں یہ عورتیں موجود ہیں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''لیکن چیک میں آپ کے یا رامش کے حوالے اس وقت کروں گا جب میں ان عورتوں کو دیکھ لوں گا۔ پہلے نہیں''...... عمران نے کہا۔

''چیک آپ میرے سامنے لکھیں پھر آگے بات ہو گی ورنہ نہیں''...... شیخ عافی نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب سے گارینٹڈ چیک بک نکالی۔ اس پر رقم لکھی اور پھر دستخط کر کے اس نے بک میں سے چیک علیحدہ کر کے چیک بک واپس جیب میں ڈال لی۔

''ٹھیک ہے۔ اب رامش آپ کو لے جائے گا اور پھر یہ چیک آپ رامش کے حوالے کر دیں گے''...... شیخ عافی نے کہا۔

''آپ ہمارے ساتھ چلیں گے۔ ہم نے انتخاب میں آپ سے مشورہ لینا ہے کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ بے حد حسن شناس ہیں''...... عمران نے قدرے خوشامدانہ لہجے میں کہا تو شیخ عافی کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''چلیں۔ آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتا ہوں۔ ہاں۔ یہ میں بتا دوں کہ ان عورتوں کو یہاں سے آپ تک پہنچانے کے انتظامات رامش کر دے گا البتہ آپ کے پاس اسلحہ کی شکل میں جو

کچھ بھی موجود ہے وہ آپ نکال کر یہاں رکھ دیں۔ وہاں آپ کو چیکنگ سپاٹس سے گزرنا پڑے گا''...... شیخ عافی نے کہا۔

''ہمارا اسلحہ سے کیا تعلق''...... عمران نے جواب دیا۔

''رامش۔ انتظامات کرو تاکہ لارڈ صاحب کی خواہش پوری کر دی جائے''...... شیخ عافی نے رامش سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس چیف''...... رامش نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر ڈرائینگ روم سے باہر چلا گیا۔

''یہ کاروبار آپ کب سے کر رہے ہیں''...... عمران نے شیخ عافی سے پوچھا۔

''سات آٹھ سال ہوئے ہیں''...... شیخ عافی نے کہا۔

''پھر تو یہ وسیع نیٹ ورک کا کام ہے۔ آپ اکیلے کیسے کر سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''پاکیشیا اور کافرستان میں ہمارا وسیع نیٹ ورک موجود ہے''۔ شیخ عافی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد رامش واپس آ گیا اور اس نے انتظامات کی اطلاع دی۔

''آیئے''...... شیخ عافی نے اٹھتے ہوئے کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے اٹھتے ہی اس کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک طویل گیلری سے گزر رہے تھے۔ سب سے آگے رامش تھا جبکہ اس کے پیچھے عمران اور شیخ عافی تھے اور ان کے پیچھے

عمران کے ساتھی تھے۔ سب سے آخر میں مشین گنوں سے مسلح چار افراد تھے اور جس راہداری سے وہ گزر رہے تھے وہاں بھی دونوں اطراف میں مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے۔

''اس قدر تعداد میں مسلح افراد آپ نے کیوں رکھے ہوئے ہیں''...... عمران نے شیخ عافی سے کہا۔

''جب یہاں عورتیں موجود ہوتی ہیں تو میں مسلح افراد کی تعداد بڑھا دیتا ہوں۔ جب نہیں ہوتیں تو تھوڑی تعداد میں افراد نظر آتے ہیں''...... شیخ عافی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی جیبوں میں مشین پسٹلز اور گیس پسٹلز موجود تھے لیکن عمران کو معلوم تھا کہ ایسا کاروبار کرنے والے چیکنگ کے لئے مشینی ذرائع استعمال کرتے ہیں اس لئے اس نے مشین پسٹلز اور گیس پسٹلز کو پیراشوٹ کلاتھ میں لپیٹا ہوا تھا۔ عمران کو معلوم تھا کہ چیکنگ ریز پیراشوٹ کلاتھ کو کراس نہیں کر سکتیں اور ایسا ہی ہوا۔ گیلری کی چھت پر چیکنگ پوائنٹس موجود تھے لیکن وہ سب اطمینان سے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب وہ ایک بڑے سے دروازے پر پہنچے تو عمران نے گردن موڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر سر سے مخصوص اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی سفید رنگ کی گیند نکال کر اچانک فرش پر مار دی اور خود سانس روک لیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے اس کے ساتھیوں نے بھی سانس روک لئے ہوں گے۔ گیند فرش سے

ٹکراتے ہی ٹوٹ گئی اور پلک جھپکنے سے پہلے ہی شیخ عافی، رامش اور مسلح افراد سب لہرا کر نیچے فرش پر گر گئے۔ چند لمحوں بعد عمران نے سانس لیا تو گیس کے اثرات ختم ہو چکے تھے۔ اس نے زور زور سے سانس لیا تو اس کے ساتھیوں نے بھی سانس لینے شروع کر دیئے۔ اس نے خصوصی طور پر ایسی گیس کا انتخاب کیا تھا جو تیزی سے پھیلنے کے ساتھ ہی جلد ہی اپنا اثر ختم کر دیتی تھی۔

”صدیقی۔ تم اپنے ساتھیوں کو ساتھ لو اور باہر گیس فائر کر دو اور پھر عمارت میں بھی۔ یہاں کوئی آدمی ہوش میں نہیں ہونا چاہئے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری وجہ سے اغوا شدہ عورتوں کو کوئی تکلیف پہنچے“...... عمران نے صدیقی اور اس کے ساتھیوں سے کہا تو وہ تیزی سے مڑے اور دوڑتے ہوئے اس طرف چلے گئے جدھر سے وہ آئے تھے۔ راستے میں موجود مسلح افراد بھی بے ہوش پڑے نظر آ رہے تھے۔

”اس دروازے کو کھول کر اندر گیس فائر کر دو ورنہ یہاں مسلح افراد سے کوٹھی میں موجود اغوا شدہ عورتیں بھی ہلاک ہو سکتی ہیں“۔ عمران نے کہا۔

”یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں دوسری طرف سے اس ہال تک پہنچ چکا ہوں اس لئے مجھے دوسری طرف کی سچوئیشن معلوم ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”میں اس ڈرائینگ روم میں جاتا ہوں اور وہاں فون موجود

ہے۔ میں شیخ عابد اور شیخ اعظم کو فون کر کے کال کرتا ہوں تا کہ وہ سب کچھ خود دیکھ سکیں“...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے ”یس سر“ کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران واپس مڑا اور جس راستے سے وہ یہاں تک پہنچا تھا اسی راستے سے گزر کر وہ ڈائینگ روم میں پہنچ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ صدیقی اور اس کے ساتھی اپنا کام بخوبی کر رہے ہوں گے۔ اس نے یہ پلاننگ اس لئے مرتب کی تھی کہ اغوا شدہ عورتیں صحیح سلامت اپنے گھروں تک پہنچائی جا سکیں۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو حسب روایت اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر رسمی سلام دعا کے بعد عمران اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا تو بلیک زیرو بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''عمران صاحب۔ آپ نے فور سٹارز کی تمام محنت کا کریڈٹ سوپر فیاض کے کھاتے میں ڈال دیا ہے حالانکہ فور سٹارز بھی سرکاری ایجنسی ہے''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے فور سٹارز کے چیف صدیقی سے جب چیک کا مطالبہ کیا تو اس نے تم سے بھی زیادہ سختی سے انکار کر دیا۔ اب تم خود بتاؤ کہ میں کیا کر سکتا تھا سوائے سوپر فیاض سے وصولی کس سے ہو سکتی تھی''......عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''اخبارات سوپر فیاض اور سول انٹیلی جنس کی تعریفوں سے بھرے پڑے ہیں۔ سوپر فیاض کی تو لاٹری نکل آئی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''لیکن عمران صاحب۔ آپ نے راجہ ثروت کو ہلاک کرنے کی بجائے گرفتار کرا دیا ہے حالانکہ پاکیشیا میں تو اس کاروبار میں مرکزی کردار اس کا تھا۔ ایسے آدمی کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی یہی چاہتے تھے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے لیکن میں نے دانستہ اسے گرفتار کرایا ہے۔ اگر اسے ہلاک کر دیا جاتا تو اس کی شہرت قائم رہتی اور سب کچھ اس کی موت میں چھپ جاتا۔ ایسے آدمی کو ثبوتوں سمیت جب عدالت میں لایا جائے گا تو ایسے لوگوں کا کچا چٹھا سب لوگوں کے سامنے آ جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے چہروں پر پڑے شرافت اور خاندانی پن کے نقاب الٹ جاتے ہیں اور ان کے اصل چہرے سامنے آ جاتے ہیں''......عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن عمران صاحب۔ آپ نے سکاترا میں موجود مین کردار شیخ عافی اور اس کے ساتھیوں کو وہاں کی حکومت کے حوالے کر دیا۔ یہ شیخ عافی تو خاصا بااثر آدمی ہے۔ وہ تو صاف بچ نکلے گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم اخبارات دیکھتے ہو، پڑھتے نہیں ہو ورنہ تم یہ خبر ضرور پڑھ لیتے کہ یمان عدالت نے شیخ اعظم اور شیخ عابد کے بیانات پر شیخ عافی اور اس کے اٹھارہ ساتھیوں کو مجرم قرار دیتے ہوئے موت کی سزا سنا دی ہے اور اس سزا پر عمل درآمد بھی

ہو چکا ہے۔ وہاں کی عدالتیں ایسے ہی جلد نہ صرف فیصلے کرتی ہیں بلکہ ان فیصلوں پر عمل درآمد بھی ہو جاتا ہے اور ایسا کرنا ہمارے لئے ضروری تھا کیونکہ سکاترا سے یمان حکومت کی مدد کے بغیر اغوا شدہ عورتوں کو صحیح سلامت واپس ان کے گھروں تک نہ پہنچایا جا سکتا تھا"...... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ سوائے راجہ ثروت کے باقی سب اپنے کیئے کی سزا پا چکے ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"حتیٰ کہ وائٹ برڈ نامی مال بردار بحری جہاز کو بھی حکومت نے ضبط کر لیا ہے بلکہ اس کے پائلٹ اور کیپٹن ہنری مارتھ کو بھی مجرموں کا آلہ کار قرار دے کر اس کے خلاف تعزیری کارروائی کی جا رہی ہے"...... عمران نے کہا۔

"ایسا ہونا بھی چاہئے۔ ایسے لوگ معاشرے کا ناسور ہیں۔ کس قدر خوبصورت نام ہے وائٹ برڈ اور کس قدر گھناؤنا کاروبار اس میں کیا جا رہا تھا"...... بلیک زیرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں پسند ہے تو بے شک بلیک زیرو کی بجائے وائٹ زیرو رکھ لو"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"اب ہنستے ہی رہو گے یا مجھے معاوضے کا بڑی مالیت کا چیک بھی دو گے"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

"معاوضہ۔ چیک کس بات کا۔ آپ نے فور سٹارز کا مشن مکمل کیا ہے سیکرٹ سروس کا نہیں۔ پھر آپ نے سوپر فیاض سے یقیناً

بھاری مالیت کا چیک وصول کر لیا ہو گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"فور سٹارز نے تو صاف جواب دے دیا تھا البتہ سوپر فیاض سے جو کچھ وصول ہوا اس پر سلیمان نے قبضہ کر لیا اور اب صرف مجھے سلیمان خیراتی کارپوریشن کی طرف سے شکریہ کا خط مل جائے گا اس لئے اب ایکسٹو کی ہی منت کی جا سکتی ہے"...... عمران نے بڑے فدویانہ لہجے میں کہا۔

"آپ کو اگر میں نے چیک دے بھی دیا تو اس پر بھی سلیمان قبضہ کر لے گا۔ پھر"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ اس نے کہا ہے کہ میں چیف سے چیک وصول کر کے خود ہی گول گپے کی پلیٹ کھا سکتا ہوں کیونکہ اسے معلوم ہے کہ چیف مجھے جو چیک دیتا ہے اس سے ایک پلیٹ گول گپے ہی کھائے جا سکتے ہیں"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

ختم شد

ہر قسم کے ناول، ماہانہ ڈائجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران سیریز
لائبریری
0301-7293206
0334-9800611

عمران سیریز میں ایک دلچسپ چیلنج سے بھرپور ناول

مکمل ناول

ماسٹر لیبارٹری

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

- ایک ایسی لیبارٹری جسے دنیا کی محفوظ ترین لیبارٹری بنا دیا گیا تھا۔ کیسے؟
- لیبارٹری میں کسی بیرونی مداخلت کا تصور تک موجود نہ تھا۔ کیوں —؟
- ماسٹر لیبارٹری جسے ناقابل تسخیر لیبارٹری کا نام دیا گیا اور واقعی تھا بھی ایسا ہی۔ مگر کیسے —؟
- عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس لیبارٹری میں داخل ہونے کا چیلنج کھلے عام قبول کر لیا۔ پھر —؟
- وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھی باوجود یقینی موت سے دوچار ہونے کے لیبارٹری میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ کیسے —؟
- وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندہ واپسی ناممکن بنا دی گئی۔
- وہ لمحہ جب عمران کے خلاف اطالیہ کے چیف سیکرٹری نے سر سلطان کو شکایت کر دی اور انتقام لینے کی دھمکی دی۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا —؟
- وہ لمحہ جب چیف سیکرٹری اطالیہ کو سر سلطان سے معافی مانگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ کیوں اور کیسے؟ ☆ انتہائی دلچسپ، انوکھا اور یادگار ایڈونچر ناول ☆

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں دلچسپ اور یادگار ناول

مکمل ناول

گروپ فائٹنگ

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

- دو ایسے مشنز جن کی تکمیل کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے دو علیحدہ علیحدہ گروپ کام کر رہے تھے۔
- وہ لمحہ جب پاکیشیا سیکرٹ سروس کے دونوں گروپ خوفناک انداز میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ انتہائی ہولناک اور جان لیوا ٹکراؤ۔ لیکن کیوں؟
- وہ لمحہ جب عمران کے ساتھ صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر، جولیا اور صالحہ تھیں اور صدیقی کے ساتھ نعمانی، چوہان اور خاور تھے۔ ایک دوسرے سے حقیقتاً لڑ پڑے۔ ایسی لڑائی جس کا انجام مکمل تباہی کی صورت میں نکل سکتا تھا۔ پھر کیا ہوا؟
- وہ لمحہ جب صدیقی نے بطور گروپ لیڈر عمران کی ہدایات اور احکامات تسلیم کرنے سے کھلے عام انکار کر دیا۔ کیوں؟
- وہ لمحہ جب ایکسٹو، صدیقی کو سزا دینے پر تل گیا تھا مگر عمران نے صدیقی کی سائیڈ لے لی۔ پھر کیا ہوا؟
- وہ لمحہ جب ایکسٹو نے صدیقی کو وارننگ دی۔ یہ وارننگ کیا تھی؟

کیا وہ مشنز مکمل ہو سکے۔ یا؟ انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور منفرد انداز کی کہانی

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں دلچسپ اور ہنگامہ خیز کہانی

مکمل ناول

بلیو برڈ گروپ

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

بلیو برڈ گروپ = جو سائنس دانوں کا گروپ تھا لیکن اسے بدمعاشوں کی ماتحتی میں دے دیا گیا۔ کیوں ——؟

ریڈ وولف = ایکریمیا کی سرکاری تنظیم جس کے تین سپر ایجنٹس کا ٹکراؤ ٹائیگر سے ہو گیا اور پھر وہ تینوں سپر ایجنٹس اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کیسے ——؟

ٹائیگر = جس نے اس مشن میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اپنی کارکردگی سے حیرت زدہ کر دیا۔ کیسے ——؟

ٹائیگر = جسے گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا لیکن وہ پھر بھی ناقابل شکست رہا۔ کیسے؟

وہ لمحہ = جب شدید زخمی ہونے کے باوجود عمران اور اس کے ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے ٹائیگر کو ہی حرکت میں آنا پڑا۔ پھر ——؟

وہ لمحہ = جب عمران نے ٹائیگر کی کارکردگی پر نہ صرف سرعام فخر کا اظہار کیا بلکہ پہلی بار اسے زبردست خراج تحسین بھی پیش کیا۔

ٹائیگر کا ایسا کارنامہ جس پر خود ٹائیگر کو بھی فخر تھا

ہنگامہ خیز، سسپنس اور ایکشن سے بھرپور ایسی کہانی جو مدتوں فراموش نہ کی جا سکے گی

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار ایڈونچر

مکمل ناول

ٹارگٹ عمران

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

☘ عمران شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔ پھر ——؟

☘ عمران کو بیماری کے دوران ہسپتال میں ہی ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ پھر؟

☘ وہ لمحہ جب یہودیوں کی انتہائی خطرناک تنظیم فارما نے اپنا سپر ایجنٹ پاکیشیا بھجوا دیا۔ ٹارگٹ عمران تھا۔

☘ وہ لمحہ جب تھامس، عمران کو ہلاک کر کے فتح کے شادیانے بجاتا ہوا واپس چلا گیا۔ پھر؟

☘ کیا واقعی عمران ہلاک ہو گیا۔ یا ——؟

☘ وہ لمحہ جب عمران کا شاگرد ٹائیگر، تھامس تک پہنچ گیا اور پھر ان دونوں کے درمیان خوفناک فائٹ ہوئی۔ نتیجہ کیا نکلا ——؟

☘ وہ لمحہ جب فارما کے دو اور سپر ایجنٹس چارلی اور مچلی عمران کے سر پر پہنچ گئے۔

☘ وہ جان لیوا لمحات جب بیمار عمران اور فارما کے سپر ایجنٹوں کے درمیان ہسپتال کے تہہ خانے میں انتہائی خوفناک جسمانی فائٹ ہوئی۔ نتیجہ کیا نکلا ——؟

☘ کیا بیمار عمران فائٹر سپر ایجنٹوں کا مقابلہ کر سکا۔ یا ——؟

☘☘ تیز ایکشن اور جسمانی فائٹس سے بھرپور ایک دلچسپ اور یادگار ناول ☘☘☘

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں دلچسپ اور یادگار ناول

مکمل ناول

بلیک ہیڈ

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

سپر تھری ٭ یہودیوں کی ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم جو تمام تر اعلیٰ تربیت یافتہ ایجنٹوں پر مشتمل تھی۔

سپر تھری ٭ جس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتمے کیلئے پورے ایکریمیا میں قدم قدم پر موت کے جال بچھا دیئے۔

بلیک ہیڈ ٭ جس کے اصل موجد سائنس دان پاکیشیا میں ذہنی توازن کھو چکے تھے مگر؟

بلیک کلب ٭ سیاہ فاموں کا ایک ایسا کلب جہاں ہر لمحے موت ناچتی تھی لیکن جولیا اور صالحہ وہاں پہنچ گئیں اور پھر بلیک کلب بھونچال کی زد میں آ گیا۔ کیسے؟

وہ لمحہ ٭ جب عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس قدم قدم پر موت سے لڑتے ہوئے ٹارگٹ پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ انہیں ڈاج دیا گیا ہے۔ ایسا ڈاج جس کا علم انہیں آخری لمحے تک نہ ہو سکا۔ کیا واقعی۔ پھر کیا ہوا؟

وہ لمحہ ٭ جب اصل مشن ایک بوڑھے سائنس دان نے اکیلے مکمل کر لیا اور عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس منہ دیکھتی رہ گئی۔ کیوں اور کیسے؟

❖❖❖ انتہائی دلچسپ ایڈونچر۔ خوفناک جسمانی فائٹ۔ بے پناہ سسپنس ❖❖❖

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار کہانی

مکمل ناول

وننگ پارٹی

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

بلیک راڈ = ایکریمیا کی ایک ایسی ایجنسی جس کا ریکارڈ شاندار تھا۔

جیمز اور ماریا = بلیک راڈ کے سپر ایجنٹس، جنہوں نے پاکیشیا کے پہاڑی علاقے میں خفیہ لیبارٹری کو تباہ کرنا تھا۔ مگر ——؟

جیمز اور ماریا = جنہوں نے نہ صرف خفیہ لیبارٹری کو ٹریس کر لیا بلکہ اسے تباہ کرنے کے اقدامات بھی کرتے رہے لیکن عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سب کچھ جاننے کے باوجود حرکت میں نہ آئے۔ کیوں ——؟

وہ لمحہ = جب عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی جگہ ٹائیگر، جوزف اور جوانا میدان میں اترے اور پھر ایکریمین ایجنٹس نے ٹائیگر کو مافوق الفطرت قرار دے دیا۔ کیوں ——؟

وہ لمحہ = جب جوزف اور جوانا نے اپنی جان پر کھیل کر لیبارٹری کو بچا لیا لیکن وہ پھر بھی ناکام قرار دیئے گئے۔ کیوں ——؟

= غیر ملکی ایجنٹس جو پاکیشیا میں مشن مکمل کرنے کے بعد وننگ پارٹی قرار دے دیئے گئے حالانکہ؟ ❖❖❖ انتہائی دلچسپ، یادگار اور منفرد انداز کی کہانی ❖❖❖

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں سارج ایجنسی کے بعد ایک اور دلچسپ ،منفرد اور ہنگامہ خیز ایڈونچر

مکمل ناول

سارج ہیڈ کوارٹر

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

!!!! سارج ایجنسی کا ہیڈکوارٹر حتمی طور پر نا قابل تسخیر تھا۔لیکن ——؟

!!!! سارج ہیڈکوارٹر جو ایک ویران پہاڑی علاقے میں زیر زمین بنایا گیا تھا اور اس سارے پہاڑی راستے پر جدید ترین حفاظتی آلات نصب کر دیئے گئے تھے۔

!!!! سارج ہیڈکوارٹر جس میں داخلے کے تمام راستے سیلڈ کر دیئے گئے۔پھر——؟

!!!! سارج ہیڈکوارٹر جس میں داخل ہونے کے لئے عمران نے ایک نا قابل یقین راستہ ڈھونڈ نکالا لیکن یہ راستہ یقینی موت کی طرف بھی جاتا تھا۔پھر——؟

!!!! سارج ہیڈکوارٹر جس میں داخلے کے بعد عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس پر ہر طرف سے قیامت ٹوٹ پڑی۔کیوں؟ کیا سارج ہیڈکوارٹر تباہ ہو سکا۔یا۔؟

!!!! وہ لمحہ جب عمران مشین گن کی گولیوں کی زد میں آکر موت کے پنجوں میں اس طرح جکڑا گیا کہ اس کی واپسی تقریباً ناممکن ہو کر رہ گئی۔

!!!! وہ لمحہ جب عمران کا آپریشن سارج ہیڈکوارٹر میں ہی کیا گیا۔کس نے اور کیسے؟
وہ لمحہ جب تنویر نے اپنا خون دے کر عمران کی زندگی بچالی۔کیا واقعی عمران بچ گیا؟

!!!! انتہائی دلچسپ، ہنگامہ خیز ایکشن اور سسپنس سے بھرپور یادگار ایڈونچر !!!!

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
lob
333-6106573
336-3644440
336-3644441
h 061-4018666
.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں سسپنس اور ایکشن سے بھرپور منفرد ناول

مکمل ناول

گولڈ سرکل

ڈاکٹر گولڈ —— ایک ایسا سائنسدان جس نے دنیا بھر کی معیشت کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور پاکیشیا سمیت کئی ممالک اس منصوبے کی لپیٹ میں آگئے۔

ڈاکٹر گولڈ —— جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی موجودگی میں پاکیشیا میں کامیاب کارروائیاں کرنے لگا۔

ڈاکٹر گولڈ —— جس کے بارے میں دنیا کا کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈاکٹر گولڈ کی تلاش میں سرگرداں تھی لیکن اس کا کہیں نام ونشان نہیں تھا۔

ڈاکٹر گولڈ —— جس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی موجودگی میں پاکیشیا کے مرکزی بینک سے اربوں ڈالرز کے سونے کے ذخائر چوری کر لئے۔کیسے ——؟

جزیرہ مارکن —— جہاں قدم رکھتے ہی پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ٹیم پر بموں کی بارش کر دی گئی۔پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کیا انجام ہوا ——؟

ایک یادگار ناول جو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ (تحریر۔ارشادالعصر جعفری)

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران اوراس کے ساتھیوں کا اسرائیل کے خلاف نان اسٹاپ ایکشن

مکمل ناول

کاپر ہیڈ

کاپر ہیڈ ــــ اسرائیل کی ایک طاقتور اور فعال ایجنسی جس نے ایم کے میزائل بنانے والی لیبارٹری کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔

کاپر ہیڈ ــــ جس کا چیف کرنل ڈراس تھا اور اس نے لیبارٹری سمیت اپنا ہیڈ کوارٹر بھی دنیا کی نظروں سے چھپا رکھا تھا۔

عمران ــــ جو اپنے ساتھیوں کو لے کر ایم کے میزائل لیبارٹری کی تباہی کے لئے اسرائیل پہنچ گیا۔ مگر ــــ؟

عمران ــــ جسے اسرائیل پہنچنے کے لئے ایک صحرا کی طویل ترین سرنگ میں سفر کرنا پڑا۔

لیڈی فونڈا ــــ جس نے اس سمندری جہاز کو میزائل مار کر سمندر میں ہی تباہ کر دیا جس میں عمران اور اس کے ساتھی موجود تھے۔

لیڈی فونڈا ــــ جو عمران اور اس کے ساتھیوں پر موت بن کر بار بار جھپٹنے کی کوشش کر رہی تھی اور آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ کیا واقعی؟

واٹر ورلڈ ــــ جو سمندر کے نیچے بنایا گیا تھا۔ مگر کیوں ــــ؟

واٹر ورلڈ ــــ جہاں جانے کے راستے انتہائی خفیہ اور موت سے گھرے ہوئے تھے۔ کیا عمران واٹر ورلڈ کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔

اینگری مین ــــ کاپر ہیڈ کا ایک فاسٹ ایجنٹ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کا فوراً ہی پتہ لگا لیا تھا اور وہ موت بن کر عمران اور اس کے ساتھیوں کے سروں پر پہنچ گیا۔

اینگری مین ــــ جس کے سامنے عمران اور اس کے ساتھی نہتے اور رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ کیا اینگری مین نے انہیں گولیاں مار دیں۔ ایک حیرت انگیز سچوئیشن ــــ؟

الاسد ــــ عمران کا ایک نیا ساتھی جو انہیں اسرائیل پہنچانے کے لئے کام کر رہا تھا۔ مگر ــــ؟

الاسد ــــ جس کی موت کا کرنل ڈراس بھی خواہاں تھا۔ مگر ــــ؟

وہ لمحہ ــــ جب عمران اور اس کے ساتھی میزائلوں سے ہٹ ہو گئے۔ کیا واقعی؟

ریڈ پاور ــــ ریڈ وائرس سے بھرا ہوا انجکشن جو عمران نے کرنل ڈراس کو لگایا تھا۔ اس انجکشن سے کرنل ڈراس کی حالت کیا ہوئی ــــ؟

کرنل ڈراس ــــ جو ریڈ پاور کے لگنے کے باوجود عمران کے سامنے منہ نہیں کھول رہا تھا۔

کیا عمران اور اس کے ساتھی واٹر ورلڈ اور ایم کے لیبارٹری تک پہنچ سکے۔ یا؟

وہ لمحہ ــــ جب عمران اور اس کے ساتھی حیرت انگیز طور پر کاپر ہیڈ کے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو گئے۔ اور پھر ــــ؟

(تحریر۔ ظہیر احمد)

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob 0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں حیرت کا سمندر لئے ایک انوکھی کہانی

مکمل ناول

بلیک گرل

بلیک گرل — کرانس کی لیڈی ایجنٹ، جو عمران سے ملنے پاکیشیا آنا چاہتی تھی۔ کیوں ——؟

بلیک گرل — جس کی آمد کا سن کر عمران کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ کیوں

بلیک گرل — جس کے بارے میں عمران نے جب کرانس سے معلومات حاصل کیں تو اس پر بلیک گرل کے حوالے سے حیرت انگیز انکشافات ہوئے

وہ انکشافات کیا تھے ——؟

بلیک گرل — جس کے پیچھے کرانس کی ہی ایجنسیاں لگی ہوئی تھیں اور بلیک گرل کے ساتھ ساتھ عمران کو بھی ہلاک کرنا چاہتی تھیں۔ کیوں ——؟

عمران — جس پر بیچ سڑک پر میزائلوں سے حملہ کیا گیا۔ اور پھر ——؟

بلیک گرل — جس نے جولیا اور تنویر کو آسانی سے ڈاج دے دیا۔ کیسے

انکل شیلے — بلیک گرل کا ادھیڑ عمر ساتھی جو پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ا
سامنے کل کے بچے سمجھتا تھا کیوں ——؟

گولڈرنگ — جس میں بلیک کنگ کا راز تھا۔ مگر ——؟

گولڈرنگ — جس سے عمران کا مائنڈ نہ صرف ہیک کیا جا سکتا تھا بلکہ بلَ
کنگ، عمران کو اپنے کنٹرول میں بھی کر سکتا تھا۔

وہ لمحہ — جب عمران گولڈرنگ کا شکار بن گیا اور اس کا مائنڈ ہیک کر لیا گیا۔

وہ لمحہ — جب عمران نے بلیک زیرو کو پہچاننے سے انکار کر دیا اور اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔

وہ لمحہ — جب عمران، بلیک کنگ کے لئے پاکیشیا کے خلاف غداری پر بھی آمادہ ہو گیا۔

انکل شیلے — جس نے بلیک کنگ کے چار طاقتور ایجنٹوں کے ساتھ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کو ہلاک کرنے کا پلان بنایا۔

کراسٹی — جسے کرانس اور بلیک کنگ کے ایجنٹوں نے بلیک گرل سمجھ کر اغوا کر لیا تھا۔

سیکرٹ سروس کے ممبران — جنہیں ہلاک کرنے کے لئے طاقتور ایجنٹ حرکت میں آ گئے اور پھر جان لیوا فائٹس کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

وہ لمحہ — جب عمران نے بلیک گرل کو جوزف اور جوانا کے پاس رانا ہاؤس بھیج دیا۔ مگر ——؟

وہ لمحہ — جب جوزف اور جوانا کی موجودگی کے باوجود بلیک گرل رانا ہاؤس سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ مگر کیسے ——؟

سسپنس، مزاح اور ایکشن سے بھرپور انوکھا ناول۔ (تحریر۔ ظہیر احمد)

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com